فالفارقات فرقا

الفرق

حصہ اول

یعنے

شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف

الفاروق

پر

عالیجناب مرزا عابد علی بیگ صاحب قزلباش کا محققانہ

ریویو

جسکو مولوی سید محمد صاحب رضوی عرف بنے میان نے شائع کیا

اور برلاس پریس مراد آباد مین چھپوایا

نامہ حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹	۱۱	بجن	سخن
۷۱	۲۰	عصرت	حضرت
۷۹	۸	زبیح	زبیخ
۹۴	۱۰	کفاربرس	کفارقریش
۹۶	۱۴	صوصیت	خصوصیت
ایضاً	۱۶	جمیت	صحت
ایضاً	۱۷	جحیت	صحت
۱۰۰	۲۰	دشمن	دشمن سے
۱۰۲	۱۷	النظر	المنتظر
۱۰۴	۱۱	رقتل	نہ قتل
۱۰۵	۱۰	ات	آیت
۱۰۷	۱۶	سمار	شمار
۱۰۸	۵	رمس	اُنس
۱۱۳	۱۰	اشدل	اشدلال
۱۲۳	۱۹	کری	کوئی
۱۲۸	۲	مرتضی	مرتضی نے
۱۳۳	۷	معلوم کی	معلوم
۱۴۵	۱۵	لبعضہم	بعصم
۱۴۹	۹	سارس	سفارش
۱۵۵	۹	سا	۰
ایضاً	۱۵	درجہ	۰
۱۵۸	۱۳	خدائی	خدا نے
۱۶۱	۱۵	لی	علی
ایضاً	۱۶	ومن	۰
ایضاً	۱۷	الناس	ومن الناس
۱۶۲	۷	سی	بنی
ایضاً	۱۱	پر	اوسی پر
۱۶۵	۱	بالیال	بلاخیال
ایضاً	۶	درن	دودن
ایضاً	۸	بیومین	بیوُمین
۱۶۶	۲	یاری	بیماری
۱۶۷	۱	کس	کی
۱۶۸	۱۹	بہ ای	بہہ رائے
۱۷۰	۲	ورنہ ۰	واقعہ
۱۷۱	۹	جوبرمن	جوجبرِ حین
۱۷۲	۲۰	اعتدالیان	بے اعتدالیان
ایضاً	۲۱	اعتدالیون	اعتدالیون نے
۱۷۳	۱۴	محق	محقق
۱۷۸	۱۸	اوہی	اور بہہ بھی
۱۷۹	۱	ہوسکتی	ہوسکی
ایضاً	۷	بر	ہے
۱۹۲	۱۶	ہے	۰
۱۹۴	۲۱	کہا	کیا
۲۰۰	۵	قابل	قایل

صحت نامہ حصہ اول الفرق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۲۱	عمر	ابوبکر
۲۱۰	۱۸	برا	بہرا
۲۱۲	۸	ودنیا	وہ دنیا
ایضاً	۱۶	ادمیون	آدمیون نے
۲۱۴	۶	بر	پنر
ایضاً	۹	دو	وہ
ایضاً	۱۸	جسکی	جسکی روسے
ایضاً	۱۹	سنے	ہین
۲۱۵	۱۰	اورھی	امروہی
۲۲۳	۹	نے	بنی
۲۲۸	۲	اید	امید
۲۲۹	۱۹	وب	خوب
۲۴۹	۲۱	کنشر	کسر
۲۵۰	۱۲	سیلقہ	خلیفہ
ایضاً	۱۶	دلی	کوئی
۲۵۴	۳	مان	ہان
ایضاً	۱۵	للیون	کیون
ایضاً	۱۹	جب سے	جیسی
۲۵۵	۳	ارار	ارار
۲۵۷	۱۲	حرح	جرح
۲۶۱	۳	حرب	عرب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۲	۴	معصم	منتضم
۲۶۳	۱۳	.	نہ کرکے
۲۶۵	۱	حر	خبر
۲۶۶	۵	متجنہ	منجنز"
ایضاً	۱۵	موتون	موقعون
۲۶۷	۵	کرہ	کرجو
ایضاً	۱۱	حلہ	حملہ
ایضاً	۱۶	حسرت	حضرت
۲۷۱	۴	لعرص	تفرح
۲۷۲	۷	الی	اسی
ایضاً	۱۸	الی	اسی
۲۷۵	۱۶	با	یا
۲۸۱	۲	لعرر	تقریر
۲۸۲	۲۰	گوارہ	گوارا
۲۸۳	۵	سعر	سفر
۲۸۷	۱۴	عزیرون	تحریرون
۲۹۱	۸	گوارہ	گوارا
۲۹۲	۸	گوارہ	گوارا
۲۹۳	۹	ابولولوہ	ابولولو
۲۹۴	۱۱	ست	ہیبت

ختم شد

فہرست مضامین الفرق ریویو الفاروق حصہ اول

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفرق

الفاروق شمس العلماء شبلی پر ریویو

تمہید

یہ سچ ہے کہ اس الفاروق کے وجود مین آنے کی بہت نگاہین مشتاق تھین - ذی علم مصنف کی طرف سے صرف "المامون" مین اوس کے وجود مین لانے کا ذکر نہین کیا گیا تھا بلکہ "سیرۃ النعمان" مین بھی حضرت عمر کو لایق مصنف نے منتخب کیا تھا کہ جدید طرز سے نامور خلفا مین سے اونکو سرتاج بنایا جائے - یہ وہی زمانہ تھا کہ سُنّی اور شیعون کے درمیان اُردو زبان مین مناظرہ کا زیادہ مذاق پیدا ہو گیا تھا -

یورپ کی تقلید سے طرز جدید کا جو دعوی کر کے عالم مصنف نے المامون اور "سیرۃ النعمان" اپنی تصنیفات شائع کین اوسی طرز جدید کے پیرایہ کے شوق نے

ان لوگون کی نگاہون مین جو ایسی تازہ تصنیف کی طرف دلچسپی رکھتے تھے "الفاروق"
کے وجود مین آنے کا انتظار کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ لیکن اس "الفاروق" کے
نکلنے مین (جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہے) بہت دیر ہوئی یہانتک کہ بعض دیگر
مصنفون[1] نے مصنف اس الفاروق پر سبقت کا قدم بڑھایا اور اپنے عندیہ مین
اوسی راہ پر چلکر عزت اور ناموری حاصل کی۔ اور جو ایسی تصانیف پر نظر غائر رکھنے
والے تھے وہ سیرۃ الفاروق پر ریویو کر چکے اور الفاروق مرزا حیرت دہلوی کو
بھی دیکھ چکے۔

[1] منشی سراج الدین احمد صاحب مصنف سیرۃ الفاروق و مرزا حیرت دہلوی مصنف "الفاروق" ۱۲ منہ

وجہ عذر توقف مصنف

مصنف اس الفاروق کا عذر توقف بھی بیشک
صحیح ہے کہ اسباب اور موانع ایسے پیش آئے
تھے کہ اگر مصنف نور رسیدہ قوت سے اپنی اونگلیون کو تقویت نہ پہونچاتے تو اس
الفاروق، کے لکھنے پر وہ قلم کہ جو گر گر جاتا تھا نہ اوٹھ سکتا۔
سر سید احمد خان کی۔ قوم مسلمانون کے لئے پالیسی یہ تھی کہ مسلمانون مین سے
سنّی اور شیعہ کا تعصب مذہبی، جو بحث خلافت ملکی معاملہ مین شاید تر ہی وہ رفع
ہوکر کم سے کم دونون فرقے باہم اخلاق سے برتاؤ کر کے مملکت ہندوستان
مین مل جل کر کارپرداز ہو جائین۔ اونکی دور اندیشی مانع ایسی تصانیف کی تھی کہ جس سے
شیعہ اور سنّی کے باہم تنازع مین ایک تازہ جوش پیدا ہو۔ لیکن مصنف کی
جرأت نے یہ الفاروق، تصنیف کرا کے "سلسلہ آصفیہ" کی فہرست مین داخل
اور مصنف کے تعلق کو مسلمانون کے کالج علی گڈھ سے۔ جہان نشو و نما فروغ مصنف
کا ہوا تھا جدا کرا دیا۔ اور دوسرے پیرایہ مین اپنے فروغ کے لیمپ کی بتّی کو جلا کر
اشتعال لگ دی۔

ذکر منشاء تصانیف سلسلہ آصفیہ

میرے اس فقرہ سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ ایسی

تصانیف کے کہ جس سے سنّی اور شیعہ کے اختلاف کو جوش ہو۔ "سلسلۂ آصفیہ" کی فہرست مین داخل کرانے کے بادی شمس العلما سید علی بلگرامی بالقابہ اور سر وقار الامرا بہادر مدار المہام دولت آصفیہ ہین جنکا مصنف نے ذکر کیا ہی اونکا منشا اوسی قسم کی تصانیف سے ہو سکتا ہی کہ کل فرقون مسلمانون کا تعصب مذہبی فرو ہو سچائی سے آزادی کے ساتھ ٹھیک مذہب اسلام پر قایم رہین۔ نہ ایسی تصانیف سے کہ جسمین فضیلت کی نمایش ایکطرف، نبوت کی ابتدائی بنیاد کے پیدا ہونے کا اشارہ خاندان حضرت عمر مین کیا ہو۔ اور حضرت عمر کو پیغمبر سے افضل الراے قرار دیا جائے۔

افسوس ہے کہ سر سید کی رحلت کے بعد یہ کتاب "الفاروق" نکلی اگر اونکی زندگی مین نکلتی تو اونکی راے پبلک کو معلوم ہو جاتی جبکہ وہ اسکے خلاف پر اپنی محققانہ ہمت صرف کرتے جیسا کہ اونھون نے اپنی زندگی مین ایسا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ مگر تصانیف "سلسلۂ آصفیہ" کے قایم کرنے والون مین سے زندہ ہین اور خدا دیر گاہ اونکو زندہ رکھے۔ وہ اس امر کا فیصلہ کرینگے کہ آیا یہ تصنیف منشا تصانیف سلسلۂ آصفیہ کو پورا کرتی ہے یا کیا؟

ریویو کی فرمایشین

یہ الفاروق جب شایع ہوئی تو اوسکا دوسرا حصہ ذی علم مصنف کی مہربانی سے مجکو جلد ملا۔ لیکن مجھکو اپنے دیگر مشاغل کے سبب سے اسقدر بھی فرصت نہو سکی کہ بالاستیعاب اوس کو دیکھ سکون۔ مگر میرے معزز دوست اوسپر ریویو کے ایسے مشتاق ہو گئے جیسے کہ اس دلفریب "الفاروق" کے وجود مین آنے سے پہلے اوس کے مشتاق انتظار مین تھے اور میرے اُن معزز دوستون کی فرمایش یہ خبر دیتی تھی کہ پبلک مین ناپسندیدگی اس الفاروق کا ایک جوش پھیلا ہوا ہے۔ اور جیسے کہ

المامون، اور سیرۃ النعمان، اور سیرۃ الفاروق' پر ریویو لوگون کی نگاہ سے گذرے ویسے ہی اس الفاروق پر بھی ریویو کے چشم براہ ہین۔

پہلے حصہ الفاروق پر اجمالی راے

مین نے حال ہین اول حصہ الفاروق' کا مستقل حاصل کر کے دیکھنا شروع کیا۔ اور کچھ شبہ نہین ہے کہ ذی علم مصنف نے بڑی لیاقت سے یہ تصنیف کی ہی اور بحث افضلیت حضرت عمر کو صرف بمقابلہ مذہب شیعہ کے ترقی دینے کی سعی نہین کی بلکہ یہ کوشش کی ہے کہ افضلیت حضرت عمر کی پیغمبر اسلام پر قرار پاجاے۔ اور ابتدائی بنیاد توحید اور ترک بُت پرستی کی اُنھین کے گھرانے مین زید چچا زاد بھائی حضرت عمر کی طرف منسوب ہو جاے۔ اگر مسلمان سُنّی اور شیعہ ذی علم مصنف کی تقلید کرین تو بے شک وہ اِن بحثون سے کہ پیغمبر رسول تھے اور علی مرتضیٰ اونکے چچا زاد بھائی تھے اور اُس سے علی مرتضیٰ کی فضیلت قرار دیجاتی تھی، پاک ہوجائین اور اس حالت مین اونکو حضرت محمد صلعم کی رسالت کا ضعف اور خاندان نبوت کے شرف کی کمی قبول کر کے ایک نیا پیغمبر اور ایک نیا خاندانِ پیغمبر اور کم سے کم حضرت عمر' اور اونکے خاندان کو استاد پیغمبر ماننا پڑے گا۔ اور حضرت عمر کے خاندان کو خاندان پیغمبر سے اشرف قرار دینا لازم آئیگا۔

یوروپین مصنفین کا منشا

جس حیثیت اور نوعیت سے ذی علم مصنف نے اپنی اس تصنیف مین افضلیت حضرت عمر کی دکھائی ہے حقیقت مین وہ اونکی ایجاد نہین ہی بلکہ اونھین بعض یوروپین مصنفین کی نقلید مع تائید ہے جنھون نے علم فلسفہ تاریخی کی شان سے مذہب اسلام کی بنیاد ڈھانے کے لئے یہ پہلو اختیار کیا ہی کہ مسلمانون کی نگاہ مین پیغمبر اسلام کے افضل الناس ہونے کو زوال، اور بمقابلہ پیغمبر اسلام کے حضرت عمر

کی افضلیت تسلیم ہوجائے۔

اونکی غرض درپردہ حضرت عمر کی شان و شوکت اور صولت و ہیبت بمقابلہ علی مرتضیٰ اور پیغمبر و آل پیغمبر کے دکھلانے سے ابطال نبوت حضرت محمد صلعم کی تھی تاکہ مسلمان نبوت کی شان اور اوسکی عظمت و جلالت سے جو پیغمبر مین اور اونکے خاص اہلبیت مین قدرتی تھی ڈگمگا جائین اور جو اعتقاد اوسلک کہ پیغمبر نے شرف اور امتیاز کا اپنے اور اپنے خاص اہلبیت کے لئے دعوے کرکے قایم اور ثابت کیا تھا اوس مین وساوس کو دخل دیکر صراط مستقیم سے تجاوز کر جائین۔

علوم جدیدہ فلسفہ کی تعلیم سے توقع

ہندوستان مین تعلیم علوم جدیدہ فلسفہ کے سبب سے جو ہر فرقہ مذہبی کو حاصل ہوتی ہے یہ توقع تھی کہ مسلمانون کو جو آزادی مذہب مین حاصل ہوجاتی ہے وہ اختلافات کے تعصب کو سست کردے گی اور مسلمانون کی قوم اتفاق سے ایک روش خاص پر چلنے لگے گی کہ جو کچھ کچھ اختلاف کا پہلو لئے ہوئے ہو اور جسکی امید منقطع نہین ہوئی ہے۔ لیکن اگر مسلمان اُس روش پر بھی چلنا اختیار کرین گے کہ جو ذی علم مصنف نے اختیار کی ہے تو آزادی خیالات مسلمانون کی ایک نئی شاخ اختلاف کی پیدا کرنے والی ہوگی جسکو شاخ اُس تنہٗ درخت کی کہنا مشکل ہوگا کہ جو تنہٗ درخت مذہب اسلام مین قرار پایا ہوا ہے۔

ایسا اعتقاد جیسا کہ ذی علم مصنف کی روش سے بتقلید و تائید بعض یوروپین مصنّفین کے پایا جاتا ہے۔ عہد پیغمبر اسلام سے اسوقت تک مسلمانون مین ظاہر نہین ہوا تھا گو قلوب مین کسی کسی کے چیونٹی کی رفتار کی مانند مضمر رہا ہو مگر مذہب

مین خوشی کی بات ہی کہ مسلمانون کی اولیات مین یہ طریقہ ذی علم مصنف کے
حصہ مین رہے گا۔ جسمین حضرت عمر کی مخالفتون اور اونکے امور کو بمقابلہ پیغمبر
کے سرسبز اور امر پیغمبر کو سُست کرکے دکھایا ہے۔ اور حضرت عمر کی رایون کو
مطابق راے خداکے، اور پیغمبر کی راے کو اوس کے خلاف ظاہر کرکے حضرت
عمر کو درجۂ نزول وحی پر پہونچاکر اور پیغمبر کو اُس مرتبہ سے گراکر حضرت عمر کے
ہاتھ پر معجزہ جاری کردیا ہی۔ اور یہی تصنیف جدید ذی علم مصنف کی حضرت عمر
کی نبوت کی کتاب ہوگی !!

مسلمانون کا تنزل اور مدارج سے زوال پذیر ہوتے جانا امر مسلمہ ہی

اس زمانہ مین ہندوستان، اور کہا جا سکتا ہے کہ کُل روے زمین مین، جہان جہان مسلمان آباد اور موجود ہین، اُن لوگون نے
کہ جو مسلمانون کی بہبودی اور ترقی سے دلچسپی اور ہمدردی رکھتے ہین، یا ہندوستان
مین سب سے اول جس (سر سید احمد خان) کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ اوس کو
ایسا خیال پیدا ہوا، اس امر کو قبول کرلیا ہی کہ قوم مسلمان جہان کہین ہو تنزل
کی حالت مین ہی۔ اور اپنے مدارج سے زوال پذیر ہوتی چلی جاتی ہی، اور اس
کے تنزل اور زوال کے اسباب پر بھی گفتگوئین اور نظر ہو چکی ہی۔ اور ہو رہی ہین

تنقیح اسباب زوال مسلمانان

اسی ضمن مین یہ سوال بھی پیدا ہو گیا ہی کہ "آیا خود مذہب اسلام باعث مسلمانون کے تنزل اور
زوال کا ہی یا نہین ؟" اور جہانتک میرا علم ہی یہ سوال بعض علماے یورپ نے
درحقیقت پیش کیا ہی، اور مین کہہ سکتا ہون کہ بعض یا کسی قدر مسلمانون کے دلون
مین، اس عالم یورپ کی اس راے کا اثر پیدا ہو گیا ہی، مگر عموماً جو اہل الراے مسلمان
یا رفارمر ہونے کی منزلت پر ہین، یا اسی زمانہ مین گذر چکے ہین، وہ نہایت استحکام

اور استقلال سے اسکے خلاف یہ راے رکھنے والے ہین کہ "مذہب اسلام ہر قسم کی ترقی مخلوق کے لئے سبب ہوا ہے۔ مگر مسلمان مذہب اسلام پر قایم نہین رہے، یہی وجہ اونکے تنزل اور زوال کی ہے"

سر سید احمد خان اور شمس العلما شبلی کا مہذب مکالمہ

ایک مرتبہ اخیر حصۂ زندگی سر سید احمد خان مین، اُنہین کے گھر، اُنکی میز پر اونکے معزز فرزند سید محمود اور بعض اونکے رفیق یا دوست بامتیع جمع تھے کہ اُنہین شمس العلما شبلی نعمانی نے سر سید سے خطاب کرکے یہی مسئلہ پیش کیا، اور مین کہہ سکتا ہون کہ شمس العلما کی خاطر مین وہی راے مرکوز تھی کہ جسکی ابتدا عالم یورپ نے کی ہے، لیکن سر سید نے اُس راے کی صحت سے انکار کرکے صاف کہا کہ "مسلمانون کے دینِ اسلام پر قایم نہ رہنے سے اونکا زوال ہوا ہے" جہان عقلا اور اہل الراے کا یہ عندیہ قرار پاگیا ہے کہ "مسلمانون کا تنزل اور زوال اونکے مذہب اسلام پر قایم نہ رہنے سے ہوا ہے" وہان اونھون نے اسپر بھی غور کیا ہے کہ "مسلمانون کا دین اسلام پر قایم نہ رہنا کب سے شروع ہوا ؟"

اسی صحبت مین جبکا مین نے ذکر کیا شمس العلما نے سر سید کی راے پر باصرار یہ ظاہر کیا کہ "مسلمان دین اسلام پر برابر قایم رہے اور قایم چلے آتے ہین" اسپر سر سید نے نہایت سختی سے اپنی وہی راے ظاہر کی اور مسلمانون کے دینِ اسلام پر قایم نہ رہنے کے شروع ہونے کا وقت "وفات پیغمبر" کو اس تصریح سے بتایا کہ "ہنوز اُن (پیغمبر) کا جنازہ دفن نہین ہوا تھا کہ لوگ اون کے جنازے کو ترک کرکے مسئلہ خلافت کے طے کرنے کو سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے تھے"

شیعہ اور سنیون کی اصل بحث

یہ وہی راے ہے کہ جبکا ابتدا سے مسلمانون کا

فرقہ شیعہ قائل چلا آتا ہے کہ مسلمانون کے دینِ اسلام پر قایم نہ رہنے کی ابتدا وہی ہے جو اُسوقت ظہور مین آئی کہ جب پیغمبر اسلام کا بدن ٹھنڈا تک نہین ہوا تھا۔ اصل بحث ان دو گروہ عظیم مسلمانان شیعہ اور سنّی کے باہم درحقیقت یہی ہے کہ مسلمان کب سے دینِ اسلام پر قایم نہین رہے۔ اور جو باعث اونکے تنزل اور زوال کا ہوا ہے۔ اور اس بحث کا ان دونون گروہ کے باہم طے ہونا نہایت ضروری اور مقدم ہے۔

موانع ترقی اور اُسکا علاج

بہی خواہانِ قوم نے جہان اس امر کو سمجھ لیا ہے کہ "دین اسلام پر قایم نہ رہنا، مسلمانون کے تنزّل اور زوال کا باعث ہے" وہان اونھون نے اس امر کو بھی سمجھ لیا ہے کہ "مسلمانون کی ہر قسم کی ترقی کا، خواہ اوسکا تعلق تعلیم سے ہو یا تربیت سے، خواہ عمل سے، مانع، اور اونکے متعدد فرقون مین ہو جانے کا سبب، اختلاف ہے۔ اور اوسکا علاج دین اسلام کے اخلاق کی تعلیم ہے۔"

اسلامی اخلاق کیا ہین؟

مین اس مانع اور علاج سے متفق ہون، اور میرے نزدیک اگر مسلمانون کو اخلاق دینِ اسلام کی تعلیم اور تربیت دیجاوے اور ملکہ اوسی اخلاقی عمل کا اونمین پیدا کیا جاے تو کچھہ شبہہ نہین ہے کہ باہم مسلمانون کے جو تفرقہ پڑگیا ہے وہ دُور ہو جائے گا۔ اور سب متفق ہوکر اپنی ترقی اور بہبودی کے لئے کوشش کرنے لگین گے، اور جو ترقی ہوسکتی ممکن ہے اُس درجہ پر پہونچ جائین گے۔ لیکن سخت مشکل بلکہ قریب محال ہے، اس امر کا طے کرنا۔ کہ اخلاق دینِ اسلام کیا ہے؟

شیعون کے اخلاق کا ماخذ

ایک اخلاق تو وہ ہے جسکی تعلیم اور تربیت پیغمبر سے علیِ مرتضےٰ نے پائی اور اُس کے اصول کو، اور حقیقت دینِ اسلام کو سیکھا اور اُسی اخلاق

اور اوس کے اُصول کی تعلیم و تربیت ایمہ اہلبیت مین برابر چلی آئی - اُسی کو ایمہ اہلبیت کی سیرتون سے کہ قانون قدرت نے اونکا دل و دماغ اوسی قابل بنایا تھا، فرقہ شیعہ نے لیا اور لیتا ہی جو اونکی کتب مین نہایت توسیع و توضیح سے مندرج ہے -

اخلاق بالا کی نسبت سنیون کے خیالات

فرقہ اہل سنت سعہ اپنی شاخون کے، یہ تو مین نہین کہہ سکتا کہ اُن اصول اخلاق و اخلاق کو، جو ایمہ اہلبیت سے حاصل ہوئے ہین یا جو اون کی سیرتون کے نتایج ہین باطل کہتا ہی یا باطل کہہ سکے، اس لیے کہ وہ تمام عقلی ہین یا اور علم فلسفہ پر مبنی ہین - لیکن اونپر توجہ نہین کرتا ہے اور اپنے دل مین اون کو رسوخ نہین دیتا ہے -

سُنیون کے اخلاق کا ماخذ

دوسرا اخلاق وہ سمجھا جاتا ہی جو خلفای ثلاثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے حاصل کیا اور اپنی سیرتون سے دکھایا، اور یہ قرار دیا کہ یہی اخلاق دین اسلام ہی، یا اس کے مخالف نہین ہے، اور یہی اخلاق مسلک اہلسنت کا ہے -

سُنیون کے اخلاق کی نسبت شیعون کے خیالات

فرقہ شیعہ اس اخلاق کو، اخلاق دین اسلام نہین سمجھتا ہی اور اُس کو باطل جانتا ہی اور سمجھتا ہے، کہ اگر اوس مین کچھ اخلاق دین اسلام ہو بھی تو ایسا جیساکہ کوہ ہمالیہ کے آگے رائی کا دانہ - اور وہ بھی مصنوعی جو سچائی سے عمل مین نہین لایا گیا -

ایسی اختلافی حالتمین بالاتفاق اخلاق دین اسلام کا قرار پانا مشکل ہے

جب ان دونون فرقون اسلام مین، اخلاق دین اسلام کے سمجھنے مین، اور قرار دینے مین

بالاتفاق اخلاق دینِ اسلام کیونکر قرار دے سکین گے۔

دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک مثال

مین یہان اِن دونون فرقون کے تباین اخلاق کی ایک ہی مثال دیتا ہون کہ۔" فرقۂ شیعہ پیغمبر کو جیسے اونکی حیات مین اونکو پیغمبر جانتا ہے ویسے ہی بعد ممات بھی۔ اور جیسے کہ پیغمبر کی حیات مین پیغمبر کو (فرض کرو مواقع جنگ مین) چھوڑکر چلے جانے کو بداخلاقی سمجھتا ہی ویسے ہی بعد ممات پیغمبرؐ، جب تک وہ دفن نہو جائین جسم پیغمبر کو چھوڑکر چلے جانے کو بداخلاقی جانتا ہی۔ برخلاف اس کے فرقہ اہلسنت اِن دونون موقعونپر پیغمبر کو چھوڑکر چلے جانے کو بداخلاقی نہین سمجھتا۔

مصنف کا مسلک الفاروق مین

شمس العلماء مصنف الفاروق، اُسکی تصنیف مین اپنی اوسی راے کا پہلو اختیار کرتے ہین کہ " دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی " اور خلفاء ثلثہ و بنی امیہ و بنی عباس نے جو اخلاق اختیار کئے تھے، اور جنکو درحقیقت ذی علم مصنف خلافِ اخلاق دین اسلام سمجھتے تھے، اُنہین کو پسند کرکے، اُنکی سیرتون مین سرسبز اور شاداب کرکے دکھانا شروع کیا ہے۔

نتیجہ اخلاق متباین مذہب شیعہ وسنّی

ان اخلاق کی اشاعت سے وہی نتیجہ پیدا ہونیوالا ہے کہ جو اس راے سے پیدا ہوسکتا ہی کہ دینِ اسلام باعث تنزل اور زوال مسلمانونکا ہی، جو مخالف اُس راے کے ہے کہ دین اسلام پر مسلمانون کے قایم نہ رہ سکنے کے سبب سے تنزل اور زوال مسلمانون کا ہوا اور ایسے مسلمانون نے جو اخلاق اختیار کئے یا اپنی سیرتون سے

لیکن دین اسلام کے اخلاق کی تعلیم سے جو ترقی مسلمانون کی ہوسکتی ہو وہ ترقی نہین ہوسکے گی اور جو اختلاف اور تفرقہ باہم مسلمانون کے ہوگیا ہے، نہ وہ مٹ سکے گا۔

الفاروق کے لئے تاریخی مواد

ذی علم مصنف نے اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ اس تصنیف کے واسطے کہان کہان سے اونھون نے مواد جمع کیا ہے۔ ابتدائی حالت تاریخ عرب، اور تاریخ عہد اسلام بیان کی ہی مگر یہ قبول کیا ہے کہ "اسلام کے عہد مین زبانی روایتون کا ذخیرہ پیدا ہوگیا تھا لیکن تصنیف و تالیف کا سلسلہ مدت کے بعد ۱۴۱؁ھ سے قایم ہوا" (صفحہ ۴۔ الفاروق) یہ وہی زمانہ ہے کہ جسمین عہد دولت بنی امیہ حضرت معاویہ سے شروع ہوا ہے۔ ذی علم مصنف، مصنفین مورخین علما کا دَورِ قدیم پانسو برس تک، اور اوس کے بعد دور متاخرین مورخین علما کا قرار دیتے ہین۔

دور اول مین دس[۱] علما کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ ابتداءً جن لوگون نے بالتخصیص آنحضرت صلعم اور صحابہ کے حالات مین کتابین لکھین وہ تصانیف آج ناپید ہین۔ (صفحہ ۵ و ۶) لیکن اوسی دَور قدما مین سات[۲] ایسے مصنفون کا ذی علم مصنف شمار کراتے ہین کہ جنکی تصنیفات اس زمانہ مین موجود ہین

۱؎ یحییٰ[۱] مدنی مصنف غزوات نبوی۔ نصر[۲] بن مزاحم کوفی مصنف کتاب الجمل۔ سیف[۳] بن عمر الاسدی مصنف کتاب الفتوح الکبیر۔ عمر[۴] بن راشد الکوفی مصنف کتاب المغازی۔ عبد[۵] اللہ بن سعد زہری مصنف فتوحات خالد بن ولید۔ ابو[۶] البختری وہب بن وہب مصنف کتاب صفت النبی و فضایل الانصار۔ ابو[۷] الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ المدائنی جس نے آنحضرت و خلفا کے حالات مین (۷۰) عنوان سے کتابین لکھی ہین۔ احمد[۸] بن حارث جزاز کتاب المغازی اسماء الخلفاء و کتابہم۔ عبد[۹] الرحمن بن عبیدہ مصنف مناقب قریش۔ عمر[۱۰] بن شبہ مصنف کتاب الامراء الکوفہ و البصرہ ۱۲

۲؎ عبد[۱] اللہ بن مسلم بن قتیبہ۔ احمد[۲] بن داود ابو حنیفہ دینوری۔ محمد[۳] بن سعد کاتب الواقدی۔ احمد[۴] بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی مصنف تاریخ یعقوبی۔ احمد[۵] بن یحییٰ بلاذری۔ ابو[۶] جعفر محمد بن جریر طبری۔

اور دوسرے دور مین چند علمار مورخین کا نام لیا ہے۔

متاخرین مورخین کی نسبت مصنف کی نکتہ چینی

ذی علم مصنف عمومًا علمای مورخین متاخرین (دور ثانی) پر خود یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ" ان لوگون نے تاریخ کے ساتھ کوئی احسان نہین کیا اور قدما کی خصوصیات کو بھی کھو دیا۔ کچھ اونمین اضافہ نہین کیا اور اسطرح اختصار کیا کہ جو بات چھوڑدی وہی اس تمام واقعہ کی روح تھی" لیکن تاریخ ابن الاثیر کی نسبت یہ کہتے ہین کہ" علامہ ابن خلکان نے اوس کو خیار التواریخ سے کہا ہے اور درحقیقت اسکی قبولیت عام نے قدیم تصنیف ناپیدا کردین اور جہانتک زمانہ کا اشتراک ہی طبری سے اوس مین زائد نہین ہی" (صفحہ ۹ و ۱۰) مگر اس عام نکتہ چینی سے ابن خلدون اور اوس کے شاگرد علامہ مقریزی کو مستثنیٰ کیا ہی۔ اور ابن خلدون کی نسبت کہتے ہین کہ اوسی نے فلسفہ تاریخی کا فن ایجاد کیا۔"

ذی علم مصنف اوضین قدما کی تصنیفات کو جنکی کتابین موجود ملی ہین اپنی اس تالیف کا سرمایہ قرار دیتے ہین لیکن ان قدما کی نسبت کتب رجال ہین جو قدحین موجود ہین اونکی نسبت ذی علم مصنف نے کوئی راے اپنی نہین لکھی کہ جس سے وہ دھبہ قدح کا اونپر سے دور ہو سکے۔ باوصف اس کے کہ فن رجال کے مستقل بنا دینے کی صفت مسلمانون کے لئے قراردی ہے (صفحہ ۱۳ و ۱۴) لیکن ذی علم

قدیم تاریخون مین دو خاص نقص

مصنف نے یہ دو نقص قدیم تاریخون مین قبول کرلئے ہین کہ جو اون مین مفقود ہین۔

(۱) ہر عہد کا تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کے متعلق معاملات

---

[۱] ابن الاثیر۔ سمعانی۔ ذہبی۔ ابوالفدا۔ نویری۔ سیوطی۔ ابن خلکان۔

سرمایہ مہیّا کیا جائے۔"

(۲) "تمام واقعات مین سبب اور مسبب کا سلسلہ تلاش کیا جائے۔"

وجہ نقص اول

اور وجہ اول نقص کی نہایت سچّائی سے یہ بیان کی ہی کہ "ہمیشہ شخصی سلطنت کا رواج رہا اور فرمانروائے وقت کی عظمت و اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت اور جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آئے۔"

یہ تصانیف قدیمہ جنپر ذی علم مُصنّف نے ماخذ اپنی اس تصنیف جدیدہ کا قرار دیا ہے۔ عہد بنی امیہ، و بنی عباس، مین تصنیف ہوئی ہین کہ جو دراصل بہ قایمقامی حضرت عمرؓ کے اپنے اپنے عہد مین سلطنتون پر متمکن ہوئے۔ اور حضرت عُمرؓ ہی اول وہ شخص تھے کہ جو خلاف مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے (کہ پیغمبرؐ اپنی زندگی مین تمام عرب کے بادشاہ قرار پاگئے تھے اور تمام جہان کی بادشاہت کے حق کا دعوے کرتے تھے اور اونھون نے اپنے قول و عمل سے حق جانشینی اپنا بتا اور جتا دیا تھا) بانی اور بادی اس امر کے ہوئے کہ سلطنت پیغمبری دوسرے خاندانون مین منتقل ہوتی رہے اور اسی اُصول حضرت عمرؓ سے بنی امیہ اور بنی عباس کے ہاتھون مین پہونچی تھی اور اسی اعتبار سے بنی امیہ اور بنی عباس جانشین حضرت عمرؓ کے تھے۔ اونکے عہد مین جو تصانیف ہوئین اُن تصنیفونکی نسبت جس شان سے کہ وہ ہوسکتی تھین جب کوئی محقق باتفاق رائے ذی علم مصنف کے نظر ڈالے گا، ضرور پکار اوٹھے گا کہ ایسے عہد کے مؤرخ سوائے عظمت و جلال شاہی حضرت عمرؓ کے اونکے عیوب اور اونکی غلط رایون اور اونکی خطاؤن کے لکھنے مین اونکا قلم ایک ڈوبہ سیاہی کا لیکر ایک نقطہ بھی نہین لگا سکتا تھا۔

نقص اول کا اثر الفاروق کے حق مین

اون قدیم تاریخون عہد بنی امیہ و بنی عباس (جنہون نے اصول قرار دادہ حضرت عمرؓ کے موافق سلطنت پر قدم رکھا) ذی علم مصنف کی اس تصنیف کا ماخذ یہی تصانیف ہین اور اس تصنیف کا مدار خبر دیتا ہے کہ یہ تصنیف بھی اُس عیب کی گرہ سے بچ نہین سکتی کہ جس عیب کی گرہ کو قدیم تاریخون مین ذی علم مصنف نے کھولا ہے۔

ذی علم مصنف نے وجہ اول نقص کی جو بیان کی ہے اوس سے تو نقص تصنیف کا لازم آیا ہے لیکن وجہ دوم نقص کی (واقعات مین سبب اور مسبب کے سلسلہ کی عدم تلاش) ذی علم مصنف نے جو بیان کی ہے وہ ناقابلیت مصنفین کو لازم کرتی ہے۔

وجہ نقص دوم اور اوسکا اثر الفاروق کے حق مین

وہ کہتے ہین کہ "واقعات مین سلسلہ اسباب پر توجہ نہ کرنے کا بڑا سبب یہ ہوا کہ فن تاریخ ہمیشہ اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا جو فلسفہ اور عقلیات سے آشنا نہ تھے۔ اس لئے فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر نہین پڑ سکتی تھی"۔ (صفحہ ۱۲۔ الفاروق)

جب تصانیف کے نقص کی وہ حالت ہو، اور اونکے مصنفین کی ناقابلیت کی یہ حالت، تو ایسے مصنفون کی تصنیف پر (کہ جن تصانیف مین نہ اوس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب، کی معلومات کا سرمایہ مہیا ہو، اور نہ اُس کے مصنفین فلسفہ، اور عقلیات سے آشنا، اور نہ فلسفہ تاریخی کے اصول و نتائج پر اونکی نظر پڑ سکتی تھی) اگر کوئی مصنف (جو کسی عہد کے حالات لکھنے مین اُس عہد کے تمدن، معاشرت، اخلاق، عادات، مذہب،

کی معلومات کے سرمایہ کا خواستگار بھی ہو - اور جو فلسفہ تاریخی کے اصول و نتایج پر نظر رکھنے کا دعویدار بھی ہو) اپنی تصنیف کا ماخذ قرار دے، تو اوسکو خود سوچنا چاہیئے کہ اوسکی تصنیف کی کیا حالت ہوگی؟ اور کسطرح وہ منزلِ مقصود تک کامیابی سے پہونچنے پر قادر ہو سکتا ہے - ؟

روایت و درایت

ذی علم مصنف نے اسی تقریر کے سلسلہ مین یہ بھی قبول کیا ہے کہ " احادیث و سیر مین روایت کا پلّہ ہمیشہ درایت سے بھاری رہا - اور درایت سے جسقدر کام لیا گیا نہ لیے جانے کی برابر تھا - "

ناقابلیتِ مورخین

مصنف سبب اوسکا یہ بیان کرتے ہین کہ " تاریخ مین جو واقعات مذکور ہوتے ہین اونکو مختلف فنون سے رابطہ ہوتا ہے - مثلاً لڑائی کے واقعات مین فن حرب سے، انتظامی امور قانون سے، اخلاقی تذکرے علم الاخلاق سے، تعلق رکھتے ہین - مورخ اگر ان تمام علوم کا ماہر ہو تو واقعات کو علمی حیثیت سے دیکھ سکتا ہے - انتظامی امور کے ذکر مین قانونی حیثیت کا اسوجہ سے پتہ نہین لگتا کہ مورخین خود قانون دان نہ تھے - اگر خوش قسمتی سے تاریخ کا فن اُن لوگون کے ہاتھ مین رہا ہوتا جو تاریخ کے ساتھ فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق سے بھی آشنا ہوتے تو آج یہ فن کہان سے کہان تک پہونچا ہوتا - "

افسوسناک حیرت ہے کہ ایسے ناقص مواد سے کہ جس کے سبب سے نہ روایت قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے نہ درایت، ذی علم مصنف نے اپنی جدید تصنیف مین کیونکر استناد کیا ہے ؟

ذی علم مصنف جیسے لایق مورخ اور اہلِ تصانیف چاہتے ہین زمانہ

ویسے مورخ اور مصنف پیدا نہین کر سکتا تھا۔ ذی علم مصنف نے ویسے لایق مورخ اور اہلِ تصانیف کے پیدا ہونے کی وجہ پر غور نہین کیا یا عمداً اوسکی علت ظاہر کرنے سے گریز کی ہے۔

وہ علت یہ ہی کہ بعد پیغمبرؑ خلافت مسلمانون کی اُن لوگون کے ہاتھ مین رہی کہ خود وہ اُس قسم کے علوم سے آگاہ نہین تھے۔ اور اسی وجہ سے جن لوگون نے کہ اونکا اتباع کیا اونمین ایسے لوگونکا کسی وقت بھی پیدا ہونا غیر ممکن تھا کہ جس قسم کی تلاش ذی علم مصنف کر رہے ہین۔ اگر خلافت مسلمانون کی علماے کامل اور

وجہ اصلی ناقابلیتی مورخین

ربّانی فلاسفرون کے (جنسے مراد حضرت علی مرتضیٰؑ اور دیگر ایمہ اہلبیتؑ ہے) ہاتھ مین رہتی، اور زمانہ اون سے تعلیم و تربیت پاتا اور بذریعہ خلافت کے شیوع اور رواج اُن علوم و فنون کا ہوتا، تو عموماً ویسے ہی مورخ اور اہلِ تصانیف پیدا ہوتے جیسے کہ ذی علم مصنف چاہتے ہین۔ اور اُس حالت مین ذی علم مصنف کو گنجایش ایسی تصنیف کی بھی باقی نہ رہتی۔ جبکہ کئی سو برس کے بعد تاریکی کی حالت مین اونھون نے قصد کیا ہے اور افسوس ہے کہ ظلمت مین بغیر اس کے کہ شمع روشن اونکے ہاتھ مین ہو راہ چلے ہین۔ اور کچھ شبہ نہین ہی کہ ایسے مورخ اور اہلِ تصانیف کے عموماً پیدا نہ ہونے سے کہ جو فن جنگ، اصول قانون، اصول سیاست، علم الاخلاق سے آشنا ہوتے مذہب اسلام کو بہت نقصان پہونچا۔ شروع سے ایسے فلاسفر ربّانی کو جسکا دل و دماغ قدرت نے علم و حکمت کے لئے وضع کیا تھا خلافت پیغمبری کے لئے قبول نرکھنا، اور ایسون کو خلیفہ منتخب کرنا جو تمام اوصاف خود نہ رکھتے تھے، اور اُن اوصاف کے اُس فلاسفر ربّانی مین قایل تھے، درختِ اسلام کی بنیاد پر اپنے ہاتھ سے تیشہ مارنا ہی! اور در اصل یہی امر باعث تنزل مسلمانونکا

ہوا ہے۔

بحث اعتبار صحت و عدم صحت روایات و جانچ کے طریقے

ذی علم مصنف اس امر کے قبول کرنے کے بعد کہ قدیم تاریخون مین تمام واقعات ضروری کور نہین ہوئے اور جبقدر ہوتے ہین اونمین اسباب و علل کا سلسلہ نہین ملتا" یہ امر بھی بحث طلب قرار دیتے ہین کہ "جو واقعات مذکور ہین خود اونکی صحت پر کہانتک اعتبار ہوسکتا ہے" اور اسکی نسبت یہ ظاہر کرتے ہین کہ " واقعات کی جانچ کے صرف دو طریقے ہین روایت و درایت" اوسپر ایک راے لکھی ہے۔

یہ سچ ہے کہ " مسلمانون نے روایت کے فن کو ایک مستقل فن بنا دیا اور ہر قسم کی روایتون مین سند متصل کی جستجو کی۔ لیکن ایسی روایتین بھی کہ جنمین سلسلہ سند متصل کا پایا گیا ہزارون احادیث اور روایتین اُن کتابون مین وضعی اور مصنوعی پائی گئی ہین۔ (جنکی نسبت بآسانی کہا جا سکتا ہی کہ وہ اصلی ماخذ تصنیف ذی علم مصنف کا ہے) اور جن کے راویون کو کسی متلاشی نے ثقہ اور کسی نے غیر ثقہ کہا۔ ایسی حالت مین معیار صحت اور غیر صحت ہر ایک واقعہ کا ہر کسی مصنف کا اختیاری ہوگا کہ جس واقعہ کو چاہے قبول کرلے اور جس واقعہ کو چاہے غیر معتمد سمجھ لے۔

درایت و روایت کی حقیقت

درایت کے متعلق خود ذی علم مصنف یہ انصاف کرتے ہین کہ " اس فن کو جسقدر ترقی ہونی چاہیئے تھی نہین ہوئی اور تاریخ مین تو اس سے بالکل کام نہین لیا گیا۔" جب واقعات کی تنقید کے لئے جو روایات مین بیان ہوئے ہین درایت سے کام نہین لیا گیا اور بہ قول ابن خلدون، کے جیسا کہ ذی علم

[illegible] واقعہ کی [illegible] کے پہلے راویون کی

جرح والتعدیل سے بحث نہین کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہی یا نہین، اور امکان سے امکان عقلی مراد نہین بلکہ اصول عادت، اور قواعد تمدن کی رو سے ممکن ہونا مراد ہے۔" اگر کوئی واقعہ غیر صحیح ایسا بیان کیا جائے کہ جو اصول قواعد اور تمدن کی رو سے ناممکن نہو تو اوسکی صحت کا مدار ضرور راوی کی حالت پر ہوگا، جیساکہ ابن خلدون' نے راوی کی جرح والتعدیل کی طرف اشارہ کیا ہی۔ تو ایسی حالت مین صحت کسی واقعہ کی تسلیم ہونا نہایت دشوار ہوگا۔

بعد وفات پیغمبرؐ کے مسلمانون مین زمانہ نے تفرقہ اور اختلاف، جو آجتک قایم اور برقرار ہی۔ ایسا ڈالدیا ہی کہ کسی نہ کسی راوی کا کسی وجہ سے کسی کی طرفداری سے، کہ جو تابع خلافت کا رہا ہو، پاک ہونا اور رنگ آمیزی سے بری ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ صحت واقعہ کی قابل اطمینان کے اوسی حالت مین قبول کیجا سکتی ہے کہ جب مخالف اوسکا کہ جس کے فضل کا استنباط اوس واقعہ سے کیا جاے گواہی دے۔ " والفضل ماشہدت بہ الاعدا"

الفاروق کو نقائص قدیمہ سے بچانے کے لیے دیگر کتب متاخرین سے تلافی

ذی علم مصنف قدیم تاریخون کے نقص کو اپنی اس تصنیف مین پورا کرنے کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہین کہ۔ " اگرچہ جو کتابین حضرت عمر کے حالات مین مستقل حیثیت سے لکھی گئین اون مین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے۔ لیکن اور قسم کی تصنیفون سے ایک حد تک اوسکی تلافی ہوسکتی ہے۔ مثلاً حضرت عمر کے طریق حکومت، اور آئین انتظام کے

معلوم ہوتا ہے، اونکی اولیات کی تفصیل ہے، اونکے خطبے منقول ہین، اونکا شاعرانہ مذاق معلوم ہوتا ہے، اونکے حکیمانہ مقولے نقل کئے ہین۔ اونکے اخلاق و عادات کو تفصیل سے لکھا ہے، اونکی فقہ، اور اجتہاد، پر مجتہدانہ طریقے بحث کی ہے۔"

یہ امور جن چند کتابون سے معلوم ہو سکتے ہین۔ ذی علم مصنف نے اُن چند کتابون کے نام لئے ہین۔ لیکن "ریاض النظرہ للمحب الطبری" کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہے کہ۔" حضرت عمر کے حالات تفصیل سے ملتے ہین اور شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفا" مین اسی کتاب کو اپنا ماخذ قرار دیا ہے لیکن اس مین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایتین مذکور ہین اس لئے مین نے دانستہ اوس سے احتراز کیا۔"

جب یہ امر قبول کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے حالات مین جو مستقل حیثیت سے کتابین لکھی گئین اور اونمین ہر قسم کے ضروری واقعات نہین ملتے" اور وہ کتابین قدیم تصنیفات سے بھی نہین ہین تو دیگر کتابون تصنیفات متاخرین سے اُس تلافی پر جس سے حضرت عمر کے حالات کو ذی علم مصنف پورا کرنا چاہتے ہین کیسے طمانیت ہو سکتی ہے ؟ خصوص جبکہ اون کتابون مین سے بعض کتابون کی نسبت قبول کیا جاتا ہے کہ" اونمین نہایت کثرت سے موضوع اور ضعیف روایات مذکور ہین" اور جس سے خود ذی علم مصنف نے دانستہ احتراز کیا ہے۔

جن حالات حضرت عمر کی نسبت (مثل طریقۂ حکومت، اور آئین انتظام، اور صیغۂ قضا، اور اونکی اولیات، خطبے، مذاق شاعرانہ، حکیمانہ مقولے اور اونکے اخلاق و عادات کی) ذی علم مصنف تلافی کرنا چاہتے ہین وہ

واقعات سے تعلق رکھتے ہین۔ اور اون واقعات کا بیان صرف راویون پر منحصر ہے۔ اور جسقدر کہ امور راویون نے بہ حیثیت واقعہ کے بیان کئے ہین۔ اوس مین اس بات کا نشان غیر ممکن ہی کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا اور کہا وہ اونکی ذاتی عقل کا نتیجہ تھا یا کسی دوسری جگہ سے اوسکا علم اونھون نے حاصل کیا تھا۔ اور جب تک اُس نشان کا سراغ نہ چلے اوسوقت تک یہ بات کیونکر طے ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر کی ذاتی فضیلت کا درجہ کہانتک ہے

واقعات کی تنقید چند اصُول درایت سے

ذی علم مصنف نے اس قسم کی مشکلات پر نظر کرکے اور درایت، کے بعض اصول کو بیان کرکے اون مشکلات سے اپنے آپ کو بچانا چاہا ہی جس سے منشا اونکا یہ ہے کہ واقعات کی تحقیق وتنقید درایت، کے اصول سے ہوسکتی ہی۔ اور لوگون کو گمان ہو کہ ذی علم مصنف نے اونہین اصُول کے بموجب واقعات کی تحقیق وتنقید کرلی ہے۔ لیکن جو اصول کہ مصنف نے ظاہر کئے ہین اوس سے تحقیق وتنقید واقعات حضرت عمر کی نہین ہوسکتی اور نہ وہ نتیجہ اوسپر مترتب ہوسکتا ہی جو ذی علم مصنف نے مرتب کرنا چاہا ہی۔

پہلا اصول درایت اور اوسپر بحث

پہلا اصول وہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "واقعہ مذکورہ اصولِ عادت کی رُو سے ممکن ہی یا نہین؟" معلوم نہین ہوتا کہ اسمین اصول عادت سے شخصی عادت مراد ہے' یا عام عادت انسانی۔ اگر عادت شخصی مراد ہے تو جب تک کہ کسی شخص کی کوئی عادت تحقیق نہ ہوجاے تب تک اوسکی عادت کا کوئی اصل مقرر نہین ہوسکتا۔ اور اصول عادت۔ کی تحقیق کے لئے وہی دشواری پیش آئے گی کہ جو کسی واقعہ کی تحقیق وتنقید مین پیش آتی ہے۔

اور اگر عادت سے مراد عادتِ انسانی ہی تو گو بعض امور مین فطرتاً بشر مساوی عادت رکھتا ہے جسمین ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین ہوتی۔ لیکن جن امور مین کہ فضیلت ہوسکتی ہے اونمین قانون قدرت قلب اور دماغ جُدا گانہ ' اور متفاوت درجہ کے وضع کرتا ہے اور کبھی کبھی کسی شخص مین ایسی قوت امور خیر اور اصلاح انسانون کی ودیعت کرتا ہی کہ جو اوس کے ہمعصر انسانون مین بلکہ زمانہ آیندہ مین بھی اُس قوت کا دوسرا پیدا نہین ہوتا اور ایسے شخص سے ایسے امور سرزد ہوتے ہین جنکو مافوق طاقت بشری کہا جاتا ہی۔ کبھی انسانون مین ایسے شخص بھی پیدا ہوتے ہین کہ خلاف امور خیر کے شرارت آمیز وطیرہ اونکا عادتاً ہوجاتا ہے۔ جس سے امور خیر کے پھیلانے والون کو سخت اذیت پہونچتی ہی اور وہ اونکے شر سے بچنے کے لئے خدا سے پناہ مانگتے ہین۔

ایسی حالت مین کسی شخص خاص کی نسبت عام عادت انسانی سے کسی واقعہ کا انطباق فضیلت کے لئے کچھ مفید نہین ہوسکتا۔ شخص خاص کی عادت کا امتیاز اوسی حالت مین ہوسکتا ہی کہ جسقدر امور اوس سے سرزد ہون وہ کبھی اوس کے مخالف نہون جو اوس سے اوسی قسم کے امور مین قولاً اور فعلاً ہمیشہ سرزد ہوتے رہے ہون۔ لیکن جس شخص نے مختلف حالتون مین زندگی بسر کی ہو۔ مثلاً کبھی کفر و شرک مین۔ کبھی اسلام مین' اوسکی نسبت کسی ایک عادت کا اطلاق نہین ہوسکے گا۔ اوسمین دونون زمانون کی عادتین موجود ہونگی اور اوسکی فضیلت کسی عام عادتِ بشری سے نکالی نہین جاسکے گی۔

دوسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

دوسرا اصول یہ ظاہر کیا ہی کہ " اوس زمانہ مین لوگون کا میلان عام واقعہ کے مخالف تھا یا

موافق ؟ ۔"

جس طرز سے جب کوئی شخص خلیفہ یا بادشاہ مقرر ہوجائے اور اوسی طرز پر اوس کے جانشین خلیفہ اور بادشاہ مقرر ہوتے چلے جائین۔ تو کوئی واقعہ جو بعد زمانہ دراز کے خلیفہ یا بادشاہ کی نسبت، اوس کے جانشینون کے عہد مین بیان کیا جائے تو ظاہر ہی کہ سطوت خلافت و بادشاہت کی وجہ سے عام مسلمان اس واقعہ کی نسبت کہ جس سے کوئی فضیلت پیدا ہوتی ہو موافق ہوگا۔ گو دلون مین کچھہ لوگ اُس واقعہ کے مخالف بھی ہون۔ چنانچہ خود ذی علم مصنف نی (صفحہ ۱۱ مین) قبول کیا ہی کہ "فرمانروائے دولت کی عظمت واقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی ہین اور لازمی اثر ہے کہ تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت و جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آئے" اور صفحہ ۱۷ مین بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "جسقدر تعصب آتا گیا اوسی قدر روایتین خود بخود تعصب کے سانچے مین ڈہلتی گیئن ہین" خصوص جب تاریخی واقعات سے یہ امر بھی مسلم ہو کہ اونہین مسلمانون مین سے ایک گروہ مخالف اور مختلف رائے رکھنے والا ہر زمانہ مین موجود رہا ہے، تو مسلمان عام کسی واقعہ کے متعلق موافق یا مخالف لوگونکا کس بنا پر قبول کیا جائے گا۔ ؟

تیسرا اصول درایت اور اوس کی حقیقت

تیسرا اصول ذی علم مصنف یہ بیان کرتے ہین کہ "واقعہ اگر کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اوسی نسبت سے ثبوت کی شہادت قوی ہے یا نہین ؟"

یہ اصول نہایت تعجب انگیز ہی کہ جب واقعہ غیر معمولی ہے تو ثبوت کی شہادت کی قوت اور غیر قوت کیونکر دیکھی جاسکے گی۔

علامہ ابن خلدون کی رائے بھی ذی علم مصنف نے صفحہ ۱۴ مین یہ نقل کی ہے کہ۔

"واقعہ کی تحقیق کے لئے پہلے راویون کی جرح اور تعدیل سے بحث نہین کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ فی نفسہ ممکن بھی ہی یا نہین - اگر واقعہ کا ہونا ممکن ہے تو راوی کا عادل ہونا بیکار ہے"

اس رائے کے بموجب جبکہ کوئی واقعہ غیر معمولی قرار پا جاے تو پھر شہادت کا دیکھنا بیکار ہے کہ وہ قوی ہے یا نہین ؟

چوتھا اصول درایت

چوتھا اصول یہ قرار دیتے ہین کہ "اس امر کی تفتیش کہ راوی جس چیز کو واقعہ ظاہر کرتا ہے اوسمین اوس کے قیاس اور راے کا کسقدر حصّہ شامل ہے" تفتیش اس امر کی کہ روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسقدر حصّہ شامل ہے ؟ " ایک امر عظیم ہے -

روایت مین جس چیز کو واقعہ ظاہر کیا گیا ہے - پہلے تو یہ امر دیکھا جائیگا کہ اسکا محل اور موقع کیا تھا ؟ اور پھر دیکھا جاے گا کہ اس روایت مین ایسی نوعیت ہے یا نہین جس سے طرز قیاس راوی کا متبادر ہوتا ہو ؟ ان امور کی نسبت بھی ہر شخص کی راے مین اختلاف ہو سکتا ہے - اور پھر اس امر مین ضرور اختلاف ہو گا کہ اس روایت مین راوی کے قیاس اور راے کا کسیقدر حصہ شامل ہے، یا نہین ؟

پانچوان اصول درایت

پانچوان امر اصول کا یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ " راوی نے واقعہ کو جس صورت مین ظاہر کیا وہ واقعہ کی پوری تصویر ہے یا اس امر کا احتمال ہی کہ راوی اوس کے ہر پہلو پر نظر نہین ڈال سکا اور واقعہ کی تمام خصوصیتین نظر مین نہ آسکین ؟ "

اس اصل کے قرار دینے مین یہ چاہا جاتا ہی کہ راوی عالم، مجتہد، اور ادیب، ہو بلکہ مصور بھی ہو تو بہتر ہے - ایسے راوی عموماً نہین مل سکین گے اور اگر

اور اگر ملین گے تو نہایت خاص جو ہر زمانہ مین ایک دوسرے سے زیادہ نہونگے
اور یہ ضرور نہین ہوگا کہ ہر واقعہ کے وقت وہ خاص الخاص موجود ہو۔
حقیقت مین راوی کا صرف کام یہ ہے کہ وہ سچا واقعہ سادے طور پر بیان
کرے اور اگر راوی ایسا ہو کہ ہر پہلو پر واقعہ کے نظر ڈالنے والا ہے تو ضرور ہے
کہ روایت مین راوی کا منشا ریا قیاس شامل ہوگا۔ جسکے دُور کرنے کے لئے
ذی علم مصنف نے اصل چارم قرار دی ہے۔
تعجب ہے کہ اصل چارم کے بموجب روایت۔ قیاس۔ اور رائے شامل
ہونے کے سبب سے خراب سمجھی جائے۔ اور اصل پنجم کے بموجب راوی کے
منشا اور رائے کے شامل نہونے سے روایت ناقص رہے۔!

چھٹے اصول روایت کی حقیقت

چھٹا امر یہ قرار دیا ہے کہ "اسباب کا اندازہ کہ
زمانہ کے امتداد اور مختلف راویون کے طریقہ
ادائے روایت مین کیا کیا اور کس کس قسم کے تغیرات
پیدا کردئے ہین۔"
جیسے کہ امور بالا مین تنقید اور تحقیق روایت کی تحقیق اور تنقید کرنے والے
کی رائے اور قیاس اور اوس کے اجتہاد پر محدود ہے ویسے ہی اس امر ششم مین
بھی اندازہ کرنے والے کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہوگا۔ اور جب ان تمام
امور مین جو اصولاً ظاہر کئے گئے ہین تحقیق اور تنقید کرنے والے کی رائے پر محدود
رکھا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ جیسی طبائع انسانون کی مختلف ہین ویسے ہی تحقیق اور
تنقید کرنے والون کے اندازہ کرنے مین اختلاف اور غلطی ہوگی۔
ذی علم مصنف نے کوئی ایسا اصول نہ بتایا کہ جس سے کسی تحقیق اور تنقید اور
اندازہ کرنے والے کی رائے صحیح بلا خطا قبول کیجا سکے۔

عدم انکار اصول منظرہ کی حقیقت

ذی علم مصنف اپنے اصول منظرہ کی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ "وہ ان اصول کی صحت سے کوئی انکار نہین کر سکتا" افسوس ہے کہ مصنف نے عدم انکار کو بہت وسعت دی اور وہ بھول گئے کہ یہ زمانہ تدوین فلسفہ (علم حکمت) اور اوس کے عالمون کا ہے۔ اس زمانہ مین تو یہ کہنا روا ہو سکتا ہی کہ کسی اصول کا قرار دینا مشکل ہی اور اپنے اصول منظرہ کی نسبت اس بات کا قائل ہونا چاہیئے تھا کہ اونکے ہم شربون مین سے کوئی شخص اون سے انکار نہین کر سکتا۔

یہ رائے کہ "ان اصولون کے ذریعہ سے بہت سے مخفی راز معلوم ہو سکتے ہین" تب ہی صحیح ہو سکتی ہی کہ جب یہ کہا جاے کہ ہر شخص اپنی رائے اور قیاس کے موافق کچھہ راز کھول سکتا ہی۔

ذی علم مصنف راز کے معلوم ہونے کی یہ مثال دیتے ہین کہ "تاریخون متداول مین غیر قومون کی نسبت حضرت عمر کے سخت احکام مرقوم ہین۔ لیکن یہ اوس زمانہ کی تصنیف ہین جب اسلامی گروہ مین تعصب کا مذاق پیدا ہو گیا تھا اور قدیم زمانہ کی تصنیفات مین اس قسم کے واقعات بالکل نہین یا بہت کم ہین" اوسکی نسبت ذی علم مصنف نے یہ خیال کیا ہے کہ "جسقدر تعصب آتا گیا اوسیقدر روایتین خود بخود تصنیف کے سانچے مین ڈہلتی گئی ہین" لیکن بمقابلہ قیاس مصنف کے دوسری راے صاف و صریح یہ ہو سکتی ہے کہ تاریخون متداول مین جو ایسے واقعات مذکور ہین جو قدیم تصانیف مین بالکل نہین ہین وہ واقعات قطعی وضعی اور مصنوعی ہین اور جہان کم کو زیادہ کیا ہے وہ صنعت آمیز ہے جس سے صنّاعون اور صنعت کا رونکی قلعی کہلتی ہے اور

غیر قومون کی نسبت سختی احکام اور اوسکی وجوہ

یہ بھی راے ہو سکتی ہی کہ قدیم مصنفون نے جنھون نے واقعات حضرت عمرؓ کے
بالکل نہین لکھے یا کم لکھے اونھون نے حضرت عمرؓ پر جو الزام عائد ہو سکتا تھا
اوس کو طرفداری سے بذریعہ اپنی کارستانی کے چھپایا۔ مگر ذی علم مصنف نے
جب اصول مطہرہ ایسے لکھے ہین کہ جس سے ہر تحقیق اور تنقید کرنے والون کا
امر اختیاری ہے تو جو راے کہ ذی علم مصنف نے اس موقع پر دی وہ اونکی
اختیاری ہے۔

ذی علم مصنف نے اپنی مثال کا ایک جز یہ بیان کیا ہے کہ "تمام

عیسائیونکو ممانعت ناقوس

تاریخون مین مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا
تھا کہ عیسائی کسی وقت اور کبھی ناقوس نہ بجانے
پائین لیکن قدیم کتابون کی روایت مین یہ قید ہے کہ جسوقت مسلمان نماز پڑھتے
ہون اوسوقت عیسائی ناقوس نہ بجائین"

قدیم روایت مین جو قید لگائی گئی ہی اوس قید سے کوئی فرق نتیجۂ حکم مین
پیدا نہین ہوتا۔ مسلمانون کے ہان نماز کے وقت معین ہین اور وقت نماز ایک
حد معیّن تک کہ جسمین ابتدا اور انتہا زمانہ شامل ہی قرار دیا گیا ہے اور عیسائیون
کے ہان بھی عبادت کے وقت ناقوس بجانے کے لئے اوقات خاص معیّن تھے
مثلاً صبح و شام، اور غیر اپنے اوقات معیّنہ کے وہ ناقوس نہین بجاتے تھے۔
اور وقت نماز صبح و شام، مسلمانون کے واسطے بھی معیّن تھا۔ تو صبح و شام عیسائی
ناقوس نہین بجا سکتے تھے اور غیر وقت نماز مسلمانون مین عیسائیون کو ناقوس
بجانے کا وقت نہین رہتا تھا کہ وہ وقت اونکی عبادت کا نہین ہوتا تھا
جیسے کہ مسلمان غیر وقت نماز نہین پڑھ سکتے ہین۔

حضرت عمرؓ کو چاہئے تھا کہ وقت نماز مسلمانون کے بھی عیسائیون کو ناقوس کی

ممانعت نہ کرتے کہ جو اونکے یہان داخل عبادت ہی اور جس سے عیسائیون اور مسلمانون کا یہ معمول ہوتا کہ عیسائی اپنے معبد گاہون مین اپنے خدا کی اور مسلمان اپنی مسجدون مین اپنے خدا کی پرستش کرتے۔ اور "لکم دینکم ولی دین" پر ٹھیک عمل ہوتا۔

وجہ ممانعت ناقوس

حضرت عمر نے جو یہ حکم دیا کہ مسلمانون کی نماز کے وقت عیسائی ناقوس نہ بجائین" اوسکی وجہ بھی ذی علم مصنف کو بتانی تھی تاکہ حضرت عمر پر جو الزام کسی قسم کا عائد ہوتا ہے وہ دور ہو یا اوس مین خفت آجائے۔

ہم جہانتک غور کرتے ہین غالبًا وہ حکم اس بنا پر تھا کہ ناقوس کی آواز سے حضرت عمر کی توجہ مین وقت نماز فرق آتا تھا۔ لیکن اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نماز محویت کے ساتھ نہوتی تھی جو باہر کی ہر قسم کی آواز سے توجہ نماز مین فرق پڑتا تھا۔

عیسائی بچون کو اصطباغ کی مناہی

دوسرا جزئیہ مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ۔" ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہی کہ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ قبیلہ تغلب کے عیسائی اپنے بچون کو اصطباغ نہ دینے پائین۔ لیکن یہی روایت تاریخ طبری مین ان الفاظ سے مذکور ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہون اونکے بچون کو زبردستی اصطباغ نہ دیا جائے"

طبری نے جس کو مصنف قدما مین شامل کرتے ہین سنہ ۳۱۰ھ مین وفات پائی ہے اور ابن اثیر پانچوین صدی مین تھا۔ اگر یہی روایت دونون تاریخون مین ایک ہی سلسلہ راویون سے ہے تو راویون کی قدح کسی درجہ مین خودبخود پیدا

صحیح قبول کیا جاے اور ابن اثیر کی روایت کو غیر صحیح ٹھیرا جاے کہ جس کی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہین اور بحوالہ ابن خلکان اوس کو خیار التواریخ قبول کر چکے ہین (صفحہ ۹ کتاب ہذا)

یہ ممکن ہے کہ طبری نے الزام سختی حکم سے حضرت عمرؓ کو بچانے کے لئے کوشش کی اور ابن اثیر نے اصلی حکم لکھدیا۔ اور اگر دونون روایتون کو صحیح مانا جاے تو اختلاف اوسکا یون رفع ہوسکتا ہے کہ اول حضرت عمر نے وہی حکم دیا جو طبری مین مرقوم ہے اور جب اونکی تعمیل کے وقت کوئی نزاع یا بحث پیش آئی ہو تو اونھون نے قطعی یہ حکم دیدیا تاکہ عیسائی اپنے بچون کو اصطباغ نہ دے سکین۔ جیسا کہ ابن اثیر وغیرہ مین ہے۔

عیسائیون کو خاص لباس کا حکم

ذی علم مصنف ایک مثال یہ دیتے ہین کہ "بہت سی تاریخون مین یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر نے تحقیر اور تذلیل کے لئے عیسائیون کو ایک خاص لباس پہننے کے لئے مجبور کیا تھا لیکن زیادہ تدقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت عمر نے عیسائیون کو ایک خاص لباس اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی تحقیر کا خیال راوی کا قیاس ہے"۔

تحقیر کا خیال راوی کا قیاس اوسوقت سمجھا جا سکتا ہے جب روایت مین کوئی دوسرا منشا حضرت عمر کا عیسائیون کے لئے لباس خاص کا موجود ہو یا استنباط ہوسکتا ہو۔ ذی علم مصنف اس بحث کو آیندہ لکھنے والے ہین اوسی مقام پر ہم بھی دیکھینگے کہ کیا زیادہ تدقیق کی گئی ہے۔

اجمالی راے بابت کمی سختی و درشتی حضرت عمر

ذی علم مصنف نرم کرتے ہین - یہ قیاس مصنف کا خلاف عادت حضرت عمر کے ہے -

ذی علم مصنف (صفحہ ۲۰) مین قبول کرتے ہین کہ " حضرت عمر کی سخت مزاجی اور سخت گیری کی نسبت سیکڑون روایتین مذکور ہین اور بے شبہ اور صحابہ کی نسبت یہ اوصاف اونمین زیادہ تھے" ایسی حالت مین سخت مزاجی اور سخت گیری حضرت عمر کا وصف کم کرنا ذی علم مصنف کا مقبول نہین ہوسکتا - اور نہ اونکا قیاس قبول کیا جا سکتا ہی کہ جو اونھون نے خلاف عادت وصفی حضرت عمر کے اون روایتون کو نامنظور کیا ہی جنمین سخت گیری حضرت عمر کی منقول ہوئی ہے -

ہم اس کہنے سے باز نہین رہ سکتے کہ ذی علم مصنف قدیم مورخون کی نسبت یہ نکتہ چینی کرچکے ہین کہ شاہی عظمت و وقار کے خلاف وہ کچھہ نہین لکھ سکتے تھے اور سیرۃ النعمان مین بھی ذی علم مصنف نے اوسی قسم کا الزام خود اپنے امام اور مجتہد حضرت ابوحنیفہ صاحب پر بہت فخر سے لگایا ہی کہ اونکا مذہب اصول سلطنت سے بہت مناسبت رکھتا ہے " لیکن اس موقع پر اس اپنی نکتہ چینی کا ذی علم مصنف نے جو نشتر قدیم مورخون پر کی ہے خود اپنے آپ کو مورد بنایا ہے باوصف اس کے کہ ہیبت و دبدبہ کا دکھانا حضرت عمر کا الفاروق کی جان ہی جسکا بارہا دعوے کیا گیا ہے - ذی علم مصنف نے وہ پالیسی اختیار کی جو قدیم مورخون نے شاہی عظمت و وقار کے خلاف کچھہ نہ لکھہ سکنے کی اختیار کی تھی - حضرت عمر کی سخت مزاجی و سخت گیری کو جو عیسائیون کی نسبت ظاہر ہوئی ہی - ہندوستان مین گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت کے لحاظ سے نرمی سے دکھانا پسند کیا ہی اور اس اندیشہ سے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے خیالات حضرت عمر کی طرف اچھے ہو جائین عیسائیون پر

اونکی درشتی مزاج اور سخت گیری دکھانے سے مجتنب ہوئے ہین جس گورنمنٹ برطانیہ سے ذی علم مصنف خطاب شمس العلما پاچکے ہین۔ اس موقع پر ذی علم مصنف کی اس پالیسی کو مسلمان خوشامد کے سوا کچھ اور نہین سمجہ سکتے اور گورنمنٹ بھی ایسا ہی سمجھے تو عجب نہین۔

ذی علم مصنف ایک مثال اُن روایتون کی جنکی نسبت ظاہر کرتے ہین "کہ تاریخی ہونے کے ساتھ مذہبی حیثیت بھی رکھتی ہین"۔

تاریخی روایات قضیہ فدک قرطاس سقیفہ مین اقبال کمی الفاظ کا

یون پیش کرتے ہین کہ "انمین جسقدر تنقید ہوتی گئی اوسی قدر مشتبہ باتین کم ہوتی گئین فدک، قرطاس، سقیفہ بنی ساعدہ، کے واقعات ابن عساکر، ابن سعد، بیہقی، مسلم، اور بخاری، سب نے نقل کئے ہین لیکن جسقدر اِن بزرگون کے اصول اور شدّت احتیاط مین فرق مراتب ہے اوسی نسبت سے روایتون مین مشتبہ اور نزاع انگیز الفاظ کم ہوتے گئے ہین یہانتک کہ خود مسلم اور بخاری مین فرق مراتب کا یہ اثر موجود ہے۔ چنانچہ اسکا بیان ایک مناسب موقع پر تفصیل سے آے گا۔"

مسلمانون مین جسقدر روایتین مذکور ہین جنکا تعلق خواہ مخواہ کسی واقعہ سے ہوگا اون سب کی شان مذہبی حیثیت کی ہوگی۔ اس لئے کہ مذہب اسلام مین دین اور دنیا دو چیزین جُدا جُدا نہین ہین۔

جن امور کو لوگ بظاہر دنیاوی سمجھتے ہین وہ بھی درحقیقت دین ہی۔ مذہب اسلام اصول تمدن، انتظام تمدن، سیاست مدن، سب کو شامل ہے۔

فدک، قرطاس، سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کی نسبت جہان تفصیل سے لکھین گے وہان ہم بھی اوس کو دیکھین گے۔ مگر اس موقع پر یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ان

واقعات کے متعلق ان واقعات کے جمع کرنیوالے نزاع انگیز الفاظ کم کرتے گئے اور اونکی طرفداری نے جس کو ذی علم مصنف احتیاط اونکی قرار دیتے ہین روایتون کو مشتبہ سمجھ لیا۔

اس موقع پر ذی علم مصنف جسقدر کسی نے تحریف کی ہی اوس کو سراہتے ہین اور دوسرے موقعہ پر (صفحہ ۹ مین) متاخرین مورخین کی نسبت الزام لگاتے ہین کہ "متاخرین نے قدما کی کتابون کا جو اختصار کیا اسطرح کیا کہ جہان جو بات چھوڑدی وہی اُس تمام واقعہ کی روح تھی۔" اہل نظر ذی علم مصنف کی خود اختیاری طریقہ پر غور کرینگے اور ضرور سمجھین گے کہ اپنی اس تصنیف کے لئے وہ یکسوئی کو کام مین لائے ہین۔

اصول مقررہ پر واقعات کی صحت اور اوس کے مدارج کی مثال

ذی علم مصنف اپنے اصول مظہرہ کی رُو سے واقعات کی صحت و اعتبار کے مدارج قرار دینا چاہتے ہین اور اوسکی مثال یہ دیتے ہین۔ کہ "حضرت عمر کی خلافت کے واقعات سو برس کے بعد تحریر مین آئے اس بنا پر یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ معرکون اور لڑائیون کی نہایت جزری تفصیلین، مثلاً صف آرائی کی کیفیت، فریقین کے سوال و جواب، ایک ایک بہادر کی معرکہ آرائی، پہلوانون کے داؤن پیچ، اس قسم کی جزئیات کی تفصیل کا رتبہ یقین تک نہین پہونچ سکتا۔ لیکن انتظامی امور، اور قواعد حکومت، چونکہ بہت تک محسوس صورت مین موجود رہے اس لئے اونکی نسبت جو واقعات منقول ہین وہ بے شبہ یقین کے لایق ہین۔"

مثال کی حقیقت جنگ کے تفصیلی حالات

جنگ کے تفصیلی حالات، اور جزئیات جنکا تعلق واقعات سے ہے اور جو روایتون مین مذکور ہوئے ہین اونکی

تحقیق اور تنقید کرنے کے بعد ضرور مرتبۂ یقین کا رکھتے ہاین جیسے کہ کسی کی
سیرت اور خصلت پر، اور اسی قسم کے دیگر امور پر، جو کسی کی سوانح عمری سے متعلق
ہون، جو واقعات سے پیدا ہوتی ہے یقین حاصل ہوسکتاہے - لیکن حضرت عمر
کے ایسے تفصیلی حالات، اور جزئیات جنگ نہ عہد پیغمبری مین مذکور ہین اور نہ خود
اونکے عہد خلافت مین، کیونکہ ذاتی حیثیت سے اونکو ایسے واقعات پیش ہی نہین
آئے اور اگر عہد پیغمبری مین پیش آئے تو بہت کم - اور اونمین بھی اونکو کامیابی
نہین ہوئی - بلکہ اونھون نے معرکہ کی جنگون مین، اپنی حفاظت میدان جنگ سے
جدا ہوجانے کے طریقے سے اختیار کی ہے - ورنہ کوئی ہم کو بتلائے کہ جب اونکی
خلافت کے واقعات سو برس کے بعد تحریر مین آئے اور دیگر بہادرون کے حالات شجاعت
اور معرکہ آرائی معہ جزئی تفصیل کے قلمبند ہوئے تو حضرت عمر کے معرکون کے
واقعات اور اسکی جزئی تفصیلین کیون نہ قلمبند ہوئین - ؟

ذی علم مصنف نے اسی عام رائے تفصیلی، اور جزئیات جنگون پر رتبۂ یقین نہ
ہوسکنے کی، اس خیال سے ظاہر کی ہے کہ علی مرتضی اور دیگر انصار و مہاجر کے
ایسے تفصیلی حالات اور جزئی واقعات منقول ہین اور جنپر مسلمان یقین کرتے ہین،
اونکے درجۂ یقین مین کمی ہوجائے اور بمقابلہ حضرت عمر کے اونکی فضیلت گھٹکر
درجۂ مساوات مین آجاوے -

انتظامی امور اور قواعد حکومت کی حقیقت

انتظامی امور اور قواعد حکومت گو وہ مدت تک محسوس
صورت مین موجود رہتے ہین بے شبہ یقین کے
لائق ہوتے ہین، مگر مدار اونکا بھی روایات پر
ہوتاہے - مگر انتظامی امور اور قواعد حکومت پر یقین کرنے سے کسی کا وصف ذاتی
اوسوقت قبول ہوتاہے کہ جب یہ امر مسلم ہوجاوے کہ وہ انتظامی امور اور قواعد

حکومت ایجاد طبع اور اپنی عقل سے پیدا کئے ہوئے اوس شخص کے تھے کہ جس نے اونکو عملاً نافذ کیا۔ اگر وہ دوسری جگہ سے حاصل کئے ہوئے ہوتے یا اونکا علم کسی دوسرے شخص سے حاصل کیا تھا تو وہ فضیلت اوسی کو حاصل ہو گی کہ جہان سے اُسکو سیکھا اور جہان سے اوسکا علم حاصل کیا۔

مثلاً قرآن پر عمل کرانے سے یہ لازم نہین آسکتا کہ قرآن اوس عمل کرانے والے کی تصنیف ہے نہ عمل کرانے والے کے لئے وصف تصنیف قرآن کا پیدا ہو سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے خطبون اور حکمت آمیز مقولون کی نسبت اجمالی رائے

خطبے، اور حکمت آمیز مقولے، جو منقول ہوتے ہین اونکی نسبت یہ قیاس بیشک ہو سکتا ہے جیسا کہ ذی علم مصنف کرتے ہین کہ "جو فقرے زیادہ پُر اثر فصیح و بلیغ ہوتے ہین وہ ضرور صحیح ہوتے ہین کہ ایک فصیح مقرر کے فقرے ضرور محفوظ رہ جاتے ہین۔ اور اونکا مدت تک چرچا رہتا ہے جنمین کوئی خاص ندرت یا اثر ہوتا ہے اسی طرح خطبون کے وہ جملے ضرور قابل اعتماد ہین جنمین احکام شرعیہ کا بیان ہے اس قسم کی باتون کو لوگ فقہ کی حیثیت سے محفوظ رکھتے تھے"

لیکن اس قیاس سے نہ یہ ثابت ہو سکتا ہے نہ لازم آسکتا ہے کہ وہ خطبے اور حکمت آمیز مقولے اور جملے احکام شرعیہ کی فقیہانہ حیثیت سے جس کسی کی نسبت منسوب اور کتابون مین منقول کئے گئے ہین اسی شخص کی زبان سے نکلے ہین اکثر ایسا ہوا ہے جس کا نشان حالت زمانہ قدیم کتابون مین دیتی ہے کہ کسی کی لیاقت اور علم جتانے کے لئے اوس کے موئدون نے اپنے کلام سے اوس کو زینت دی ہے اور اپنے کلامون کو اوسکی طرف منسوب کر دیا ہے۔

ذی علم مصنف نے مذہب اسلام کے قدیم اور متاخرین مورخون کے
ذکر کرتے وقت روایتون کی بحث مین اس قسم کی رنگ آمیزیون کو خود قبول
کیا ہے کہ ” اس قسم کی روایتین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی ہین اور
عوام اونکو نہایت ذوق سے سنتے تھے اس لئے اونمین خود بخود مبالغہ کا
رنگ آتا گیا ہے (صفحہ ۲۰)“ اور
شخصی سلطنت کا رواج یہانتک قبول کرلیا ہے کہ ” فرمانروائے وقت
کی عظمت اور اقتدار کے آگے تمام چیزین ہیچ ہوتی تھین اسکا لازمی اثر تھا کہ
تاریخ کے صفحون مین شاہی عظمت و جلال کے سوا اور کسی چیز کا ذکر نہ آنے پائے“
یہ ظاہر ہے کہ خطبون اور حکمت آمیز مقولون اور زیادہ پُراثر اور فصیح و
بلیغ فقرون اور احکام شرعیہ کے جملون کو تصنیف کرکے حضرت عمر کی طرف
منسوب کرنے سے زیادہ کوئی بات اونکی عظمت و جلال کے قایم کرنے کے
لئے نہین ہوسکتی تھی۔
خطبے، اور حکمت آمیز مقولے، اور زیادہ پُراثر اور فصیح و بلیغ فقرے
اور احکام شرعیہ کے جملے، جس کسی کی طرف منسوب کئے جائین اوسکی زبان سے
صادر ہونے پر اوسیوقت یقین ہوسکتا ہے کہ جس کی نسبت زمانہ نے یہ
تسلیم کرلیا ہو کہ اوس سے زیادہ کوئی عالم، خطیب، حکیم، فصیح و بلیغ، اور
فقیہ اوس عہد مین نہ تھا۔ اور ایسا عہد پیغمبر ص اور ہم عصری علی مرتضی مین حضرت
عمر کا قبول کیا جانا بہت دشوار ہے۔“

انتظامی واقعات قدیمہ مین مصنف کی زیادتی

یہ قیاس ذی علم مصنف کا کہ ” جو واقعات
اوس زمانہ کے مذاق کے لحاظ سے چندان قابل
ذکر نہ تھے اور اونکا ذکر آجاتا ہی اونکی نسبت سمجھنا چاہیئے کہ اصل واقعہ

اس سے زیادہ ہوگا۔" قابل ستایش کے ہے جسمین مورخین کی یہ خطا ثابت ہوتی ہے کہ اونھون نے اصل واقعہ کے لکھنے مین کمی کی۔ اور متاخرین کو یہ موقع ملتا ہی کہ اپنے مذاق کے موافق جس واقعہ مین چاہے جسقدر افزونی کردے۔

اس قیاس کے موقع کے لئے ذی علم مصنّف نے یہ مثال دی ہی کہ۔

"حضرت عمرؓ کے حال مین انتظامی امور، عدالت، پولیس، بندوبست، مردم شماری کے متعلق جسقدر قلمبند ہوا اوس سے بہت زیادہ چھوڑ دیا گیا ہے۔"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے معلوم ہوتا ہی کہ اپنے اسی قیاس کی رو سے انھین امور مین اپنی اس تصنیف مین بڑھایا ہے۔ جس سے بنیاد اس تصنیف کے خلاف واقعہ محض اونکے قیاس پر لازم آتی ہی جیسا کہ وہ خود معترف ہین کہ "مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہی اور

قیاسی قدح بعض کتب کی حقیقت

زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ اپنے یہان کے مورخین کی نسبت یہ کہہ کر کہ "رزم و بزم، معرکہ آرائیون، اور رنگینیون کے عادی تھے حلیۃ الاولیا، ابن عساکر، کنز العمال، ریاض النضرہ، وغیرہ مین جو روایتین مذکور ہین عموماً گرمی محفل کا سبب ہوتی تھین کہ عوام اونکو نہایت ذوق سے سنتے تھے خود بخود مبالغہ کا رنگ آتا گیا۔" نظر انداز کرین اور ان مصنفین کی روایتون مین تو رنگ آمیزیون کو ناپسند کرین۔ اور جہان کہین کہ مورخین نے سادہ واقعہ بیان کیا ہے اوس کو یہ کہکر کہ "اسمین کمی ہے۔" خود رنگ چڑھانا پسند کرین۔ زمانہ نے تو اس مثل کو یون قبول کیا تھا کہ "آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند۔" مگر ذی علم مصنف نے بجاے اسکے یہ عمل کرنا

چاہتے ہین - "انچہ بر دیگران نہ پسندی بر خود بہ پسند"

ہمیشہ سے اصول یہ چلا آتا ہے کہ جو کوئی واقعہ مذکور ہو اوس واقعہ کی صحت کو جانچا جاے اور بعد صحت کے اُس واقعہ سے یہ سمجھا جائے کہ جسقدر اوس واقعہ مین مذکور ہے اوسی قدر قابل تسلیم ہو سکتا ہی مگر ذی علم مصنف اس اصول قدیم کے خلاف یہ قاعدہ قرار دینا چاہتے ہین کہ جو واقعہ کسی روایت مین مذکور ہو تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کم ہی - اگر یہ اصول قرار دیا جاے تو اُس سے یہ بھی لازم آیگا کہ اگر حضرت عمر کی قدح کسی واقعہ مین مذکور ہی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ کمی کے ساتھ ذکر کی گئی ہے -

حال کا طرز تحریر

ذی علم مصنف نے اس زمانہ کے مورخین کی طرز تحریر کو بیان کر کے جو طریقہ اپنی اس تصنیف مین اونھون نے اختیار کیا ہی اوسکو ظاہر کرتے ہین اور آجکل کی اعلیٰ درجہ کی تاریخین جنہون نے قبولیت عام حاصل کی ہی اونکا فلسفہ اور انشا پردازی سے مرکب ہونا بیان کر کے قبول کرتے ہین کہ "اس طرز سے بڑھ کر اور طرز مقبول عام نہین ہو سکتا"

پھر یہ ظاہر کرتے ہین کہ "تاریخ اور انشا پردازی کی حدین بالکل جدا جدا

تاریخ اور انشا پردازی کی حدود اور فرق

ہین" اور ان دونون کا فرق نقشہ اور تصویر کے فرق کے مشابہ بتاتے ہین اسطرح پر کہ - نقشہ کھینچنے والے کا یہ کام ہی کہ کسی حصۂ زمین کی ہیئت، شکل، سمت، جہت، اطراف و اضلاع کا نقشہ مین احاطہ کرے - مصور خاص اعجوبگی کو دکھلائیگا - جس سے انسان کی قوت منفعلہ پر اثر پڑ سکتا ہی" اسکے بعد مصنف اس بات کو قبول کرتے ہین کہ "مورخ کا اصلی فرض یہ ہے کہ

یوروپین مورخ کی تعریف

وہ سادہ واقعہ نگاری کی حد سے تجاوز نکرنے پاے" اور یورپ کے ایک بڑے مورخ کی تعریف جو ایک پروفیسر نے کی ہی یون نقل کرتے ہین کہ "اوس نے شاعری سے کام نہین لیا۔ نہ وہ ملک کا ہمدرد بنا نہ مذہب اور قوم کا طرفدار ہوا۔ کسی واقعہ کے بیان کرنے مین مطلق پتہ نہین لگتا کہ کن باتون سے خوش ہوتا ہے اور اوسکا ذاتی اعتقاد کیا ہی۔"

سچ یہ ہی کہ مورخ کی ایسی ہی شان ہونی چاہیئے کہ وہ واقعات کو اونکی حالت پر چھوڑ دے تاکہ خود ناظرین اوس واقعہ پر حسن و قبح کا نتیجہ نکالین۔ اور اپنی عقل و دانش کو وسعتِ ادراک سے فائدہ پہونچائین۔ اور آزادی راے کو کام مین لاکر کسی ایسی راے کی تقلید نہ کرسکین کہ جس بڑے سے بڑ خطا ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یا ناظرین مین سے مختلف رائین قایم کر کے اختلاف سے جو فائدہ ہوتا ہی اوس سے محروم نہ رہین۔

ذی علم مصنف نے جس بڑے مورخ یورپ کی تعریف لکھی ہے اوس کے

الفاروق کے واقعات مین مصنف کا اجتہاد اور قیاس

طریقے سے اپنی تصنیف مین تجاوز کیا ہے گو اولاً یہ کہتے ہین کہ "اگرچہ مین نے واقعات مین اسباب و علل کے سلسلے پیدا کرنے کی کوشش کی ہی لیکن اس باب مین یورپ کی بے اعتدالی سے احتراز کیا ہے" مگر یہ بھی قبول کرتے ہین کہ "اسباب و علل کے پیدا کرنے کے لئے اکثر جگہ قیاس سے کام لینا پڑا ہے کہ مورخ کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین"

اس سے ظاہر ہی کہ قابل تعریف شان مورخ سے، ذی علم مصنف سے نے

میدانِ واقعات سے قدم آگے بڑھاکر اور کچھ باہر سے لینے کے لئے اپنا
ہاتھ اوٹھایا ہے اور اس مشکل مین خود اونھون نے اپنے آپ کو پھنسایا ہے
کہ ایسے مورخ کی کہ جس کو اجتہاد اور قیاس سے چارہ نہین، اجتہاد اور قیاس
کی جانچ لوگون کے ہاتھ مین رہے کہ وہ اجتہاد اور قیاس کیونکر اور کہانتک
صحیح ہے۔

اگرچہ اس مشکل سے اپنے آپ کو ذی علم مصنف پھسلاکر نکال لیجانے کے
لئے یہ کہتے ہین کہ "مورخ کا لازمی فرض ہے کہ وہ قیاس اور اجتہاد کو واقعہ
مین اسقدر مخلوط نکردے کہ کوئی شخص دونون کو الگ کرنا چاہے تو نہ کرسکے"
اور اسی کے ساتھ اہلِ یورپ کا عام طرز کہ جنکی بے اعتدالی سے اپنا احتراز کرنا
ظاہر کرچکے ہین یہ بیان کرتے ہین کہ "وہ واقعہ کو، اپنے اجتہاد کے

یورپ کے عام طرز تحریر سے مصنف کے بچاؤ کا دعوی

موافق کرنے کے لئے، ایسی ترتیب اور انداز
سے لکھتے ہین کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد
کے قالب مین ڈھل جاتا ہے اور کوئی شخص
اجتہاد اور قیاس کو واقعہ سے الگ نہین کرسکتا۔"

نتیجہ یہ ہے کہ ذی علم مصنف نے باوصف اس کے کہ اسباب و علل کے سلسلے
پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے (جسکی صحت اور
غیر صحت کی جانچ کا ہر کسی کو اختیار رہے گا) بہت کچھ کام لیا ہے اور واقعہ
کو اپنے اجتہاد کے موافق کرنے کے لئے ایسی ترتیب و انداز سے نہین لکھا ہے
کہ واقعہ بالکل اونکے اجتہاد کے قالب مین ڈھل جائے اور کوئی شخص قیاس
اور اجتہاد کو واقعہ سے الگ نہ کرسکے۔ لیکن یہ سب کچھ اس موقع پر دعوی

ذی علم مصنف نے اخیر اپنی اس تمہیدی تقریر پر ایک نظم (قطعہ) لکھی ہے

تعلّی کی نظم مصنف

جسمین بالکل شاعرانہ تعلّی بھری ہوئی ہے اور خوف ہے کہ اونکی تمام تصنیف مین سوا ے مضامین شاعرانہ کے اور کچھ نہ ہو۔

بجاے اسکے کہ مورّخ مصنف خود شاعرانہ تعلّی کا رویہ اختیار کرے جسکو انشا پردازیِ تاریخ سے بڑھا ہوا سمجھنا چاہیئے، یہ زیبا ہے کہ وہ منتظر داد تصنیف کا موافق اور مخالف سے رہے۔ اور دوسرے شاعر قصائد مین اوس کے محامد بیان کرین۔ لیکن جب کسی مصنف کو ایسی امید نہ ہو، اور جسکی تصنیف مضامینِ شاعرانہ سے بھری ہوئی ہو، اگر وہ اپنی محنت اور کوشش کے صلہ مین تعلّی کے ذریعہ سے اپنی داد نہ دیلے تو کیا کرے۔ مگر ایسی تعلّی اور داد کو یہ نہین سمجھنا چاہیئے کہ کوئی شخص اپنی تعریف اپنے مُنہ سے کرتا ہے۔

ذی علم مصنف بعد تمہید اور ابتدائی تقریرون کے نام و نسب، سن رشد، و تربیت حضرت عمر کا بیان شروع کرتے ہین۔

حضرت عمر کے نام ونسب کی بحثین

حضرت عمر کا نسب قریش مین داخل کر کے رسول اللہ صلعم سے آٹھوین پشت مین جا کر ملاتے ہین۔ اگر رسول صلعم کی پشتون مین کسی کا نسب ملنے سے کوئی فخر ہو سکتا ہے تو قرب نسب کا فخر بمقابلہ علی مرتضی کسی دوسرے کو حاصل نہین ہو سکتا کہ علی مرتضی پیغمبر خدا کے حقیقی چچا زاد بھائی اور ان دونون کے بزرگ پدران ایک بطن سے ماںجائے بھائی تھے۔ چنانچہ خود علی مرتضی فرماتے ہین کہ "مین پیغمبر سے ایسا ہون جیسے کہ دو شاخہ درخت ایک بیخ سے جدا ہو اور جیسے ہاتھ بازو سے ملا ہو۔" اور پیغمبر فرماتے ہین کہ "مین اور علی ایک نور سے ہین۔"

اوسکا ذکر ذی علم مصنف نے بالکل متروک کیا ہی - مصنف کو چاہئے تھا کہ نسب کے متعلق جو کچھ اختلاف تھا اوسکی نسبت بحث کرکے اپنی تحقیقی رائے ظاہر کرتے تاکہ جو سلسلۂ نسب اونھون نے قرار دیا ہے اوسکی صحت پر اطمینان ہوتا - اور جب اونھون نے کوئی بحث اختلاف پر نہین کی اور ایک سلسلہ کو اختیار کرلیا تو یہ امر ظاہر ہے کہ اونھون نے اپنی اس تصنیف مین محض خود اختیاری دکھائی ہی -

حضرت عمر کا مادری نسب

مصنف نے مادری نسب مین حضرت عمر کی دادی کی کیفیت اور حالت سے گریز کی ہے - کتاب مثالب مین ابو المنذر ہشام بن محمد سائب الکلبی تحریر کرتے ہین کہ جسکا ذکر فضل بن روزبہان صاحب ابطال الباطل نے بھی کیا ہے کہ " ضحاک لونڈی ہاشم بن عبد مناف کی تھی پس اوس سے نفیل بن ہاشم جفت ہوگیا اور اوس کے بعد عبد العزے بن ریاح جفت ہوا اوس سے نفیل دادا ابن الخطاب کے پیدا ہوئے -

علامہ ابن قتیبہ دینوری (جن علامہ کو ذی علم مصنف نے دور اول کے ان سات مورخین علما مین شمار کرایا ہی کہ جنکی تصانیف اس زمانہ مین موجود ہین اور جنکی نسبت مصنف فرماتے ہین کہ " یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے، محدثین بھی اس کے اعتماد و اعتبار کے قائل ہین ") کتاب معارف مین جسکی نسبت مصنف یہ فرماتے ہین کہ اسکی مشہور کتاب معارف ہی جو مصر وغیرہ مین چھپ کر شائع ہو چکی ہے - یہ کتاب اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن اوس مین ایسی مفید معلومات ہین جو بڑی بڑی کتابون مین نہین ملتین " (صفحہ ۵۹ حاشیہ مطبوعہ مصر) لکھتے ہین کہ

قبیلہ فہم کی ایک عورت تھی جو نفیل کی جورو تھی۔ پس عمرو ابن نفیل نے بعد اپنے باپ نفیل کے اوس کو اپنی زوجہ بنالیا اور اوس سے زید پیدا ہوا زید اور خطاب ایک ہی مان سے ہین ؏

ذی علم مصنف کو لازم تھا کہ اس رنگ برنگ مادری نسب حضرت عمر کو ظاہر اور اوسپر جرح و تعدیل کرکے کوئی صورت اپنی تحقیق دکھاتے۔

نبی و علی کا نسب پدری و مادری

پیغمبر نے اپنا شرف نسب آبائی اور مادری یون جتایا ہی کہ "مین اصلاب اور ارحام پاک و پاکیزہ سے ہون اور اسی ارشاد پیغمبر سے شرف نسبی پدری و مادری علی مرتضی کا ظاہر ہوگیا کہ دادا' دادی نبی و علی کے ایک تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد بن ہاشم مادر علی مرتضی کو زمانہ جانتا ہے کہ وہ کیسی اشراف بی بی تھین۔

شرافت نسبی پدری اور مادری کی ایک امر ضروری واجب اور برحق خلیفہ اور بادشاہ قبول کئے جانے کے لئے ہے اور یہ ایک اصول مقررہ مین سے ہے جسمین دیگر اوصاف بھی علم اور شجاعت اور سخاوت کے قرار دئے گئے ہین اور جنکو ہمیشہ سے عقلا اور حکما قبول کرتے چلے آتے ہین تاکہ جب بادشاہ اور خلیفہ مقرر ہو اوس کو حقارت اور تذلیل کی نگاہ سے اوسکی رعایا اور اوس کے مطیع نہ دیکھ سکین۔

ذی علم مصنف حضرت عمر کا نسب ظاہر کرنے کے بعد اونکی عزت خاندانی کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "فہر ابن مالک کی اولاد قریش کے لقب سے

حضرت عمر کا اعزاز خاندانی اور عہدہ سفارت

مشہور ہے اور قریش کی نسل مین دس شخصون نے امتیاز حاصل کیا جن کے

کہ جسکی اولاد مین حضرت عمر کا شمار ہے۔" پھر قریش کا خانہ کعبہ کا مجاور اور دنیاوی جاہ وجلال کے ساتھ مذہبی عظمت کا چتر بھی اونکے سر پر سایہ افگن ہونا، تسلیم کر کے کاروبار کے مختلف صیغے ہو جانا؛ اور ہر صیغہ کا اہتمام جُدا جُدا ہونا ظاہر کر کے یون تفریق کرتے ہین۔

خانہ کعبہ کی نگرانی ، حجاج کی خبر گیری ، سفارت ، شیوخ قبائل کا انتخاب

فصل مقدمات ، مجلس شورے ،

ان صیغون مین سے عدی، حضرت عمر کے جد اعلے کو سفارت کے صیغے کا افسر اور اوس کے ساتھ منافرة، کے معرکون مین ثالث ہونا، ظاہر کیا ہے۔ اور —— پھر حضرت عمر کے دادا نفیل کا ان خدمتون کو انجام دینا بیان کیا ہے"

اگر سفارت کاروبار اور منافرة کی ثالثی عدی اور نفیل کے ہاتھ مین قبول کر لیجاے تو خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبر گیری کے کام سے اوس کو برتری نہین ہو سکتی۔

خانہ کعبہ کی موروثی امارت کی سرداری

خانہ کعبہ کی نگرانی اور حجاج کی خبر گیری اصل کار امارت تھا اور خانہ کعبہ درحقیقت دار الامارة تھا۔ اور یہ کام بلا اختلاف ہاتھ مین بنی ہاشم اجداد پیغمبر خدا اور ابو طالب پدر علی مرتضیٰ کی برابر رہا اور بالآخر آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی مین اوسی استحقاق آبائی (امارت وسرداری قوم اور حق حفاظت اور انتظام خانہ کعبہ) کو حاصل کر کے قبضہ کیا جس سے وہ بیدخل ہو گئے تھے اور مسئلہ توحید جاری کر کے جسپر اپنا قبضہ چاہتے تھے۔ اور جسپر سخت مزاحمتین قریشیون اور تمام قبائل عرب کی ہوئین اور نوبت جنگ و جدال کی پہونچی۔ اور علی مرتضیٰ سے اوسی کے حصول مین پوری مدد لی۔ اور اونہین کے ہاتھ پر اوس کام کو جاری کرایا۔

حضرت عبدالمطلب سردار مکہ کی سرداری کا خاص امتیاز

خانۂ کعبہ کی نگرانی کو مین اصل امارت اور اُسکی سرداری اجداد پیغمبر اور علی مرتضےٰ مین اور خانۂ کعبہ کو دارالامارۃ' اسوجہ سے کہتا ہون کہ کتب تواریخ مین موجود ہی کہ "حضرت عبدالمطلب کے لئے خانۂ کعبہ مین مسند بچھائی جاتی تھی اور وہ خانۂ کعبہ کی دیوار پر تکیہ کر کے بیٹھتے تھے اور دیگر لوگ اونکے سامنے بادب زانو تہ کرتے تھے اور ان دیگر لوگون کو ہرگز یہ حق نہ تھا کہ وہ خانۂ کعبہ کی طرف پشت کر کے بیٹھین۔

خود ذی علم مصنف نے جہان ذکر نفیل کی خدمت کا اسی موقع پر کیا ہے وہان ظاہر کیا ہی کہ "رسول اللہ صلعم کے جد امجد عبدالمطلب' اور حرب بن امیہ' مین جب ریاست کے دعوی پر نزاع ہوئی تو دونون نے نفیل کو حَکَم مانا۔ نفیل نے عبدالمطلب کے حق مین فیصلہ کیا۔" جس سے ظاہر ہی کہ ریاست خانۂ کعبہ ہاتھ مین حضرت عبدالمطلب کے تھی۔ اور وہی امیر قریش کے تھے۔ سوائے ریاست خانۂ کعبہ اور امارت قریش کے سفارت کا کام اور دوسرے کام جنکی تفریق ذی علم مصنف نے کی ہی وہ سب تابع امارت اور زیر اجازت امیر کے ہو سکتے ہین۔ اور حضرت عمر کے خاندانی اعزاز کو بمقابلہ خاندان پیغمبر اور علی کے' رتبہ تفوق کا ہرگز نہین ہو سکتا۔

نفیل کا فیصلہ کرنا ریاست کے دعوے اور نزاع کا ایسا ہی تھا کہ جیسے ہمیشہ بادشاہ اور گورنمنٹ پر کوئی دعوی ہوتا ہی اور اندرون سلطنت کوئی نزاع پیش آتی ہے تو اوسکا فیصلہ حاکم یا حَکَمِ مقرر کردۂ امیر ہی کرتا ہے۔ جس سے اوس فیصلہ کرنے والے کو بادشاہ اور گورنمنٹ پر کچھہ فوقیت نہین ہو سکتی۔

درحقیقت استحقاق حفاظت اور انتظام خانۂ کعبہ موجب امارت اور سرداری

عدی کے اعزاز خاندانی بیان کرنے مین کہ جسمین حضرت عمر کو گنا ہے' وہ عزت
جو انحضرت صلعم کے پیغمبر پیدا ہونے سے حضرت ہاشم کے خاندان کو ہوئی ہے
باقی رہی جاتی تھی وہ عزت عدی کے خاندان مین بھی بخشنے کے لیئے ذی علم مصنف
نے کوشش کرکے بہم پہونچانے مین درگذر نہین کی اور جیسے کہ شیعہ کیا؛
بلکہ زمانہ علی مرتضی کے لئے شرف خاص کا قائل ہے کہ پیغمبر چچازاد بھائی علی مرتضی
کے تھے ویساہی شرف حضرت عمر کا دکھانے کے لیئے ذی علم مصنف آمادہ
ہوئے ہین - اور پرتوہ جلوۂ نبوت کا حضرت عمر کے چچازاد بھائی پر اسطرح
ڈالتے ہین کہ " نفیل کے دو بیٹے تھے عمرو' خطاب' عمرو معمولی لیاقت کے
آدمی تھے لیکن اونکے بیٹے زید جو نفیل کے پوتہ اور حضرت عمر کے چچازاد بھائی
تھے نہایت عالی درجہ شخص تھے - وہ اُن ممتاز بزرگون مین تھے جنہون نے

زید عم زاد حضرت عمر موحد تھے
اور اونکی اذیت و ہجرت کی سرگذشت

رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے اپنے
اجتہاد سے بُت پرستی کو ترک کردیا تھا
اور موحد بنگئے تھے - انہین زید کے سوا
باقیون کے یہ نام ہین - قس ابن سعدہ - ورقہ ابن نوفل - زید بُت پرستی اور
رسوم جاہلیت کو علانیہ بُرا کہتے تھے اور لوگون کو دین ابراہیمی کی ترغیب دلاتے
تھے اسپر تمام لوگ انکے دشمن ہوگئے - جنمین حضرت عمر کے والد خطاب' سب سے
زیادہ سرگرم تھے - خطاب نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہوکر مکہ
معظمہ سے نکلگئے - اور حرار مین جارہے تاہم کبھی کبھی چھپ کر کعبہ کی زیارت
کو آتے - "

جن زید کا تذکرہ ذی علم مصنف کرتے ہین یہ وہی زید ہین اور اونہین عمرو

پسر نفیل کے بیٹے ہین کہ جن عمرو بھائی خطاب نے اپنے باپ نفیل کی زوجہ کو اپنی زوجہ بنا لیا تھا اور اسی زوجہ کے بطن سے یہ زید پیدا ہوے اور اسی صفت سے یہ زید بھائی چچا زاد حضرت عمر کے ہین۔

مجرد اس امر سے تو کسی کو انکار کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ قبل بعثت یا قبل پیدایش حضرت محمد صلعم کے جہان مین کوئی موحد پیدا نہین ہوتا تھا اور جب کوئی قائل توحید، اور بت پرستی کا ترک کرنیوالا ہوگا اوس کو ضرور پیرو ملت ابراہیمی کہا جاوے گا۔ لیکن واقعات زمانہ نے ہم کو یہ دکھادیا ہے کہ بعد حضرت ابراہیمؑ کے نسل حضرت اسمعیلؑ سے سواے حضرت محمد صلعم کے کوئی دوسرا ایسا شخص پیدا نہین ہوا کہ جسنے دعوی پیغمبری کر کے مسئلہ توحید کو اوس کے منکرین سے ایسا منوا دیا ہو کہ جس سے انکار کرنے کی پھر کسی کو تاب نرہے۔

اور تمام دنیا کے بُت پرست، یا غیر خداے واحد کے دوسرے چیزون اوسکی مخلوق کی پرستش کرنے والے تاویل کر کے خداے واحد کے ماننے والے اور پرستش کرنے والے ہوگئے ہون۔ اور ملت ابراہیمی کے بزمانۂ جاہلیت جو امور متغیر اور خراب ہوگئے تھے اونکی اصلاح، اور جو امور ٹھیک طور پر قایم تھے اونکو برقرار، اور جو امور مبہم تھے اونکی تصریح کر کے طریقے شریعت کے واضح اور نشان دین کے قایم حکمت سے ایسے نہ کردئے ہون جو مافوق طاقت بشری حیرت انگیز ہو اور جنمین قیامت تک جب تک کہ دنیا قایم ہے کسی اور امر کی ضرورت نہ ہو۔

حضرت محمد صلعم کو اپنے ابتدائی زمانہ مین جو مصیبت اور اذیت قوم سے پہونچی ہے اور جن مصائب اور اذیتونکا اونکو برداشت کرنا پڑا ہے جنمین سے حرا مین جانا اور رہنا اور مکہ سے نکل جانا (ہجرت) اور قوم کا دشمن ہوجانا بھی ہے۔ اونکی

زید کی مساوات پیغمبر سے اور اوسکی حقیقت

لعبینہ مساوات زید ابن عمروؓ کی حضرت محمد صلعم کے ساتھ دکھانا اون لوگون کے دلون مین کہ جو شان نبوت اور نبی سے کامل آگاہی نہ رکھتے

ہون شک پیدا کرتا ہی جبکہ وہ ایک یورپین مصنف کے اُس مقولہ پر نظر کرین جہان حضرت محمد صلعم کا ذکر کرنے کے وقت لکھا ہی کہ " دنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا ہوتے ہین مگر اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور اونکو زمانہ ٹھنڈا کر دیتا ہے " جب تحریر ذی علم مصنف اور تقریر یورپین مصنف کی یکجا کر کے دیکھی جاوے تو اوسکا ضرور یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ جیسے حضرت محمدؐ گرم جوش پیدا ہوئے تھے ویسے ہی

آنحضرت کی نبوت مین شک مصنف

اوسی زمانہ مین حضرت زید پیدا ہوئے تھے لیکن حضرت محمد کو موقع اظہار لیاقت کا ملگیا اور حضرت زید کو ایسا موقع نہ ملا اور زمانے

اونکو ٹھنڈا کر دیا۔ ورنہ دراصل حضرت محمدؐ کو کوئی وجہ تفوق اور فضیلت کی نہین ہے۔ ایسا اعتقاد قایم ہو جانے سے مسلمان جان سکتے ہین کہ ایسے مسلمان سچے مسلمان رہ سکتے ہین یا نہین؟

حضرت عمر کی دانائی یورپین مصنفین کی زبانی

جن بعض یورپین مورخین نے حضرت عمر کی دانائی ظاہر کی ہے۔ اس نوعیت سے کہ فضائل پیغمبرؐ کے مسلمانون کی نگاہ مین کم وقعت ہو جاوین

جن سے وہ دائرہ اسلام سے باہر قدم رکھنے والے ہون۔ اونہین کی تائید اور تقلید ذی علم مصنف نے اس موقع پر کی ہے کہ واقعات زید چچازاد بھائی حضرت عمرؓ کے

اس حیثیت سے بیان کئے ہین کہ جس سے نسبتاً فضیلت حضرت عمر کی بمقابلہ علی مرتضیٰ کے مسلم ہوکر خود زید کی فضیلت ہم رتبہ پیغمبر خدا کے قرار پاکر پیغمبر اپنی فضیلت سے تنزل مین آکر مساوی زید کے ہوجائین اور مسلمان جس دائرہ مین چاہین چلے جائین۔

عدم ذکر روایات متعلق زید

ذی علم مصنف نے زید کے حالات جن واقعات سے بیان کئے ہین چاہیے تھا کہ اون روایتونکو ذرا نقل کرتے تاکہ ان واقعات کو ہر مسلمان دیکھ کر غور کرتا کہ وہ روائتین کہانتک صحیح ہین اور وہ واقعات کیا نوعیت رکھتے ہین۔ اور مصنف نے ان واقعات مین اسباب و علل پیدا کرنے کی کہانتک کوشش کی ہے اور واقعات کو اپنے اجتہاد کے قالب مین کہانتک ڈھالا ہے۔ ورنہ غائر نظر رکھنے والے مسلمانون کی نگاہ مین صحت ایسے واقعات کی مشکل سے سما سکتی ہے کہ جن سے یہ امر پیدا ہوتا ہو کہ پیغمبر نے اپنے ابتدائی زمانہ مین لعینہ اوسی طریقہ پر قدم رکھا ہے کہ جس طریقہ پر حضرت زید چلے ہین۔ اور پیغمبر نے حضرت زید کے اجتہاد کی ان موقعون پر تقلید کی ہے۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ ایسی روایتون پر ایک سچا اور پکا مسلمان غور کرکے پکار اوٹھے گا کہ پیغمبر کی حالتِ واقعات کو دیکھکر جبکہ وہ امور واقع ہو چکے ہین حضرت عمر کی فضیلت اور عزت افزائی خاندانی کے لئے وہ روائتین وضع کی گئی ہین اور اونمین اوکھین واقعات کو جو پیغمبر برگذیدہ تھے زید کی طرف بھی منسوب کردیا ہے۔

افسوس ہے کہ زید نے رسول اللہ کی بعثت سے پہلے اپنے اجتہاد سے بت پرستی کو ترک کیا اور موحد بنے اور رسوم جاہلیت کو برا علانیہ کہا اور لوگون کو

دین ابراہیمی کی ترغیب دی جسپر لوگ اونکے دشمن ہوگئے، مگر خطاب چچا زید نے

زید کی حمایت حضرت عمر اور اونکے باپ نے نہ کی

اور حضرت عمر چچازاد بھائی نے زید کی نہ کچھ حمایت کی نہ اونکے سخن پر ایمان لائے جیسے کہ حضرت محمدؐ کی اونکے چچا ابوطالب، یا امیر حمزہ،

یا اونکے چچازاد بھائی جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے حمایت کی اور باتباع اونکے مسئلہ توحید کو مان کر بت پرستی اور دیگر رسوم جاہلیت کے دشمن ہوگئے۔ بلکہ زید کے دشمنون مین حضرت عمر کے والد خطاب (زید کے چچا) سب سے زیادہ سرگرم تھے کہ اونھون نے (خطاب) نے اسقدر اونکو تنگ کیا کہ وہ آخر مجبور ہوکر مکہ معظمہ سے نکلگئے اور حرا مین جارہے اور کبھی کبھی چھپ کر کعبہ کی زیارت کو آتے تھے۔

اگر خطاب چچا اور حضرت عمر چچازاد بھائی زید کی حمایت کرتے اور اونکے سخن پر ایمان لاتے تو ضرور زید کو اور اونکے خاندان کو وہ عزت اور فخر حاصل ہوجاتا جو حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہوا۔ بلکہ یہ عزت اور فخر پھر حضرت محمدؐ اور اونکے خاندان کو حاصل ہی نہو سکتی۔

حضرت عمر اور خطاب کی غلطی

خطاب اور حضرت عمر نے بڑی غلطی کی کہ اوس عزت اور فخر نبوت کو جو خدا نے اونکے گھر مین نازل کیا تھا اپنے خاندان مین قایم نہونے دیا اور ایسی بزرگ عزت اور فخر کو اپنے ہاتھ سے کھودیا۔ اور خطاب نے ایسی شدید مخالفت زید کی کی جیسے ابولہب نے آنحضرت کی کی، اور اپنا نام بمقابلہ زید کے اوس فہرست مین اول نمبر پر لکھانا منظور کیا جہان ابولہب کا نام بمقابلہ حضرت محمدؐ کے لکھا گیا۔

واقعہ مخالفت شدید خطاب کا زید موحد کے ساتھ لازمی نتیجہ پیدا کرتا ہے
کہ خطاب کو بت پرستی اور رسوم جاہلیت نہایت عزیز تھے اور اوسی کا اثر

حضرت عمرؓ کے شدائد زید اور نیز پیغمبرؐ کے ساتھ

نہایت پختگی کے ساتھ حضرت عمر مین تھا
اور اوسی پختہ اثر نے اونکو برانگیختہ کیا کہ
وہ اول جب اسلام کی صدا اونکے کانون
تک پہونچی تو سخت برہم ہوئے اور جو لوگ اسلام لاچکے تھے اونکے دشمن بنگئے
اور لبینہ کنیز اپنے خاندان کو جسنے اسلام قبول کرلیا تھا مارتے مارتے تھک
جاتے تھے آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ خود بانیٔ اسلام (حضرت محمدؐ) کا قصہ پاک کردین
تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہؐ کی طرف چلے" جیسا کہ یہ واقعہ خود ذی علم
مصنف نے بھی لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۲)

خود زید کی غلطی

زید کی حمایت کرنے اور اونکے سنجن توحید
کو نہ ماننے مین خطاب اون کے چچا اور حضرت عمر چچا زاد بھائی کا صرف قصور نہین
ہے بلکہ حضرت زید کی لیاقت کا بھی بڑا قصور ہے کہ اونہون نے مثل
حضرت محمدؐ کے موقع پایا تھا کہ اپنے چچا اور چچا زاد بھائی سے اور پھر دوسرے
لوگون سے توحید کو قبول کراتے اور ترک بت پرستی اور رسوم جاہلیت اور اوس
کے مذموم جاننے مین اپنا شریک اور اپنا متفق اور اپنا رفیق بناتے اور بعد
ہجرت مکہ کے تو اونکو اپنی لیاقت کے اظہار کا موقع بہت کچھ ہونا چاہئے
تھا جیسا کہ حضرت محمدؐ نے حیرت انگیز اپنی دانائی اور لیاقت دکھائی۔

دنیا مین گرم جوشونکی وجود و عدم کی حقیقت

یہ خیال کہ وہ دنیا مین بہت گرم جوش لوگ پیدا
ہوئے ہین اور اونکو موقع اظہار لیاقت کا نہین ملتا اور زمانہ اونکو ٹھنڈا کر دیتا ہے
غیر صحیح اور خلاف علم طبیعات کے ہے۔ ہر بشر کا دل و دماغ قانون قدرت

سعاوت اور جدا گانہ مدارج کا وضع کرتا ہے اور جو بشر کہ تمام جہات کے اعتبار سے فرد اکمل پیدا ہوتا ہے وہ اپنی اعلیٰ قوت سے اظہار اپنی لیاقت کے لئے خود بخود موقع پیدا کر لیتا ہے اور اپنی احسن تدبیر سے اپنے مقصد مین کامیاب ہو جاتا ہے۔ کسی امر جزئی مین کسی کو کسیکے امر کلی کے مقابلہ مین پیش کرنا سخت غلطی ہے اور پھر امر جزیہ کے اعتبار سے امر کلیہ کے ساتھ مساوات یا ترجیح کا قصد خطا در خطا ہے۔

بنی عدی کا بنی سہم کی پناہ مین آجانا

حضرت عمرؓ کے خاندانی حالت کے ذکر مین حضرت عمرؓ کے باپ اور اون کے تمام خاندان بنی عدی کا بنو سہم کے دامن مین پناہ لینا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ "قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس مین مدت سے عداوت چلی آتی تھی۔ بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے غلبہ اونہین کو رہتا تھا۔ عدی کے تمام خاندان نے جسمین خطاب بھی شامل تھے مجبور ہو کر بنو سہم کے دامن مین پناہ لی۔ عدی کا تمام خاندان مکہ معظمہ مین مقام صفا ،، مین سکونت رکھتا تھا جب اونہون نے بنی سہم سے تعلق پیدا کیا تو مکانات بھی اونہین کے ہاتھ بیچڈالے " جس سے یہ ظاہر ہے کہ خطاب حضرت عمرؓ کے باپ اور عدی کے تمام خاندان نے مکہ معظمہ کی سکونت اور بود و باش کو ترک کر دیا تھا لیکن مصنف نے یہ ظاہر نہین کیا کہ بنو سہم کی سکونت کہان تھی ؟ جنکی پناہ مین خطاب اور خاندان عدی نے پناہ لی تھی یا خطاب اور تمام خاندان بنی عدی کس جگہہ اپنی بود و باش اختیار کر کے بنو سہم کی پناہ مین آگئے تھے۔ اوس مقام کے معلوم ہونے سے حضرت عمرؓ کی تعلیم و ترتیب کا اندازہ بخوبی ہو سکتا تھا۔ کہ مقامی سکونت کا اثر تعلیم و ترتیب پر اون اشخاص کی پڑتا ہے جہان وہ سکونت گزین ہوتے ہین مگر

ضجنان کے جنگل مین حضرت عمر پر شداید

ذی علم مصنف نے عنقریب صفحہ (۲۸) مین یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت عمر سن رشد کو پہونچکر خطاب اونکے باپ نے اونکو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹون کا چرانا تھا - یہ شغل اگرچہ عرب مین معیوب نہین سمجھا جاتا تھا بلکہ قومی شعار تھا بیرحمی کے ساتھہ اون سے سلوک کرتے تھے تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیتے تھے اور جب کبھی تھک کر وہ دم لینا چاہتے تو سزا دیتے - جس میدان مین حضرت عمر کو یہ مصیبت انگیز خدمت انجام دینی پڑتی تھی اوسکا نام ضجنان تھا جو کہ مکہ معظمہ سے قریب مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے -

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا اودہر گذر ہوا تو اونکو نہایت عبرت ہوئی - آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اللہ اکبر ایک وہ زمانہ تھا کہ مین نمدے کا کرتہ پہنے ہوئے اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھہ سے مار کھاتا "

حضرت عمر کا اندازہ تعلیم و ترتیب

اس تقریر ذی علم مصنف سے ظاہر ہے کہ خاندان عدی نے جس مین خطاب بھی شامل تھے بنو سہم کے دامن مین پناہ لینے کے وقت اپنی بود و باش ایک گاؤن مین مثل بادیہ نشینان عرب کے اختیار کی کہ یہ بھی شعار قوم عرب کا تھا جسکو "اعراب" کہتے تھے - اور اوسی سے خو اور خصلت خطاب اور تعلیم و ترتیب حضرت عمر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے -

سخت بیرحمی کا برتاو خطاب جو اپنے فرزند نوجوان حضرت عمرؓ سے کرتے تھے - ایسا برتاو شرفاء مکہ کے خاندان مین کبھی نہین پایا گیا -

قوم عرب مین اونٹونکے چرانے کا شعار تھا مگر اونہین اعراب مین جو سکونت

خدمت یا شغل معیوب نہین سمجہا جاتا تہا لیکن شرفار اور سردار مکہ کے
خاندان مین نہ ایسی خدمت کسی نے انجام دی نہ کسینے سن رشد کو پہونچے
ہوے اپنے فرزند کے ساتہہ ایسی بیرحمی کا سلوک کیا کہ نمدے کا کرتہ پہنا کر
تمام تمام دن اونٹ چرانے کا کام لیا ہو اور جب کبھی وہ تہک کر دم لینا چاہے
تو اوسکو خوب اپنے ہاتہہ سے پیٹا ہو۔
اونٹ چرانے کا شعار عرب مین فخر کی شان سے دیکہا جاتا تھا یا نفرت سے۔ حارث ابن ہمام کے
اشعار سے جو ابن زبابہ کو لکہے ہین ظاہر ہوتا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اے زبابہ
کے بیٹے اگر تو مجہسے ملے تو مین اونٹون مین جو اپنے مالکون سے دور ہون
نہین ملونگا (یعنے مین شتر چرانے والا نہین ہون) اور گہوڑون اور سوارون
مین ملونگا اور تو مجہکو ایسے وقت مین ملیگا کہ گہوڑا اشل اپنے سوار کے بلند
و فراخ سینہ مجہے تیز لئے جاتا ہو"
ذی علم مصنف نے اس واقعہ خاندانی حضرت عمرؓ کے بیان مین کہ "بنو سہم کے
دامن مین عدی کے تمام خاندان نے جس مین خطاب بہی شامل تہے پناہ
لی" علت یہ ظاہر کی ہے کہ

قبیلہ عدی اور عبد الشمس کی عداوت

"قبیلہ عدی اور بنو عبد الشمس مین مدت سے عداوت چلی آتی تہی اور بنو عبد الشمس
کا خاندان بڑا تہا اسلئے غلبہ اونہین کو رہتا تہا"
عبد الشمس سگے بہائی حضرت ہاشم فرزند عبد مناف کے تھے اور حضرت محمدؐ و
علی مرتضے حضرت ہاشم کی نسل مین ہین۔ عبد الشمس اور ہاشم مین نہایت

سعید تھے اونکو علی مرتضےٰ سے اُنس تھا اور وہ علی مرتضیٰ کے تبع رہے اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہین کی۔

عبد الشمس کا دوسرا بیٹا امیہ کہلاتا تھا جسکی نسبت بحث ہے کہ وہ کس قسم کا بیٹا تھا اور نام کے معنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ جس قسم کا بیٹا تھا۔

امیہ بنو عبد الشمس سے عدم عداوت بنو عدی کے دلائل

اُمیہ اور اوسکی اولاد سے حضرت ہاشم اور اونکی اولاد سے برابر دشمنی رہی ہے اور حضرت عمرؓ اور اونکے خاندان سے ان بنو عبد الشمس سے عداوت نہین تھی بلکہ دوستی تھی یہانتک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین حضرت معاویہ کو گورنر شام مقرر کیا اور بڑا رکن اپنی خلافت کا اور بڑا پایہ اپنے منصوبہ کا کہ خلافت خاندان حضرت محمدؐ بنو ہاشم مین جانے نہ پائے قرار دیا۔

ذی علم مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "بنو عبد الشمس کا خاندان بڑا تھا اسلئے اونہین کو غلبہ رہتا تھا" اوس خاندان عبد الشمس سے مراد عاص و معاص اور اونکی اولاد اور ہاشم اور اونکی اولاد سمجھنا چاہئے جنکو عدی کے خاندان سے عداوت تھی۔ اور عبد الشمس کے بیٹے اُمیہ کو اوس مین داخل نہ سمجھنا چاہئی جسکو خاندان ہاشم سے عداوت اور خاندان عدی سے دوستی تھی بعد وفات پیغمبرؐ جو حضرت عمرؓ نے ایسی فکر و تدبیر کی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم مین نرہی اور علی مرتضیٰؑ خلیفہ نہ قبول کئے جائین بہت قرین قیاس ہے کہ یہ اثر اوسی عداوت دیرینہ کا تھا کہ جو اس خاندان سے خطاب حضرت عمر کے باپ کو تھی۔ اور حضرت عمر ضرور مصداق۔ الولد سر لابیہ " کے تھے۔ اور یہی بھید تھا کہ حضرت عمر نے اپنی کمر قتل حضرت محمدؐ پر چست باندہی تھی۔ لیکن جب اونہون نے اپنی بہن اور بہنوئی سعید کو جو بیٹے اوسی زید موحد چچازاد بہائی کے تھے

مسلمان پایا تو اوسوقت اسلام قبول کرنیکی پالیسی اختیار کی - جو ایک دانا دور اندیش کو اختیار کرنی لازم تہی کہ کفر کی تائید کی لئے اونکے قریب خاندان کے ممبرون کی تعداد کم ہوگئی تہی اور عبد مناف کے فرزندون عبد الشمس اور حضرت ہاشم کی قوت اور غلبہ کا گہٹانا دوسرے وقت پر موقوف رکھکر اپنے غلبہ کے لئے منتظر وقت رہے بمقابلہ بدلے اور اوس غلبہ کے جو اون کے خاندان پر بنو عبد الشمس کا اور ہاشم کے خاندان کا رہا کرتا تہا اور جسکی وجہ سے اونکے خاندان نے بنو سہم کے خاندان مین پناہ لی تہی -

حضرت عمر کا اپنے اور اپنے قدیم دوستونکو دشمنونسے بدلہ لینا

جب حضرت عمرؓ کو بعد وفات پیغمبرؐ ایسا وقت ملا کہ عبد الشمس اور ہاشم کے خاندان کے غلبہ کو زیر کرین تب اپنے انتظار وقت سے فائدہ پہونچایا اور ویساہی فائدہ پہونچنے کا امیہ کے خاندان اپنے قدیم دوستون کو بمقابلہ اونکے اور اپنے قدیم دشمنون خاندان بنی ہاشم کے موقع دیا اور اصل سیرت جو عرب کی تہی جسکی پیغمبرؐ خدا نے بہت کچہ اصلاح کی تہی اوسکا عود اور ظہور ہوا - فاعتبروا یا اولی الابصار "

ذی علم مصنف حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات تحریر کرتے وقت قبول کرتے ہین کہ "اونکی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہین"

حضرت عمر کے بچپن کے حالات لامعلوم

سچ ہے جب حضرت عمر کے باپ مکہ سے فاصلہ پر گاؤن مین بادیہ نشین ہو چکے تہے تو جیسے کہ اعراب کے بچون کی پیدایش اور بچپنے کی حالت ہوتی ہے ویسی ہی حضرت عمر کی حالت ضرور ہوئی ہوگی - وہ گاؤن مین یا صحرا مین پیدا ہوئے ہون گے اور جنگل مین اور اعراب کے لونڈون کے ساتھہ کھیلتے پہرتے ہونگے -

مصنف باوصف قبول اس بات کے کہ "حضرت عمر کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہین" عمرو عاص کی زبانی یہ نقل کرتے ہین کہ "وہ چند احباب کے ساتھہ ایک جلسہ مین بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک غل اوٹھا دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا" اس پر مصنف یہ قیاس کرتے ہین کہ "حضرت عمر کے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کیگئی تھی"

حضرت عمر کی ولادت پر شور و غلغلہ کی روایت

ذی علم مصنف نے یہ ظاہر نہین کیا کہ عمرو بن عاص کہان جلسہ احباب مین بیٹھے ہوے تھے اور کس جگہہ سے غل پیدائش کا اونکے کانمین پہونچا تاکہ بہت کچھہ موقع اس روایت کی صحت کی جانچ کا ملتا۔

عمرو بن عاص وزیر اور مشیر حضرت معاویہ کے تھے اور علی مرتضےٰ سے ناامید اور ناخوش ہوکر حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے تھے اور اونہین کی تدبیرون سے علی مرتضےٰ کا مقابلہ ہوتا تھا۔ یہانتک کہ جنگ صفین مین جب حضرت معاویہ کے مغلوب ہونے کی نوبت پہونچی تو انہین بزرگ عمرو بن عاص کی فکر اور تدبیر سے قرآن نیزون پر باندہ کر دکہائے گئے تھے کہ جس سے علی مرتضےٰ کے لشکر مین تفرقہ پڑگیا اور جنگ اوسوقت موقوف ہوگئی اور علی مرتضےٰ کی فتحمندی سے نجات ملگئی بمقابلہ علی مرتضےٰ کے حضرت معاویہ خلافت کی وہی جگہہ حاصل کرنا چاہتے تہے کہ جسپر حضرت عمر نے قدم رکہا تہا اور خاندان پیغمبر سے منصب خلافت کے نکالنے کی بنیاد ڈالی تہی۔

عمرو بن عاص اونکے وزیر با تدبیر کے شایان یہی تہا کہ وہ ایک مضمون شاعرانہ غلغلہ پیدائش حضرت عمر کا بیان کرین کہ جو بنیاد شان حضرت عمر کے لئے ہو اور جسپر

گئی تھی" اور مقابلہ اون صحیح روایتون کا ہو کہ جنمین پیدایش حضرت محمدؐ اور علی مرتضیٰ اور اونکے بچپن کے حالات منقول ہین جنسے شہرہ آفاق ہونا اونکا اخذ کیا جاتا ہے۔

سن رشد کے حالات کے کم معلوم ہونے کے وجوہ

ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کے سن رشد کے حالات کو بھی تسلیم کرتے ہین کہ بہت کم معلوم ہین اور کم معلوم ہونے کی وجہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ "وہ اوسوقت کس کو خیال تھا کہ یہ نوجوان آگے چلکر فاروق اعظم ہونے والا ہے"

یہ سچ ہے کہ حضرت عمرؓ اوس درجہ کے خاندان سرداروں اور معززین سے نہین تھے جنکے نوجوانون کے حالات اوسی زمانہ مین لوگون کو معلوم ہوتے رہتے ہین اور ہر کہ و مہ کی نگاہ اونکے حالات پر پڑتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ حضرت عمر کے ایسے حالات سن رشد کہ جس سے اونکی فضیلت کو تائید ہو بالکل معلوم نہین ہوتے اور معلوم کہانسے ہوتے کہ درحقیقت اونکا وجود ہی نہ تھا۔ ذی علم مصنف نے یہ تصریح نہین کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم کیونکر ہوگئے یہ لقب اونکو کسنے دیا اور کیونکر حاصل ہوا؟ ہمکو تو کتب سیر و احادیث یہ بتاتی ہین کہ آنحضرتؐ نے علی مرتضیٰ سے فرمایا تھا کہ "تم حق باطل مین فرق کروگی"[1] اصحاب کو آنحضرتؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ عنقریب میری امت مین فتنہ برپا ہوگا جب وہ وقت اوے تو تم ملازمت علی کی اختیار کرنا کیونکہ وہی حق و باطل مین فرق کرنے والا ہے"[2] ان احادیث سے ثابت ہے کہ یہ لقب آنحضرت نے علی مرتضیٰ کو دیا تھا پیغمبرؐ نے حضرت عمرؓ کو یہ لقب نہین دیا۔

---

[1] ریاض النضرۃ فی فضایل عشرہ للمحب طبری و فردوس الاخبار دیلمی و معجم کبیر طبرانی ۱۲۔

[2] مناقب اخطب خوارزم و فردوس الاخبار دیلمی [illegible]

صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ واقدی و علامہ جریر طبری قبول کرتے ہین کہ وہ حضرت عمر کو اہل کتاب فاروق کے لقب سے پکارتے تھے اور مسلمانون نے بھی انہین کا اتباع کیا اور ہمکو پیغمبر سے اس بارہ مین کچھ نہین پہونچا" جس سے صریح ظاہر ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا اور عہد حضرت معاویہ کا آیا تب بمقابلہ علی مرتضی حقیقی فاروق کے عہد معاویہ کے مسلمانون نے حضرت عمر کو فاروق اعظم کے لقب سے پکارنا شروع کیا ہے پس ذیعلم مصنف کو یہ کہنا تھا کہ وہ یہ نوجوان آگے چلکر عہد حضرت معاویہ مین فاروق اعظم ہونیوالا ہے"

سن رشد کے کچھ حالات کا ملنا اور اس سے پتہ تعلیم و تربیت

ذیعلم مصنف نے بہت تفحص اور تلاش سے کچھ حالات بہم پہنچائے ہین اور پہلے وہی روایت لکھی ہے جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہے کہ وہ خطاب نے اونٹ چرانے کی خدمت حضرت عمر کے سپرد کی تھی اور وہ ضجنان کے جنگل مین نمدے کا کرتہ پہنے اونٹ چراتے پھرتے تھے اور انکے باپ سخت بیرحمی سے پیش آتے تھے کہ جب وہ تھک کر دم لینا چاہتے تو والد بزرگوار کے ہاتھ سے پیٹے جاتے تھے"

یہ واقعہ سچ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر نے اسکی تصدیق کی ہے اور اسکی صداقت پر وہ واقعہ یقین دلاتا ہے جو تحقیقی ہے کہ خاندان عدی نے جسمین خطاب شامل تھے بنو عبد الشمس کی عداوت کی وجہہ سے بنو سہم کے دامن مین پناہ لی تھی اور مکہ کے اپنے مکانات بیچڈالے تھے۔ مگر اس روایت سے حضرت عمر اور ان کے باپ کی سیرت اور تعلیم و تربیت انھین اعراب کی سی ظاہر ہوتی ہے کہ جو لوگ عرب کے دیہات مین سکونت گزین یا بادیہ نشین تھے جنکو عرب صحرائی بھی کہتے ہین مگر

حضرت عمر کے شریفانہ مشغلونکی کیفیت جو عرب مین معمول بہ تھی

ذی علم مصنف برخلاف اسکے حضرت عمر کا

ان شریفانہ [illegible] دکھانا چاہتے ہین [illegible] شرفاء عرب [illegible]
اور لازمۂ شرافت ظاہر کرتے ہین اور ان شریفانہ مشغلون کو۔ نسب دانی
سپہگری، پہلوانی اور مقرری پر محدود کرتے ہین اور انھین چیزون مین
حضرت عمرؓ کی تعلیم و تربیت بیان کی ہی۔

افسوس ہی کہ اخلاقی تعلیم و تربیت کا ذکر جو دراصل لازمۂ شرافت
ہی ذیعلم مصنف نے متروک کیا ہی۔

ہر ملک مین ہر زمانہ مین تین طبیعتون کے لوگ ہوتے رہے ہین۔
اعلیٰ۔ متوسط اور ادنیٰ۔ اور یہ ہی حالت ملک عرب کی تھی۔ اور ہر طبقہ
کے لئے وہ مشاغل محدود وہ عرب مین نہ معمول بہ تھے نہ لازمۂ شرافت
اُن پر محدود تھا البتہ اخلاقی تعلیم و تربیت ہر طبقہ کے لئے ضروری گنی گئی
اور وہی لازمۂ شرافت تھا۔ "الشرافت بالعلم و الادب لا بالمال و النسب"۔
جیسا کہ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا ہی۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا رواج اعلیٰ درجہ کے
خاندان عرب مین تھا۔ جس سے سیرت انسانی ٹھیک ہو جاتی تھی۔ اور
یہی چیز اعراب مین نہین تھی بلکہ اسکے خلاف تھی جیسا کہ خدا سیرت اعراب
کی خبر دیتا ہی "الاعراب اشد کفر و نفاقاً" لیکن علم و ادب و شجاعت و فصاحت
و بلاغت کے اوصاف اُسی کسی شخص کے برتر و اعلیٰ ہوتے ہین جسکی طبیعت
اُسکے لئے موزون ہو اور قانون قدرت نے جسکا دل و دماغ ان اوصاف
کے لئے وضع کیا ہو اور ویسا ہی مادّہ اُسکی طبیعت اور فطرت مین ودیعت
کیا ہو۔

یہ اوصاف کسیقدر کسب کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتے ہین مگر قدرتی
شان کے مقابلہ مین کسبی شان کے اوصاف ہمیشہ ہم آغوش عجز ہوتے

تھے اور کبھی رتبۂ افضلیت اور اکملیت کا نہین پاتے تھے۔

اگر حضرت عمر اُن مشاغل محدودہ مین کامیاب بھی ہوگئے تو محض اُن اسباب سے وہ درجہ افضلیت اور اکملیت کا اپنے ہمعصرون پر نہ پاسکتے تھے اور نہ پایا۔ خود انھین نے سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت کے لئے ابوبکر کو افضل قبول کیا۔ وہ حضرت ابوبکر جنھون نے علانیہ لوگون کے سامنے فرمایا کہ "مجھسے اقالہ بیعت کا کرلو جبکہ درمیان تمھارے تمھارا بہتر علی موجود ہے" جسکا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے مقبولہ افضل نے علی مرتضیٰ کو افضل الناس بعد رسول کہا اور خود حضرت عمر نے (جبکہ علی مرتضیٰ اُن کو راہ صواب دکھاتے تھے اور خطا سے بچاتے تھے) ستر و بر وایتے بہتر مرتبہ فرمایا کہ "لولا علی لھلک عمر" اگر علی نہ ہوتے تو ہلاک ہوجاتا عمر۔

حضرت عمر اور فن نسب دانی

نسب دانی کا فن اگر حضرت عمر کے خاندان مین موروثی چلا آتا تھا اور حضرت عمر نے بھی وہ فن بذریعہ ارث کے پایا تو یہ بات کسی فخر اور تفوق کی نہین ہوسکتی تھی۔ عرب مین اکثر خاندان ایسے تھے جو اس فن مین پوری مہارت رکھتے تھے۔

ذیعلم مصنف نے حضرت عمر کے فن نسب دانی کو بہت ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ظاہر کیا ہے جسکی مسلمانون مین عموماً شہرت نہین ہے۔ خاندان بنی ہاشم مین اُسی زمانہ مین عقیل بن ابی طالب ماہر انساب عرب ایسا نامور گذرا ہے جسکی شہرت ہزارون مسلمانون مین اسوقت تک زبان زد ہے۔ اور عرب مین نسب کا خیال ایسا تخیل تھا کہ انسانون سے گذر کر گھوڑون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے چنانچہ ذیعلم مصنف نے خود صفحہ (۳) مین لکھا ہے کہ "بچہ بچہ اپنا باواجداد کے نام اور اُن کے رشتے ناتے

اُس دن بارہ بارہ پشتون تک محفوظ رکھتا تھا یہان تک کہ انسانون کی قدر ر
گھوڑون اور اونٹون کے نسب نامے محفوظ رکھے جاتے تھے"

ایسی حالتمین ملک عرب مین نسب کے فن مین مہارت کا پیدا ہونا باعث اسکا نہین ہوسکتا کہ اُسکا ذکر فخر کے ساتھ کیا جائے جبکہ ہر اعلی وادنی ملک عرب کا اُس فن کا شوق رکھتا تھا جسکا انجام یہ ہوا کہ یہ فن خدمت کی شان سے ادنی درجہ کے لوگون کے ہاتھ مین رہ گیا۔

ہندوستان مین خدمت نسب دانی

جب عرب کی نسلین خصوص سادات بنی فاطمہؑ اصل سرداران قوم عرب ہندوستان مین آئے تو اُنھون نے اِس خدمت کو نہایت کم درجہ لوگون کے ذمہ کر دیا جسکا نشان اسوقت تک ہندوستان مین مثل سادات بارہا وقصبہ امروہہ وسرسی ضلع مرادآباد کے موجود ہے۔ یعنی نسب دانی کی خدمت میراثیون اور بھاٹون کے سپرد کر دیگئی جن کو نساب کہتے ہین۔

اگر فن نسب دانی کوئی فخر کے قابل بات ہوتی تو سادات قوم عرب اُس فن کو ایسے کم درجہ لوگون کے سپرد نکرتے۔ پہلوانی اور کشتی کے فن مین ذیعلم مصنف نے حضرت عمر کی نسبت بیان کیا ہی کہ "وہ عکاظ کے دنگل مین معرکہ کی کشتیان لڑتے تھے" اور قیاس کیا ہے کہ "وہ حضرت عمر نے اِس فن مین پورا کمال حاصل کیا تھا۔

فن پہلوانی

ہم حضرت عمر کی پہلوانی اور کشتی کے فن مین کمال حاصل کرنے اور اُنکی شہسواری کی بابتہ جسکی نسبت ذیعلم مصنف نے کہا کہ "وہ اُنکا کمال عموماً مسلم ہے" صرف اِسقدر کہنا چاہتے ہین کہ ان فنون مین حضرت عمر کا کمال

عہد [illegible]

جہان جہان بڑی بڑی معرکہ آرائیان اور جنگ وجدل واقع ہوئی وہان حضرت عمر نے ہمیشہ میدان جنگ کو چھوڑ دیا اور میدان سے جدا ہو جانے کو ذریعہ جان کی حفاظت کا گردانا جسپر تمام تاریخین اسلام کی بالاتفاق گواہی دے رہی ہین۔

برخلاف اسکے علیؑ مرتضیٰ کی حالت اور شان ظاہر ہوئی ہے کہ سیکڑون شجاعان عرب کو جنھون نے قتل کیا اور خود بھی معرکون مین زخم کھائی کوئی قبیلۂ عرب مین باقی نہ تھا جسکا نامور ممبر اُن کے ہاتھ سے مقابلہ مین قتل نہ ہوا ہو اور میدان جنگ مین ہمیشہ جمے رہے جسکی مثال خدا نے قرآن مین دی ہے۔ جیسے سیسہ پلائی ہوئی بنیاد۔ "کانھم بنیان مرصوص"

اگر پہلوانی اور کشتی اور شہسواری مین جیسا ذی علم مصنف قیاس کرتے ہین حضرت عمر کو کمال تھا تو اُنھون نے عہد پیغمبرؐ مین کسی موقع پر یا اپنے زمانہ خلافت مین اپنی ذات سے وہ کمال کیون نہین دکھایا ہان ایسی حالت مین یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ محبت اسلام و اُنس پیغمبرؐ سے اپنی جان کی حفاظت مقدم سمجھتے تھے ؎ نہ ہر جائے مرکب توان تاختن ✤ کہ جاہا سپر باید انداختن "

خندق مین حضرت عمر کی پہلوانی

غزوہ خندق مین بیس پچیس روز مسلمان محصور رہے تھے اور دُشمنون کو یہ جوش و غا تھا کہ عمرو ابن عبدود گھوڑا کدا کر آیا اور چند بار مبارز طلب کیا۔ تو پیغمبر نے چند بار اپنے اصحاب کیطرف خطاب کرکے فرمایا کہ "کوئی ایسا ہی جو اسکے شر سے بچائے" کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور ایسی حالت تھی کہ جیسے اُن کے سرون پر جانور بیٹھا ہی۔ حضرت عمرؓ نے اُسوقت یہ بولے کہ ایکمرتبہ ہم اس شخص کے ساتھ قافلہ مین تھے کہ ایک ہزار قزاقون نے قافلہ پر حملہ کیا اِس شخص

ہمارے دلون مین بیٹھی ہوئی ہی"۔ مگر علی مرتضی ہر مرتبہ پیغمبر کے آگے فرمانے
پر آمادہ حرب ہوتے تھے لیکن پیغمبر اُن کو روکتے تھے۔ آخر کار جب کوئی
عمرابن عبدود سے مقابلہ کے لئے نہ نکلا تو علی کو پیغمبر نے اجازت دی اور
علی مرتضی نے اُسکے ہاتھ سے زخمی ہوکر اسکو قتل کیا۔

اگر حضرت عمر کو سپہگری پہلوانی اور شہسواری مین کمال تھا تو کیا وجہ ہے
کہ نہ تو اُسوقت عمرابن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلے (حالانکہ علی مرتضی
کو دیکھہ کر اُسنے خود حضرت عمر کو خاصتہ کہا تھا کہ وہ حضرت کیون جنگ کو نہین آئے)
اور نہ جبوقت کہ قزاقون نے حملہ کیا تھا اُسوقت اُنھون نے قزاقون کا
مقابلہ کیا۔ اور عمر عبدود کیطرح اُسوقت اور علی مرتضی کیطرح اِسوقت
سپہگری پہلوانی اور شہسواری کے کچھ جوہر نہ دکھائے۔!!

ضرار ابن خطاب کے مقابلہ مین حضرت عمر ابن الخطاب کی سپہگری

یا جسوقت کہ علی مرتضی نے ابن عبدود کو قتل کرکے اُسکے ساتھیون کیطرف
رخ کیا ہی اور بھاگنے والون مین ضرار ابن خطاب کے قتل کے لئے خود حضرت عمر
اُسکے پیچھے ہوئے تھے جیسا کہ صاحب تاریخ خمیس و صاحب ازالۃ الخفا و دیگر
مورخین اسلام نے لکھا ہی تو کیون اُسکے نیزہ کا چرکہ کھاکر اور بقول اُسیکے وہ
نیزہ کا گھاؤ ہمیشہ کے لئے ایک نعمت خوشگوار اُسکی طرف سے یادگار لیکر گردن
جھکائے واپس چلے آئے اور کیون اپنے فن پہلوانی اور کشتی اور سپہگری کی
ایسے شخص کے مقابلہ مین بھی چیتی نہ دکھائی۔

عکاظ کے دنگل مین قواعد

عکاظ کے دنگل یا کسی تعلیم گاہ عرب کی تعلیم کا فخر اُسی وقت شایان ہو سکتا

۱؎ روضۃ الصفا۔
۲؎ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۴۸۶

سیوقت ظاہر ہوا ہو۔ قوم عرب کی طینت مین مفاخرت اور منافرت تھی
جو کوئی جبن کسی دنگل یا تعلیم گاہ مین شریک ہوتا تھا دوسرے لوگ مفاخرت
اور منافرت کا لحاظ رکھکر اُس پر نظر ڈالتے تھے کہ یہ کس درجہ کا ہی۔ اور
اُسکے ساتھ اُسی درجہ کا لحاظ رکھتے تھے جسدرجہ کا وہ ہوتا تھا۔

خولہ بنت حکیم کا حضرت عمر سے مکالمہ

حضرت عمر جبن زمانہ مین مسند آرا ے خلافت تھے اُس زمانہ مین ایک مرتبہ
خولہ بنت حکیم حضرت عمر کو ملی۔ حضرت عمر نے خود اُسکو سلام کیا۔ اُس نے
جواب مین کہا کہ ای عمر کچھ اور کہہ مین تجھے پہچانتی ہون۔ تیرا نام عکاظ
کے بازار مین عمیر تھا اور تھوڑے دنون بعد تجھے عمر کہنے لگے اور اب
بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا''۔

خولہ بنت حکیم مشاطہ گری کا پیشہ رکھتی تھی۔ قطع نظر اسکے کہ وہ عربی النسل
تھی مگر ایسے پیشہ ورون کو ہر ایک کے حسب و نسب اور شرف و منزلت سے
آگاہ ہونا بلحاظ فرائض پیشہ کے ضروری امر ہوتا تھا۔ جیسے وہ حضرت عمر کو
پہچانتی تھی ویسے ہی حضرت عمر اُسکو پہچانتے تھے اور اُس کا یہ ادب کیا کہ
سبقت سلام کی اُس پر کی اِس خوف سے کہ خود نہ بول اُٹھے لیکن تو بھی
وہ جواب دینے سے نہ چوکی اور آہستہ آہستہ جو اُنکی تعظیم نام اور لقب سے ہوئی
اُسکو ظاہر ہی کر دیا۔

اِس روایت سے ظاہر ہی کہ جو زمانہ حضرت عمر کے ابتدا سن کا تھا جبکہ
وہ عکاظ کے دنگل مین کشتی لڑا کرتے تھے اُس زمانہ مین حضرت عمر کا نام
''عمیر'' صیغہ تحقیر سے ضرور لیا جاتا تھا کہ جو آخر کار بازار عکاظ مین آشکارا
ہوا۔ اور جس سے بخوبی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانہ مین حضرت عمر کس درجہ

مفاخرت اور منافرت سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت عمر کے فن تقریری اور منصب سفارت کی حقیقت

بیان فن تقریری کے وقت حضرت عمر کی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "قوت تقریر کی نسبت کوئی مصرح شہادت موجود نہین ہی" مگر ذیعلم مصنف یہ قیاس کرتے ہین کہ "قریش نے اُن کو سفارت کا منصب دیا تھا اور یہ منصب اُس شخص کو ملسکتا تہا کہ جو تقریر اور معاملہ فہمی مین کمال رکھتا تھا۔

ذیعلم مصنف سے اِس قیاس مین سخت غلطی ہوئی ہی کہ اُنھون نے منصب سفارت کو ذریعہ قوت تقریر کا گردانا ہی حالانکہ قوت تقریر جس کسی کے لئے قوم اُسکے عہد مین قبول کرلے اُسکو منصب خطابت کا دیا جانا قبول ہوسکتا ہی اِس لئے کہ خطیب وہ ہوسکتا ہے جو اپنے دل اور دماغ سے تقریر کو پیدا کرے اور اُسکے لئے ضرور ہے کہ صانع حقیقی نے دل اور دماغ اُس قسم کا صنع کیا ہو اور اُس شخص نے ہر طرح کے علوم مین دستگاہی پیدا کی ہو۔

منصب سفارت کی شان اِسکے خلاف ہی۔ سفیر کا کام صرف یہ ہے کہ جو معاملہ بطور پیغام پہنچانے کے سپرد کیا جاے اُس مضمون کو اُن الفاظ مین ادا کردے جو اُسکو بتائے گئے ہون۔

سفارت کا منصب کسی کو حاصل ہونے سے یہ قیاس ضرور کیا جائیگا کہ وہ گونگا نہین ہی۔ ہمیشہ زمانہ نے تجربہ سے یہ دکھا دیا ہی کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اُن مین قوت تحریر اعلی درجہ کی ہوتی ہے مگر قوت تقریر نہین ہوتی۔

بعض دل اور دماغ ایسے ہوتے ہین کہ جنمین قوت تحریر و تقریر دونون اعلی درجہ

کی ہوتی ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ جنمین نہ قوت تحریر ہوتی ہے نہ قوت تقریر۔ اور ایسی قوتون کے وجود مین وضع دماغ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسی حالتمین حضرت عمر کی نسبت محض منصب سفارت کی وجہ سے وصف قوت تقریر کا قیاس صحیح نہین ہے جبکہ یہ قبول ہے کہ "وہ قوت تقریر کیواسطے کوئی شہادت موجود نہین" اگر یہ وصف بہی اونمین ہوتا تو جس طرح بیان منصب سفارت کا صحیح یا غیر صحیح یا بہ تبدیل نوعیت کیا گیا اونکی قوت تقریر کا زمانہ قائل ہوتا۔ جیساکہ زمانہ نے اوسی عہد مین مان لیا تہا اور مانتا چلا آتا ہے کہ علے مرتضے[ع] سے زیادہ کوئی فصیح و بلیغ اور تقریر کرنے والا نہین تہا۔

حضرت عمر کے مذاق شاعرانہ کی حقیقت

ذی علم مصنف نے جہان عکاظ کو کشتی کا دنگل بیان کیا ہے وہان یہ بہی ظاہر کیا ہے کہ۔ عکاظ کے سالانہ میلے مین تمام اہل فن جمع ہوکر اپنی کمالات کے جوہر دکہلاتے تہے" اور چار[ا] شاعرون کا نام لیکر بتاتے ہین کہ "وہ اسی تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے جنکو شاعری اور ملکۂ تقریر مین تمام عرب مانتا تہا" اور پہر حضرت عمر کی نسبت فرماتے ہین کہ "وہ نہایت عمدہ مذاق شاعری رکہتے تھے اور مشہور شعراء کے جیدہ اشعار یاد تھے" اور یہ قیاس کرتے ہین کہ "یہ مذاق اونہون نے جاہلیت ہی مین عکاظ کی تعلیم گاہ مین حاصل کیا ہوگا۔ اسلام لانے کے بعد وہ مذہبی اشغال مین ایسے محو ہوگئے تہے کہ اس قسم کے چرچے بہی چندان پسند کرتے تہے"

[ا] نابغہ ذبیانی حسان بن ثابت۔ قیس بن ساعدہ۔ خنساء

سے اونھون نے کوئی فائدہ معتدبہ حاصل کیا ہوتا تو اونکی بھی اس مذاق اور

فن مین ویسی ہی شہرت ہوتی جیسی دوسرے شعرا کی ذیعلم مصنف نے تحقیق کی ہے۔ اور جیسے

درکعبہ پر ایام جاہلیت مین شاعرونکا کلام جو سبعہ معلقہ کے نام سے مشہور ہے آویزان ہوا

تھا ویسے ہی جاہلیت مین حضرت عمرؓ کا کلام بھی خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا ہوتا یا وہ بھی منجملہ

ان شعرا کے ایک ہوتے جنکا کلام سبعہ معلقہ کی نام سے آویزان ہوا تھا اور نہ اسلام لانیکے بعد

اشغال مذہبی مین اس درجہ محو ہوجانا پایا جاتا ہے کہ وہ شاعرانہ چرچے ناپسند کرتے ہون

۔ نہ مذہب اسلام مین محویت مانع اوس قسم کے چرچون کی تھی نہ ہوسکتی تھی

اشغال مذہبی عہد پیغمبرؐ مین دو ہی قسم کے تھے ایک رواج مذہب اسلام

مین پیغمبرؐ کا ناصر و معین ہونا۔ دوسرے عبادت خداے واحد مین زیادہ وقت

صرف کرنا۔ سو انہین دونون امر مین نہ تاریخی واقعات ایسے موجود ہین

نہ قرآن ایسی شہادت دیتا ہے جنکا یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ حضرت عمرؓ کو اشغال

مذہبی مین کس درجہ محویت ہوگئی تھی۔

ہان تاریخی واقعات اور قرآن علی مرتضےؑ کی نسبت بے شک گواہی دیتے

ہین کہ وہ اشغال مذہبی مین کیا نصرت پیغمبرؐ رواج دین اسلام مین اور کیا عبادت

خداے واحد مین محو ہوگئے تھے اور کوئی نفس زندگی انکا انہین اشغال سے

خالی نہین ہوتا تھا۔ اور تمام اوقات اون کی عمر کے انہین مشاغل مین صرف

ہوئے جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا۔

حضرت عمرؓ کا عکاظ کی یونیورسٹی مین تعلیم پانا گو کسی حیثیت اور نوعیت

سے تسلیم کیا جاوے وہ رتبہ فخر کا بمقابلہ اوس کسی کے کسیطرح نہین کہہ سکتا

جنہنے پیغمبرؐ کی گود اور پیغمبرؐ کے گھر مین جو گھر قدیم سے امراء قریش کا تہا تعلیم اور تربیت پائی ہو اور ایسی تعلیم و تربیت سے جس کیکو فخر حاصل ہوا ہو۔ اور اوس تعلیم و تربیت کا فخر ہر مسلمان کے دل پر نقش ہو۔ اوسکے مقابلہ مین کچہ روایتون سے جنکی قطعی صحت نہو تعلیم و تربیت حضرت عمرؓ کا لحاظ کئے بغیر اور تعلیم گاہ سے قیاسی فخر پیدا کر کے اس زمانہ کے مسلمانون کے سامنے پیش کرنا نقش بر آب ہے۔

حضرت عمرؓ کی تجارتی معاش

ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کا فنون سے فارغ ہو کر فکر معاش مین مصروفیت کا یون ذکر کرتے ہین کہ "عرب مین معاش کا ذریعہ زیادہ تر تجارت کا تہا اونہون نے بہی یہی شغل اختیار کیا اور یہی شغل اونکی بڑی ترقیون کا سبب ہوا۔ تجارت کی غرض سے دور دور ملکون مین جاتے تہے۔ بڑے بڑے لوگون سے ملتے تہے۔ خودداری، بلند حوصلگی تجربہ کاری معاملہ دانی کے اوصاف اسلام لانے سے قبل پیدا ہوگئے تہے۔ ان سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہوتے لیکن کسی مورخ نے ان پر توجہ نہین کی۔ علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکہا ہے کہ عمر بن خطاب نے عراق و شام مین سفر کئے عرب و عجم کے بادشاہون سے ملے۔ اسکے متعلق واقعات کتاب اخبار الزمان اور کتاب الاوسط مین لکہے ہین " مگر خود ہی ذی علم مصنف یہ کہتے ہین کہ "وہ کتابین نا پید ہو چکین مین نے قسطنطنیہ کے تمام کتب خانے چہان مارے لیکن کچہ کامیابی نہوئی۔ محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین حضرت عمرؓ کے سفر کے کچہ واقعات لکہے ہین میری نگاہ سے گذرے اون مین کوئی دلچسپی نہین "

اس امر پر کہ حضرت عمر نے ذاتی حیثیت سے تجارت اختیار کی تھی
یا وہ اپنی ذاتی تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے یقین یا اطمینان ہونا بہت
دشوار ہے۔

صاحب حیاۃ الحیوان و قشیری لکھتے ہین کہ "ابو بکر صدیق اور عثمان
اور طلحہ اور عبد الرحمن بن عوف بزاز تھے اور حضرت عمر دلال تھے درمیان
بایع اور مشتری کے کوشش کرتے تھے"۔

دلالی کا پیشہ درمیان بایع اور مشتری کے جن کا تعلق دوکاندارون
اور خریدارون سے ہوتا ہی معیوب اور ادنی درجہ کا سمجھا گیا ہی اُسی دلالی
کو تقریر کی تعلّی سے تجارت قرار دیا گیا ہی۔

حضرت عمر کے سفر کی کیفیت

مین ذی علم مصنف کے اس قیاس سے بھی متفق نہین ہو سکتا کہ "وہ
حضرت عمر کے سفرون کے حالات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہونگے" ذیعلم
مصنف خود قبول کرتے ہین کہ "مورخون نے اُنپر توجہ نہین کی" جس سے
یہ نتیجہ نکلنا چاہیئے کہ مورخین نے اُنکو دلچسپ اور نتیجہ خیز نہ سمجھکر قابل توجہ کے نہ جانا

علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین جن دو کتابون مین حضرت عمر کے
واقعات کا ذکر کیا ہی اور جن کتابون کی نسبت ذی علم مصنف کو خیال گذرا ہی
کہ "اُن مین وہ دلچسپ اور نتیجہ خیز حالات ہونگے" یہ ذیعلم مصنف کا صرف شبہہ
ہی شبہہ ہی کہ جس شبہہ نے اُن کو قسطنطنیہ کے تمام کتب خانون کے چھان مارنی
مین بہت تکلیف دی۔ ورنہ درحقیقت اُن کتابون مین بھی وہی سادہ واقعات
ہونگے جو محدث ابن عساکر نے تاریخ دمشق مین لکھے ہین اور جو ذیعلم مصنف کی
نگاہ سے گذرے ہین اور جسکی نسبت وہ یہ راے دیتے ہین کہ "اُن مین کوئی
دلچسپی نہین" اور اس راے سے اس امر کی تائید ہوتی ہی کہ اُن مورخون نے

ہی [جن کی نسبت ذیعلم مصنّف یہ کہتے ہین کہ اُنھون نے توجہ نہین کی]
دراصل اُن واقعات سفر پر توجہ کرکے اُنکو عمداً ترک کر دیا ہی کہ وہ واقعات
دلچسپ اور نتیجہ خیز نہین تھے ۔ بلکہ یہ قیاس کیا جاتا ہی کہ اُن واقعات سے نقص
کسی وصف حضرت عمرؓ کا ہوتا تھا اِس لئے اُن مؤرخین نے اُن کو عمداً ترک کیا
اور ہمارے اِن ذی علم مصنّف نے بھی اپنے مذاق کے موافق اُن کو دلچسپ
نہ سمجھ کر چھوڑا ۔

لیکن حضرت عمر کے مطلق سفر کرنے سے انکار نہین ہو سکتا گو وہ کسی
غرض سے ہو اور گو اُسکے حالات سے کسی قسم کا نتیجہ نکلتا ہو اور یہ امر تسلیم کرلینے
کے قابل ہی کہ وہ عراق اور شام کے سفرون اور عرب و عجم کے بادشاہون کے
دربار مین حاضر ہونے سے تجربہ کار اور جہاندیدہ ہو گئے تھے اور اُن کے
دماغ نے ایسا مادّہ اخذ کر لیا تھا کہ اپنی حفاظت اور بہبودی اور ترقی کی گو
وہ کوئی نوعیت رکھے تدبیرون مین کامیابی حاصل کرتے چلے جائین ۔ اور
کچھ شبہہ نہین ہی جیسا کہ ذیعلم مصنّف نے کہا ہی کہ "یہی شغل اُن کی بڑی
ترقیون کا سبب ہوا"

بعد وفات پیغمبرؐ کہ ہنوز لاش پیغمبرؐ کی دفن نہین ہوئی تھی سقیفہ بنی
ساعدہ مین پہنچکر اور موقع غیر حاضری علی مرتضےٰ کا پاکر کہ وہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ مین
مصروف تھے قدیمی امارت اور بادشاہت کو خاندان پیغمبرؐ سے نکالا اور علی مرتضےٰ
کو جانشین پیغمبرؐ کا نرہنے دیا اور ابتداءً خود خلافت کو قبول نکیا اِس اندیشہ سے
کہ علی مرتضےٰ کیطرف سے نہ معلوم کیا آفت برپا ہو اور وہ حضرت ابو بکر بوڑھے
جدید خلیفہ کے سر ہی رہے اور خود اُس صدمہ و آفت سے محفوظ رہین ۔ اور
یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابو بکر سن رسیدہ ضعیف القوی شخص ہین اُنکے عہد مین زمام حکومت

لئے استخلاف نکر سکینگے اور احسان کی جزا احسان سے کرینگے۔

چنانچہ انھین فکرون اور تدبیرون کا نتیجہ حضرت عمرؓ کی کامیابی کے لئے ہوا اور ذیعلم مصنّف نے سچ کہا ہے کہ "وہ شغل اُنکی بہت بڑی ترقی کا سبب ہوا" اور مین بھی حضرت عمرؓ کی اِن چالاک فکرون اور ہوشیار تدبیرونکی داد دیتا ہون۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ قبول اسلام

ذیعلم مصنّف حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے قصہ لکھتے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت عمرؓ کا ستائیسوان سال تھا کہ رسول صلعم مبعوث ہوئے اور اسلام کی صدا بلند ہوئی" اور یہ بھی ذیعلم مصنّف تسلیم کرتے ہین کہ "حضرت عمرؓ مسلمانون کے دشمن ہو گئے اور جب اُنکی زد و ضرب سے (جسپر قابو پایا) کوئی اسلام سے برگشتہ نہ ہوا تو خود بانی اسلام کا قصہ پاک کر دینے کے لئے تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کیطرف چلے۔ راہ مین بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہو جانے کی خبر پا کر اُن کے گھر گئے اور بہن اور بہنوئی کو خوب مارا اور پیٹا تاکہ وہ اسلام پر قایم نرہین لیکن جب اُنھون نے کسی طرح اسلام سے برگشتہ ہونا قبول نہ کیا تب بعض آیات قرآنی سُنکر مسلمان ہو گئے اور پیغمبرؐ کے پاس پہنچکر اپنا ایمان ظاہر کیا"

ہم کو اس واقعہ سے کچھ اختلاف نہین ہے۔ لیکن اس تمام واقعہ سے حضرت عمرؓ کی تجربہ کاری اور ہوشمندی پر نظر رکھ کے جو قیاس صحیح پیدا ہوتا ہے اُسکے ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتے۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے کی حقیقت۔

یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ حضرت کے دل مین شدت کفر اور دشمنی پیغمبرؐ اور مسلمانون کی اسقدر جمتی تھی کہ وہ خود پیغمبرؐ کا تلوار سے قصہ فیصل کرنے پر برانگیختہ ہو کر چلے

اور یہ بھی تسلیم ہو چکا ہی کہ خودداری اور بلند حوصلگی اور تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سفرون اور تجارت کے ذریعہ سے حضرت عمر مین پیدا ہو چکی تھی۔

اسی خودداری اور بلند حوصلگی نے اُنکو، صریح ہی کہ اس بات پر آمادہ کیا کہ امارت قریش کے سردار کا کہ جو کل قوم عرب کی اصلاح کا دعوی کرتا ہی اور جسکا نتیجہ کل پر امیر ہو جانے کا اور کُل قوم کو بلکہ کُل جہان کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے۔ فیصلہ کر دون تو قریش مجھی کو امیر قبول کر لینگے کہ اُسوقت سوائے چند مسلمانون کے کُل قوم قریش، اور کُل قوم عرب دشمن جانی پیغمبر کی تھی اور جس خاندان امارت مین ایسا دشمن قوم عرب کا ہی اُسکے قتل ہونے کے بعد قریش یا قوم عرب اُس خاندان سے ہرگز کسیکو امیر عرب مانین گے۔ بلکہ اُسکے قاتل کو فخر یہ اپنا امیر بنائین گے۔ لیکن جب راہ مین ۱۱ واقعہ غیر متوقعہ اُن کو نظر آیا کہ خود اُنکی عزیز خاندان والے بھی ایسے پختہ مسلمان ہو گئے ہین کہ وہ کسی حالت مین اسلام کو ترک نکر سکین گے اور اِسی سے اُنھون نے سمجھ لیا کہ مذہب اسلام ایسی شی ہے کہ وہ ضرور افضلیت حاصل کر کے مسلمانون کو اعلیٰ ترقی اور بہبودی پر پہنچا ویگا۔ وہین سے حضرت عمر نے اپنی پالیسی پلٹی کہ بجائے اِسکے کہ بانئ اسلام امیر قریش کو قتل کرین خود اپنا اُن کے زیر فرمان اور اُنکے ساتھ متفق ہونا پسند کیا تا کہ وہی ذریعہ اپنی ترقی کا ہو۔ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کی حالت اُس ارشاد رسول سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جو آنحضرت نے اُسوقت فرمایا ہی جبکہ حضرت عمر پیغمبر کے سامنے گئے ہین اور اُس ارشاد پیغمبر کو سُنکر ہی حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا ہی۔ واقعہ یہ ہی کہ جب حضرت عمر آنحضرت کے سامنے آئے تو حضرت نے فرمایا کہ "

انت بمنانتہ یا عمر حتی ینزل اللہ بک نہین ہی تو انتہا کیا گیا اے عمر یہان تک

عن الخزي والنكال ما انزل بالوليد بن المغيرة، فقال عمر اشهد ان لا اله الا الله، وانك عبد الله ورسوله

کہ نازل کرے اللہ تیرے لئے خواری رسوائی اور عقوبت سے جو کچھ کہ نازل کیا اللہ نے ولید بن المغیرہ کے لئے پس حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا؛

اور مفسرین نے اتفاق کیا ہی کہ ولید بن مغیرہ کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی ہی

ولا تطع كل حلاف مهين هماز مشاء بنميم مناع للخير معتد اثيم عتل بعد ذلك زنيم ان كان ذا مال وبنين۔

ترجمہ اطاعت مت کر کسی دروغ سوگند کھانیوالے خوار کی، عیب کرنیوالے اور سخن چینی کیطرف جلنے والے کی، باز رکھنے والے کی خیر سے اور تعدی کرنیوالے بدکردار کی، درشت جفاکار، حرامزادہ کی اگرچہ وہ صاحب مال اور بیٹوں والا ہو؛

ارشاد پیغمبر کو سنکر جو حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑہا۔ اس واقعہ سے زیادہ کوئی امر، وجہہ انکی حالت اسلام قبول کرنے کی ظاہر نہین کرسکتا۔

حضرت عمر کی وجہہ سے علانیہ ادائے فرائض کی حقیقت

ذیعلم مصنف حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کے بعد جسکو وہ سنہ نبوی کے چھٹے سال کا واقعہ ظاہر کرتے ہین تاریخ اسلام مین نئے دور کا شروع ہونا ظاہر کرتے ہین کہ وہ اسوقت تک اگرچہ چالیس پچاس آدمی اسلام لاچکے تھے عرب کے مشہور بہادر سید الشہدا نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ نہین ادا کرسکتے تھے اور کعبہ مین نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔

جماعت کے ساتھ اُنھون نے کعبہ مین جاکر نماز ادا کی" ابن ہشام سے یہ روایت لیتے ہین کہ "جب عمر اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہان تک کہ کعبہ مین نماز پڑھی اور اُنکے ساتھ ہم لوگون نے بھی پڑھی"

یہ امر کہ پیغمبر یا مسلمان حضرت عمر کے اسلام لانے سے قبل علانیہ فرائض مذہبی ادا نہین کر سکتے تھے اور کعبہ مین نماز پڑھنا ناممکن تھا؟ صحیح نہین ہی۔

کتب تواریخ و سیر سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبر نے خدا کی عبادت کبھی چھپکر نہین کی۔ وہ شروع سے ہی خدا کی عبادت علانیہ کرتے رہے اور سجدہ کیوقت اُن کو اذیتین پہنچی ہین کہ کسی نے حضرت کی پشت مبارک پر اونٹ کا اوجھ رکھدیا اور کسی نے حضرت کے گلوے مبارک مین چادر ڈالکر گھسیٹا۔

شروع زمانہ اسلام کے متعلق ایک روایت

"حضرت عباس کے ایک دوست نے جسوقت جدید طریقہ نماز کو دیکھا ہی وہ وہ وقت تھا کہ پیغمبر آگے اور ایک عورت اور ایک لڑکا پیچھے نماز پڑھ رہی تھے حضرت عباس نے جبکہ اُنکے دوست نے اُن سے پوچھا تو بتایا کہ یہ اگلا شخص میرا بھتیجہ ہی جو دعوی پیغمبری کا کرتا ہی اور اُسکے پیچھے جو عورت ہی وہ اُسکی زوجہ ہی اور وہ لڑکا میرے بھائی کا بیٹا ہی اور یہ ایک نئے دین کی دعوت کرتے ہین"[1]

یہ وقت بہت ہی ابتدائی زمانہ بعثت کا تھا جبکہ پیغمبر خدا کی عبادت چھپکر نہین کرتے تھے اور اُسوقت سواے اُن تین شخصون کے کوئی اور موجد

---

[1] خصائص امام نسائی صفحہ ۳ و ۴ و کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۲۲ و تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۱۶۱ و استیعاب امام عبد البر۔ ۱۲

اور مقلد اُس دین کا عالم مین نہین تھا۔ اور کعبہ مین اظہار اسلام اور دعوت اسلام کا قصہ اہل سیر و تواریخ اسطرح لکھتے ہین کہ "جب ۲۹ شخص اصحاب رسول کے ہوگئے تھے حضرت ابوبکر کے اصرار سے پیغمبرؐ ظاہر ہوئے اور مسلمان نواحی مسجد مین متفرق ہوگئے۔ حضرت ابوبکر خطبہ پڑھتے تھے اور پیغمبرؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین نے ابوبکر پر حملہ اور اُنکو بہت زد و کوب کیا (جس چیز سے کہ اُن کو مارا اور جسطرح مارا اُسکی تفصیل کتب تواریخ مین درج ہی)۔ حضرت ابوبکر اس دردناک واقعہ سے بیہوش ہوگئے اور اُنکی قوم اُنکو اُٹھا کر لیگئی"[1]

حضرت عمر سے نماز کے لئے کعبہ مین قتال کی مفصل حقیقت

حضرت عمر سے کعبہ مین نماز کے لئے جو قتال کا ذکر کیا جاتا ہی جسمین یہ مذکور ہے کہ کسکو حضرت عمر نے قتل یا زخمی کیا؟ اور کوئی حضرت عمر کے زخم لگا؟ اور کون کون حضرت عمر کے مقابلہ مین آیا تھا؟ اگر حضرت عمر سے کوئی مقابلہ کفار مکہ سے ہوا ہوگا جسکا نشان کسی اور جگہ سے نہین ملتا ہی تو وہ جنگ ایسی ہی ہوئی ہوگی جیسے حضرت ابوبکر سے ورنہ قتل و قتال کا حکم قبل ہجرت نہین دیا گیا جس سے ظاہر ہے کہ روایت مقاتلہ عمر کی محض مصنوعی ہی اور اگر حضرت عمر نے خلاف حکم خدا و رسول قتال کیا تو اس سے فضیلت حضرت عمر کی وہی پیدا کرسکتے ہین جو اُنکے فعل بیجا بھی مستحسن قرار دیتے ہین۔

---

[1] تاریخ الخلفا للسیوطی صہ ۲۶ و روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ و جامع البیان و کتاب منتقی ۱۲۰

[2] معارج النبوۃ صہ ۲۵۴ سطر ۱۲

حضرت امیر حمزہ سید الشہدا کے مسلمان ہو جانے اور حضرت ابو طالب کے زیر حفاظت ہونے سے پیغمبرؐ کو یہ نصرت پہنچ چکی تھی کہ کوئی کافر و مشرک پیغمبرؐ کو اذیت نہیں پہنچا سکتا تھا البتہ یہ ضرور ہے کہ جوں جوں مسلمان زیادہ ہوتے جاتے تھے ویسے ہی تقویت مذہب اسلام کو اور پیغمبرؐ کو ہوتی جاتی تھی۔

حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے نئے دور کی حقیقت

ایسے ہی حضرت عمر کے اسلام میں شامل ہونے سے زیادہ تقویت پیغمبر اور مذہب اسلام کو ہوئی۔ لیکن یہ امر کہ "حضرت عمر کے اسلام لانے سے نیا دور پیدا ہوا اور فرائض مذہبی علانیہ ادا ہونے لگے اور کعبہ میں نماز پڑھی جانے لگی" مسلم نہیں ہو سکتا۔

اگر حضرت عمر کے اسلام لانے سے یہ نیا دور پیدا ہو گیا تھا تو ہجرت حبشہ اسوقت کیوں کی گئی جبکہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے وقت سے تعداد مسلمانوں کی دُگنی ہو گئی تھی اور پھر پیغمبر کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟ اور حضرت عمر اور دیگر مسلمان پیغمبرؐ سے پہلے مدینہ کو کیوں ہجرت کر کے چلے گئے؟

جب اداے فرائض مذہبی حضرت عمر کی وجہہ سے علانیہ ہونے لگے تھے اور کعبہ میں نماز پڑھنا قائم ہو گیا تھا تو مکہ سے ہی مذہب اسلام تمام قوم عرب میں اور تمام ملکوں میں پھیلایا جا سکتا تھا حالانکہ تمام مورخ اسپر متفق ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور حمایت پیغمبرؐ میں ضعف آگیا اور کفار و مشرکین مکہ بالکل قتل پیغمبر پر آمادہ ہو گئے اسوقت پیغمبرؐ نے ہجرت کی ہے جیسا کہ مصنف نے بھی بیان ہجرت میں قبول کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی قوت سے نہ پیغمبرؐ کی حفاظت ہو سکتی تھی اور نہ دین اسلام جاری ہو سکتا

تھا نہ قایم رہ سکتا تھا۔

حضرت عمر کے اسلام لانے سے اگر نیا دور شروع ہوگیا تھا تو افسوس ہی کہ وہ دور نہایت ضعیف تھا اور پیغمبر کی ہجرت سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔

مدینہ مین حضرت عمر کا صیغۂ اخوت

ذیعلم مصنف نے بیان ہجرت مین حضرت عمر کی فضیلت بحیثیت ایک یہ امر بیان کیا ہے کہ مدینہ مین پہنچکر جو مہاجر جس جس رتبہ کا ہوتا تھا اُسی رتبہ کے انصاری کو اُسکا بھائی بناتے تھے۔ حضرت عمر کو جسکا بھائی قرار دیا اُسکا نام عتبان بن مالک تھا جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے"۔ اور خود ہی ذیعلم مصنف حاشیہ چڑھاتے ہین کہ "حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری مین عتبان کی بجاے اوس بن خولی کا نام لکھا ہی اور اسی کی تصحیح کی ہی"۔ لیکن ذیعلم مصنف تعجب کرتے ہین کہ "خود علامہ موصوف نے اصابہ مین ابن سعد کے حوالہ سے عتبان کا نام لکھا ہی اور اوس بن خولی کا جہان نام لکھا ہی حضرت عمر کی اخوت کا کچھ ذکر نہین کیا"۔

اصابہ اور فتح الباری مین اختلاف صیغۂ اخوت

لیکن مجھکو ذیعلم مصنف کے تعجب پر تعجب ہے۔ اُنھون نے خیال نہین کیا کہ حافظ ابن حجر کی تصنیف اول فتح الباری ہی یا اصابہ۔ اور قرینہ صاف یہ چاہتا ہی کہ اول تصنیف حافظ ابن حجر عسقلانی کی اصابہ ہے جسمین اُنھون نے بلا کسی تحقیق کے ابن سعد کے حوالہ سے عتبان کا نام لکھا ہی۔ اور اوس بن خولی کا جہان نام لکھا حضرت عمر کی اخوت کا کچھ ذکر نہین کیا کہ اُسوقت تک اُنکی یہ تحقیق نہین ہوئی کہ اوس بن خولی کے ساتھ حضرت عمر کی اخوت قرار دی گئی۔ جب علامہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری تصنیف کی اُسوقت اُنکی تحقیق یہ ہوئی کہ عتبان [illegible] کے ساتھ حضرت عمر کا صیغۂ اخوت نہین پڑا [illegible]

اُوس بن خولی کے ساتھ پڑھا گیا اس لئے اُنھون نے مقدمہ فتح الباری مین اپنی تحقیق ظاہر کی ہی کہ حضرت عمر کا صیغہ اخوت اُوس بن خولی کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور یہ قرینہ اسی سے ظاہر ہے کہ ذلیعلم مصنف اس بات کو قبول کرتے ہین کہ وہ حافظ بن حجر نے جو فتح الباری مین عتبان کے بجاے اُوس بن خولی کا نام لکھا ہی اسی کی تصحیح کی ہی" مگر ذلیعلم مصنف نے عمداً حافظ بن حجر پر اس غرض سے غلط نکتہ چینی کی ہی کہ اُوس بن خولی کے ساتھ حضرت عمر کے لئے صیغہ اخوت پڑھنے سے کوئی فخر حاصل نہین ہو سکتا تھا کہ وہ اُس رتبہ کا شخص نہین تھا جس رتبہ کا شخص عتبان بن مالک تھا۔

علی مرتضےٰ کا صیغہ اخوت

باین ہمہ اگر حضرت عمر کا صیغہ اخوت عتبان سے بھی قبول کر لیا جاوے تو بھی صیغہ اخوت سے حضرت عمر یا کسی کو وہ عزت اور فخر حاصل نہین ہو سکتا جو علی مرتضےٰ کو حاصل ہوا ہی یعنی پیغمبر نے اُس مرحلہ صیغہ اخوت کو کہ جو باہم مہاجر اور انصار کے قرار دیا گیا تھا یون طے کیا ہے کہ پیغمبرؐ نے صیغہ اخوت اپنا علی مرتضےٰ کے ساتھ پڑھا ہی جس سی ایک دوسرا شرف پیغمبرؐ نے علی مرتضےٰ کے لئے یہ بھی ظاہر کر دیا ہی کہ علی مرتضےٰ کو پیغمبرؐ صلعم صرف مہاجر نہین جانتے بلکہ انصار اپنا نصرت کرنے والا بھی قبول کرتی ہین جس سی علی مرتضے مین ہجرت اور نصرت دونون وصف ظاہر ہوئے۔

حضرت عمر کو شرف حضوری پیغمبرؐ سے

ذلیعلم مصنف حضرت عمر کی نسبت قبول کرتے ہین کہ وہ حضرت عمر قبا مین مقیم رہے" اور شرف صحبت پیغمبرؐ حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ حضرت عمر ایک دن ناغہ دیکر آنحضرتؐ کے پاس جاتے اور دن بھر حاضر رہتے اور ناغہ کے دن برادر اسلامی حاضر ہوتے اور جو کچھ آنحضرتؐ سی لیتے

حضرت عمرؓ سے جاکر روایت کرتے "

علی مرتضیٰؑ کو شرف حضوری پیغمبرؐ

لیکن یہ شرف بمقابلہ اُس شرف کے کہ جن صحابہ کو روزانہ صحبت حضوری پیغمبرؐ کی رہتی تھی کم ہے۔ اور علی مرتضےٰ کو جو شرف صحبت پیغمبرؐ حاصل ہوا ہی اُسکے مقابل مین تمام صحابہ کو جو شرف صحبت حاصل ہوا ہیچ ہی۔ خود علی مرتضیٰؑ فرماتے ہین کہ "گود مین رکھا مجھ کو پیغمبرؐ نے درحالیکہ مین طفل تھا۔ اور اور چپٹا لیتے تھے مجھ کو اپنے سینہ سے۔ اور لے لیتے تھے مجھ کو اپنے بستر پر اور مس کرتے تھے مجھکو اپنے بدن شریف سے۔ اور سُنگھاتے تھے مجھ کو اپنے پسینہ کی بو۔ اور اپنے منھہ مین چیز کو چبا کر مجھ کو لقمہ دیتے تھے۔ اور مجھسے کوئی دروغ بات۔ گفتار مین پائی نہین گئی۔ اور نہ کوئی خطا میرے کردار مین ہوئی۔ بالتحقیق قرین کیا۔ خدائے سبحانہٗ نے پیغمبرؐ کا اُسوقت سے کہ دودہ اُن کا چھُٹایا گیا بزرگ ترین فرشتہ ملائک سے۔ جو چلاتا تھا پیغمبرؐ کو مکارم اور محاسن اخلاق عالم پر شب و روز۔ اور مین اُس پیغمبرؐ کی پیروی کرتا تھا جیسے کہ اونٹ کا بچہ اپنی مان کے پیچھے جاتا ہی۔ اور بلند کرتے تھے آنحضرتؐ ہر روز میرے لئے ایک نشان اپنے اخلاق سے اور حکم دیتے تھے مجھہ کو اپنی پیروی کا۔ اور ہر آئینہ مجاورت کرتے تھے وہ حضرت ہر سال کوہ حرا کی۔ پس دیکھتا تھا مین اُن کو اور نہین دیکھتا تھا اُن کو کوئی سوا میرے اور نہین جمع کیا ایک گھر مین اُس دن اسلام مین غیر رسول اللہؐ اور خدیجہ کبریٰؓ کی کے اور مین تیسرا اُن کا تھا۔ دیکھتا تھا مین نور وحی کو۔ اور سونگھتا تھا مین بوے نبوت کو۔ ہر آئینہ سُنی مین نے آواز اندوہناک شیطان کی جسوقت نازل ہوئی وحی آنحضرتؐ پر۔ پس عرض کی مین نے کہ ای رسول اللہ یہ آواز اندوہگین

کسکی ہی پس فرمایا کہ یہ شیطان ہے بتحقیق ناامید ہوگیا اپنی پرستش سے - اور
بتحقیق کہ سنتا ہے تو جو کچھ سنتا ہون مین اور دیکھتا ہے تو جو کچھ کہ دیکھتا ہون
مین - لیکن تو نبی نہین ہے لیکن تو وزیر ہے اور بیشک تو اوپر خیر کے ہے"

اسکا نتیجہ ہر ایک کی سمجھ مین بہ آسانی آسکتا ہے کہ ابتداء صحبت
پیغمبر سے علی مرتضیٰ نے سمجھ لیا تھا کہ زمانہ متغیر ہونیوالا ہی اور اسکے ثمر کا
رنگ خیر سے بدلنے والا ہے -

علی مرتضیٰ نے جو اپنی مثال رسول خدا سے دی ہی کہ "مین ایسا ہون
جیسے کہ ایک دو شاخہ درخت ایک بیج سے جما ہوا - اور جیسے ہاتھ بازو سے"
جس سے اندازہ قربت اور صحبت علی مرتضیٰ کا پیغمبر خدا سے بخوبی ہو جاتا ہی -

جب علی مرتضیٰ پیغمبر کے ساتھ ایک گھر مین رہتے تھے اور پرورش
علی مرتضیٰ کی پیغمبر کرتے تھے - اُس زمانہ مین پیغمبر اپنی ذاتی اور اپنی
قوت بازو کی کمائی جیسے اپنے اوپر صرف کرتے تھے ویسے ہی علی مرتضیٰ پر -
اور اُس کمائی سے جیسے گوشت اور خون پیغمبر کا پیدا ہوتا تھا ویسے ہی علی مرتضیٰ
کا - اور اسی واقعہ خاص نے علی مرتضیٰ کی نسبت پیغمبر سے کہلوایا ہی کہ "جو تیرا
گوشت ہے وہ میرا گوشت ہے اور جو تیرا خون ہی وہ میرا خون ہی" اور جیسے
کہ پیغمبر کے گوشت اور خون سے کوئی امر قبیح سرزد نہین ہوا ویسے ہی علی مرتضیٰ
کے گوشت اور خون سے بھی کوئی امر قبیح پیدا نہین ہوا -

علی مرتضیٰ مدینہ منورہ مین بھی ایک گھر مین پیغمبر کے ساتھ رہے یا
پیغمبر کے گھر کے برابر دوسرے گھر مین جبکہ دختر پیغمبر کے ساتھ اُن کا
نکاح ہوگیا -

دونون گھرون کے درمیان جو دیوار تھی اُس مین پیغمبر نے ایک خوخہ

سے دیکھ لیتے تھے۔ اور مسجد نبوی کے صحن میں پیغمبر کے جیسے اپنا دروازہ کھلا رکھا ویسے ہی علی کے گھر کا کہ یہ دونوں گھر داخل صحن مسجد ہو گئے تھے۔[51] علی مرتضیٰ کو اجازت تھی کہ جنب کی حالت میں بھی داخل مسجد ہوں جیسا کہ خود پیغمبر اپنے لئے مجاز تھے۔[52]

پیغمبر اور علی کا تخلیہ ہمیشہ پیغمبر رازداری کے مشورے تنہا علی مرتضیٰ سے کیا کرتے تھے اور صرف علی مرتضیٰ ہی ایک ایسا شخص تھا کہ جسکو تنہائی میں ایسا موقع اور مکان نصیب ہوتا تھا کہ پیغمبر اُن سے مشورہ اور رازداری کریں یہاں تک کہ پیغمبر کی بیبیاں اُٹھا دیجاتی تھیں اور علی مرتضیٰ کی بی بی اور بچے نہیں اُٹھائے جاتے تھے۔

شب و روز میں علی مرتضیٰ کے لئے پیغمبر کے ساتھ ایک ایسا وقت خاص معین تھا جیسا کہ پیغمبر کے لئے خدا کے ساتھ۔[53] بمقابلہ ایسی صحبت کے جو علی مرتضیٰ کو حاصل تھی، حضرت عمر کی وہ صحبت جسکو مصنف نے لکھا ہے اہل نظر غور کر سکتے ہیں کہ کیا درجہ رکھ سکتی ہے۔

طریقہ اذان ایجاد حضرت عمر ذیل میں مصنف نماز کے اعلان کی طریقہ کا انتظام یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ

یہودی اور عیسائیوں کے یہاں نماز کے اعلان کے لئے بوق و ناقوس کا رواج تھا اسلئے صحابہ نے یہی رائے دی۔ ابن ہشام نے روایت کی ہے کہ

[illegible]

خود آنحضرت کی تجویز تھی۔ بہر حال یہہ مسئلہ زیر بحث تہا اور کوئی رائے قرار نہین پائی تہی کہ حضرت عمر آ نکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اوسیوقت حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا۔

ذی علم مصنف نے جس انداز سے مضمون طریقہ اعلان نماز کا بیان کیا ہی اور اوس سے فخر حضرت عمر کا دکہایا ہے بیشک قابل داد کے ہے جس سے تائید اوسی سخن کی ہوتی ہے کہ وجود پیغمبر سے پہلے نزول نبوت خاندان حضرت عمر مین ہوا تہا۔

پیغمبر باوصف مبعوث ہوجانے کے اتنی قابلیت بھی نہین رکہتے تھے کہ طریقہ اعلان عبادت خدائے وحدہ لاشریک بہ طرز نو ایجاد کرسکین اور بوق وناقوس کو جو یہودیون اور عیسائیون کے یہان نماز کی اعلان کے لئے تہا تجویز کرین۔ مگر حضرت عمر کے نزدیک ایسے امور عظیمہ کی کچہہ حقیقت نہین تہی اون کے ناخنون مین ایسی باتین پڑی ہوئی تہین کہ رستہ چلتے ہوئے آگئے اور طریقہ اعلان پیغمبر کو بتا دیا گویا حضرت عمر پر پہلے ہی وحی نازل ہوچکی تہی۔ اور پیغمبر طریقہ اعلان نماز کے تعین مین حیران و پریشان تہے اور یہودیون اور عیسائیون کے بوق وناقوس کے رواج کو جو اون کے یہان اعلان نماز کے لئے تہا تجویز کرہی چکے تہے اون کے پاس نہ کوئی وحی آسکی تہی نہ اونکی قوت ملکوتیہ کچہہ کام کرسکی تہی کہ حضرت عمر نے اونکو راہ صواب دکہا دی! لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانون کو سوچنا چاہئے کہ پیغمبر کی ایسی شان اور حضرت عمر کا ویسا فخر

ظاہر کرنے سے مسلمانون کے دلون مین پیغمبری ...
ہو سکتے ہین اور وہ اعتقاد رسالت انحضرت صلعم پر کہانتک قایم رہ سکتی ہین

روایات متعلق طریقہ اذان

اہلسنت کے یہان طریقہ ندار نماز کے بارہ مین جو روایات مذکور ہوئی ہین اونکا مضمون یہہ ہی

"روایت ابن عمر کے بیان سے - اہل اسلام جب مدینہ مین آئے ہین جمع ہوا کرتے تہے۔ تو نماز کے لئے اوقات مقرر کیا کرتے تہے اور کوئی صورت ندا کی نہ تہی - ایک روز اونہون لنے اسبارہ مین چرچا کیا تو بعض لوگون لنے کہا کہ ایک ناقوس مثل ناقوس نصاریٰ کے بنالو - اور بعضون لنے کہا کہ ایک بوق مثل قرنائے یہود بنالو - عمر نے کہا کہ کسی ایسے شخص کو نہین کہڑا کرتے جو نماز کے واسطے ندا کرے - رسول اللہ لنے فرمایا کہ اے بلال اوٹہہ اور نماز کے واسطے ندا کر"
(صحیح بخاری کتاب الاذان صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)

"انس سے روایت ہے کہ لوگون لنے آتش و ناقوس کا ذکر کیا اوسکے بعد ذکر کیا یہود و نصاریٰ کا - پس حکم دیا بلال کو اذان مین شفع اور اقامتہ مین وتر کا - (صحیح بخاری صفحہ ۸۵ مطبوعہ دہلی)
(روایات منقول از فتح الباری جز ثالث صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ مطبوعہ دہلی)

"ابو معین لنے حلیتہ الاولیا مین روایت کی ہی کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے تشریف لائے اوسوقت جبریل لنے اذان کہی تہی"

"غریب ترین حدیث جو کہ ابتدا ر اذان کے بارہ مین وارد ہوئی ہے وہ وہ حدیث ہی جسے ابو الشیخ لنے عبد اللہ ابن زبیر سے روایت کی ہے کہ ... حضرت ابراہیمؑ کی اذان سے لی گئی ہے اور اوسکے بعد

یہہ آیت مذکور ہوئی۔ وَاَذِّن فِی النَّاسِ بِالحَجِّ۔ الخ۔ اوسوقت رسولخدا نے اذان کہی"

"مسند حرث ابن ابی اسامہ مین یہہ روایت ہے کہ اول جس شخص نے اذان کہی وہ حضرت جبرئیل تہے آسمان دنیا مین"

"طبرانی نے سالم ابن عبد اللہ کے طریق سے روایت کی ہی کہ جب رسولخدا کو معراج ہوئی تو پروردگار عالم نے بذریعہ وحی طریقۂ اذان تعلیم فرمایا۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے حضرت بلال کو تعلیم فرمائی"

"دارقطنی نے اطراف مین انس سے روایت کی ہی کہ جناب رسولِ خدا نے اذان کا حکم اوسوقت دیا تہا جبکہ نماز فرض ہوئی تہی"

"ابن مردویہ نے بی بی عائشہ سے روایت کی ہی کہ رسالتمآب فرماتے ہین کہ جب مجہے معراج ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ نے اذان کہی تو ملائکہ کو گمان ہوا کہ وہی نماز پڑہائین گے۔ اوس کے بعد اونہون نے مجہے نماز کیواسطے آگے بڑہایا پس مین نے نماز پڑہی"

"مسند بزاز وغیرہ مین حضرت علی کی حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ اپنے رسولؐ کو اذان تعلیم کرے تو حضرت جبرئیل ایک جانور جسے براق کہتے ہین لیکر تشریف لائے اور جناب رسول خدا اوسپر سوار ہوئے۔ اور وہی حدیث اذان جبرئیل کی ذکر ہوئی ہے اور اوسمین یہہ بھی مضمون ہی کہ ناگاہ ایک فرشتہ پس پردہ سے نکلا اور اوسنے کہا۔ اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر اور اوس کے آخر مین یہہ مضمون ہی ہے کہ اوس فرشتہ نے جناب رسالتمآب کا ہاتہہ پکڑا اور حضرت نے اہل سماوات کو نماز پڑہوائی"

مشکوۃ المصابیح فصل ثالث صفحہ ۵ مطبوعہ دہلی مین عبد اللہ بن زید

بن عبد ربہ سے مروی ہی کہ "جب رسولخدا نے ناقوس بجانیکا حکم دیا نماز کے واسطے - مین سوتا تہا - کہ ایک شخص (کو دیکہا) اپنے ہاتہہ مین ناقوس لے کر گہومنے لگا - مین نے (اوس سے) کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس بیچتا ہے؟ اوس نے کہا تم کیا کروگے؟ مین نے کہا نماز کیواسطے لوگون کو بلائین گے۔ اوسنے کہا کہ مین تم کو نہ بتادون وہ بات جو اس سے بہتر ہے؟ مین نے کہا ہان - اوسنے کہا - کہو - اللہُ اکبر - الخ - اور اسی طرح اقامتہ پس جب صبح ہوئی تو مین رسولخدا کی خدمتمین حاضر ہوا - اور مین نے خبر دی اونکو اوس سبی جو کچہہ کہ مین نے دیکہا تہا - حضرت نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہہ رویائے صادقہ ہی - تم بلال کے ساتہہ کہڑے ہو - اور بیان کرو اون سے جو کچہہ کہ تم نے دیکہا ہی تاکہ وہ اوس کے موافق اذان دین - کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوش آواز ہین پس مین بلال کے ساتہہ کہڑا ہوگیا - اور مین اونکو بتاتا گیا اور وہ اذان دیتی گئے - اوس کا بیان ہی کہ عمر بن الخطاب نے یہہ مضمون اپنے گہر مین سنا تو وہ گہر سے نکل آئے اور رِدا اونکی زمین پر گہسٹتی جاتی تہی - کہنے لگے یا رسول اللہ قسم خدا جسنے آپکو بحق مبعوث کیا ہے - مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی جیسا کہ اوسنے دیکہا - رسول اللہ نے فرمایا کہ الحمد للہ اس روایت کو ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی - مگر اوسمین اقامتہ کا ذکر نہین ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے لیکن اسمین تصریح قصۂ ناقوس کی نہین ہی"

صاحب فتح الباری شارح صحیح بخاری (جزو ثالث صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ دہلی) لکہتے ہین کہ "غزالی نے وسیط - مین نقل کیا ہی کہ تقریباً ۸ - ۹ - آدمیون نے اذان کی نسبت خواب دیکہا اور جیلی نے شرح تنبیہ مین ۱۴ - آدمیون کی

خواب دیکھنے کا ذکر کیا ہی۔ اور مغلطائی نے نقل کیا ہی کہ بعض کتب فقہا مین
یہہ ذکر ہے کہ ۷ آدمیون نے خواب دیکھا"

شارح فتح الباری نے یہہ بہی کہا ہی کہ" وارد ہوئی ہین حدیثین اسپر کہ تحقیق
اذان شروع ہوئی مکہ مین قبل ہجرت کے۔ اور جزم کیا نووی نے تحقیق کہ نبی
نے اذان دی ایک مرتبہ سفر مین اور غلبہ دیا اوسکو ترمذی نے اور قوی کہا ہی
اوسکو"

(عون الباری مطبوعہ بہوپال جلد اول صفحہ ۲۷۹ باب بدا الاذان)

شیعون کے یہان یہہ روایت ہی کہ" جبرئیل نے اذان و اقامتہ خدمت
رسالتمآب صلعم مین حاضر ہوکر کہی۔ جناب امیر اوسوقت موجود تہے۔ آنحضرت نے
فرمایا کہ تمنے یاد کرلی۔ عرض کیا ہان۔ فرمایا بلال کو بلاکر تعلیم کردو جناب امیر نے
بلال کو بلاکر طریقہ اذان و اقامتہ تعلیم فرمایا"

ان روایات پر جب غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ ذی علم
مصنف نے سرسری طور پر وہ مضمون اذان کے متعلق اختیار کیا ہی کہ جسمین
حضرت عمر کے لئے فخر پیدا ہوسکے۔

روایات متعلق ندا للصلوٰۃ پر رائے

سب سے پہلے ذی علم مصنف کو یہہ امر طے کرنا تہا کہ اذان
کہان اور کس زمانہ مین شروع ہوئی۔ شارح فتح الباری نے
اگرچہ اون احادیث کو جنسے مکہ مین قبل ہجرت اذان کا شروع ہونا ظاہر ہوتا ہی
اپنے نزدیک غیر صحیح کہدیا ہی لیکن اونکے قیاس کے خلاف صریح قرینہ موجود ہے
جب یہہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد یہ قوت مسلمانونکو
ہوگئی تہی کہ وہ خانہ کعبہ مین علانیہ نماز پڑہتے تہے تو ضرور ہے کہ اذان بہی اوسی
وقت شروع ہوئی اور نووی نے یہانتک جزم کیا ہی کہ پیغمبر صلعم نے ایک مرتبہ

قرار پایا تہا۔

بغیر کسی بحث کے بذریعہ ندار النسانی شروع ہی سے قرار پایا تہا۔

شیعون کے یہان کی روایت اہلسنت کے یہان کی جن روایتون سے متفق ہے اونکا مفاد یہہ ہے کہ بہ تعلیم جبرئیل پیغمبر نے طریقہ اذان کا بذریعہ ندار النسانی مقرر فرمایا۔ اوسی پر نظر کرکے مسلمانون کو یہی سمجہہ لینا چاہیے کہ خود پیغمبر نے بذریعہ وحی کے ندار صلوۃ کا بذریعہ النسان نئے طریقہ قرار دیا ہے اور مخصوص اپنی قوت فکری اور ملکوتی سے اوس طریقہ کے رواج کی ابتدار کی ہے۔

ایک روایت پر بغیر کسی قیاس و لوثوقی کے ذی علم مصنف کا صرف اسقدر کہدینا کہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے" اور اوس سے فخر حضرت عمر کے لئے ظاہر کرنا۔ اور اوس واقعہ سے جو منافی فخر حضرت عمر کا ہے گریز کرنا کہ ابن عبدربہ کی خواب کا مضمون حضرت عمر نے اپنے گھر مین سنا اور گھر سے نکل کے پیغمبرؐ سے آکر کہدیا کہ مین نے بہی ایسا ہی خواب دیکہا ہی (جسکو ابن عمر نے یون ظاہر کیا ہی کہ حضرت عمر نے کہا کہ کسی شخص کو ندا کے لئے کیون نہین کہڑا کردیتے) اوسی مضمونکو یون ادا کرنا کہ "حضرت عمر آنکلے اور اونہون نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیون نہ مقرر کیا جائے" سخت معیوب ہے۔

اون روایتون سے اگر فخر ہوسکتا ہی تو ابن عبدربہ یا دیگر اشخاص کو کہ جنکی خواب دیکہنے کا ذکر کیا گیا ہی۔ حضرت عمر کیلئے اگر فخر ہوسکتا ہی تو یہی فخر ہوسکتا ہی کہ اونہون نے عبدربہ کی سنی سنائی بات پیغمبرؐ سے ظاہر کردی یا نبی نے آپکو بہی خواب دیکہنے والون مین شامل کرلیا۔

شیعون کی طرف سے ۱۸۹۶ء بہ سلسلہ ذکر فضائل علی مرتضے یہ امر ظاہر اور شائع

پلٹے ہوئے ہین جیسے عمل فکر سے اور فکر عمل سے جدا نہین ہو سکتے ویسے ہی اون کی سوانح عمری ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتی ہین۔

سنہ ۱ھ سے وفات رسول تک حضرت عمر کے واقعات عمری اجزاء سیرۃ نبوی صلعم

ذی علم مصنف سنہ ۱ھ سے وفات رسول اللہ تک غزوات و دیگر حالات کے بیان شروع کرنے کے وقت یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "سنہ ۱ھ سے آنحضرت کی وفات تک حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرۃ نبوی کے اجزاء ہین۔ آنحضرت کو جو لڑائیان پیش آئین غیر قومون سے جو معاہدات عمل مین آئے۔ وقتاً فوقتاً جو انتظامات جاری کئے گئے۔ اشاعت اسلام کے لئے جو تدبیرین اختیار کی گئین۔ انمین سے ایک واقعہ بھی ایسا نہین جو حضرت عمرؓ کی شرکت بغیر انجام پایا ہو"

نبی و علی کا توحد سوانح عمری

واقعات تاریخی پر جب نظر کیجاتی ہے تو روز پیدایش علی مرتضیٰ سے دفن پیغمبرؐ تک حالات اور واقعات سوانح عمری ان دونو بزرگوارون کے ایسے متفق اور شامل ہین کہ جب کسی موقع کا ذکر کیا جائے تو چارہ نہین ہی کہ بغیر ذکر ایک کے دوسرے کا ذکر ہو سکے۔

پیغمبرؐ کے ساتھہ اتفاق اور اتحاد سوانح عمری کا اطلاق سوائے علی مرتضیٰ کے کسی دوسرے پر صادق آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

ذی علم مصنف سنہ ۱ھ سے پہلے حضرت عمر کے واقعات اور حالات کو سیرۃ نبوی کے اجزاء ہونیکا یا کار پیغمبری مین اون کی شرکت کا دعوے نہین کر سکے اور سنہ ۱ھ سے جو اونہون نے ایسا دعوے کیا ہے اوسکے ثابت کرنے کے میدان مین قدم رکھنے سے پہلے۔ اوس دشواری کے بیان پر جو اون کو

پیش نظر تھی مجبور ہوکر اس پیرایہ سے ہے [illegible]
پوری تفصیل کے ساتھہ لکھے جاوین تو کتاب کا یہہ حصہ سیرت نبوی سے بدل
جاتا ہی۔ حضرت عمر کے کارنامہ رسول اللہ کی ذات سے وابستہ ہین۔ اونکو
جب علیحدہ کیا جاویگا تو تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار
پاویگا"

حضرت عمر کے کارنامے ذات آنحضرت سے وابستہ ہین

ایسے پہلو سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبوی کے اجزاء نہین ہین۔ اور نہ کار پیغمبری مین اونکی ایسی شرکت ہوسکتی ہے کہ بغیر اونکی شرکت کے انجام نہ ہوسکے۔

اگر حضرت عمر کے واقعات اور حالات درحقیقت سیرت نبوی کے اجزاء ہوتے یا حضرت عمر کی شرکت کے بغیر کار پیغمبری انجام نہ پاتا تو تمام واقعات تفصیلی لکھی جانے کی حالت مین سیرت نبوی سے نہ بدلجاتے اور نہ تمام واقعات کا عنوان رسول اللہ کا نام نامی قرار پاسکتا"

حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کے اجزاء یا اونکی شرکت کار پیغمبری مین اوسوقت سمجھی جاسکتی ہی کہ بغیر اون کی سیرت نبوی کا اتمام اور کار پیغمبری کا انجام نہوسکتا۔

معیار اسکا کہ کس کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کے اجزاء ہین اور بغیر شرکت کس کے کار پیغمبری انجام نہین پاسکتا تہا یہہ ہے کہ اگر وقت ہجرت پیغمبرؐ سے وفات یا دفن پیغمبرؐ تک حضرت عمر کے کارنامے تاریخ اسلام سے نکالدئے جائین۔ اور پہر دیکھا جائے کہ مذہب اسلام کے قایم اور شایع ہونیمین کیا حرج باقی رہی جاتی ہی؟"

ذی علم مصنف نے اوسی مشکل پیش نظر سے "مجبوراً یہہ طریقہ اختیار کیا کہ جن واقعات مین حضرت عمر کا خاص تعلق ہے اونکو لکھا جائے" مگر اس طریقہ سے بہی وہ حضرت عمر کے واقعات اور حالات سیرت نبوی کی اجزا اور بغیر شرکت اون کے کار پیغمبری کے انجام نہ پانے کے ثابت کرنے مین کامیاب نہین ہو سکتے ہین۔

تذکرہ مخصوص خصوصیات عمری جنگ بدر مین۔

ذی علم مصنف نے زمانہ ہجرت مین کوئی کارنمایان حضرت عمر کا بیان نہین کیا بلکہ یہہ بیان کیا ہی کہ "ہجرت کے دوسرے سال تک کوئی قابل ذکر معرکہ نہین ہوا" ۲ھ مین بدر کی واقعہ کا بیان کرکے ابہی پر بحث کی ہی کہ "وجہ اوس واقعہ کی کیا اور کیونکر ہوئی" اور پہر حضرت عمر کے نسبت یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "حضرت عمر اگرچہ اس معرکہ مین رائے وتدبیر و جانبازی و پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست وبازو رہے" اونکی شرکت کے مخصوص خصوصیات کو ظاہر کرتے ہین۔

بدر مین حضرت عمر کی جانبازی و پامردی و رائے و تدبیر کی مفصل حقیقت۔

لیکن ذی علم مصنف کا یہہ ظاہر کرنا کہ "حضرت عمر اس معرکہ مین رای وتدبیر و جانبازی و پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ کے دست وبازو رہے" محض ذاتی اظہار ہے ورنہ زمانہ نے جیسا کہ ذی علم مصنف نے دعوے کیا ہے قبول نہین کیا ہے اور نہ صفحہ روزگار پر اوس کے نشان پائے جاتے ہین۔ نہ ذی علم مصنف تاریخی واقعات سے یہہ بتا سکتے ہین کہ حضرت عمر نے اس معرکہ مین پیغمبر کو کس موقع پر کیا رائے دی اور کیا تدبیر کی۔ اور اونکی

رسول اللہ کے سمجھے جا سکین۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بدر کی وجہ بیان کرنے کے وقت الہی قبول کیا ہے۔ اور آیت قرآنی سے سند لائے ہین کہ "جب تمام مکہ یہ خبر سنکر امنڈ آیا۔ کہ مسلمان ابوسفیان پر حملہ کرنا چاہتے ہین جو تجارت کا مال لیکر شام سے واپس آرہا تہا اور پیغمبرؐ تین سو آدمیون کے ساتہہ مدینہ سے روانہ ہوئے (ترجمہ آیت) اونمین ایک گروہ مسلمانونکا ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکی جاتی ہین۔"

آیت کارہین جنگ بدر کے بارہ مین۔

ایسی حالت مین بلحاظ مضمون آیت ذی علم مصنف کو بہت ضرور تہا کہ وہ حضرت عمر کی رائے و تدبیر اور جانبازی و پامردی ایک ایک شمار کرکے بتاتے اور نہایت وثوق سے دکہاتے کہ حضرت عمر اوس گروہ مین شامل نہین ہین نہ اوس گروہ کے اجزا سے ہین جس گروہ کی نسبت آیۃ قرآنی مین ذکر ہے کہ "مسلمانون کا ایک گروہ ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین۔" حالانکہ واقعات تاریخی ہمکو دکہا رہے ہین کہ "

پیغمبرؐ کا بدر مین جنگ کے لئے اصحاب سے رائے طلب کرنا

جب کفار قریش جو حمایت قافلہ کیلئے نکلے تہے متوجہ پیغمبرؐ کے ہوئے تب پیغمبرؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ مجہکو خدا نے حکم کیا ہے کہ مین اون کے ساتہہ جہاد کرون اور اصحاب کا خوف دیکہکر ہر ایک کی رائے کو دریافت کیا حضرت ابوبکر اوٹہے اور کہا کہ "وہ قریش ہین سوارون اور گروہ سمیت۔ اور تکبر رکہتے ہین۔ جس روز سے کہ عزت پائی ہی ذلیل نہین ہوئے ہین۔ اور ہم جنگ کے ارادہ سے

خوش نہ آیا اور فرمایا کہ "بیٹھو"

حضرت عمرؓ و ابو بکرؓ کی اسپیچ پہر اصحاب سے فرمایا کہو کیا کرنا چاہیے۔ پس
حضرت عمر اوٹھے اور وہی کہا جو حضرت ابو بکر نے کہا تہا۔ اونسے بہی فرمایا کہ
"بیٹھو"

حضرت مقداد کی تقریر پہر حضرت مقداد اوٹھے اور کہا "ای رسول اللہ
یہہ گروہ قریش سوارون اور تکبر کے ساتہہ آیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے
ہین تجھپر اور تصدیق تیری کی ہے کہ جو کچھہ تو خدا کی طرف سے لایا ہے
حق ہی۔ اگر تو فرماوے تو ہم آگ مین کود پڑین اور کچھہ پرواہ نہ کرین اور
ہم وہ نہ کہین گے جو کچھہ کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔
(ترجمہ آیت) "جا تو اور پروردگار تیرا اور لڑو تم دونون تحقیق کہ ہم اسی
جگہہ بیٹھے ہوئے ہین" لیکن ہم کہتے ہین کہ جا تو اور پروردگار تیرا پس جنگ
کرو تم اور ہم تمہارے ساتہہ ہوکر لڑین گے" پس حضرت نے اونکو دعائے
خیر کی۔ اور

پہر اصحاب سے فرمایا کہ کہو جو کچھہ رائے تمہاری ہی اور غرض آنحضرت
کی یہ تہی کہ انصار مین سے لوگ بولین کہ عقبہ مین جو اونہون نے بیعت
کی تہی تو کہا تہا کہ جب تک مدینہ مین نہ آؤ ہم آپکی حمایت نہین کر سکتے اور
جب مدینہ مین آؤ تو ہماری امان مین ہو۔ حضرت کو یہہ اندیشہ تہا کہ انصار
شاید یہ گمان کرین کہ حمایت اونپر اوسوقت لازم ہے کہ دشمن مدینہ مین اون
پر حملہ کرین نہ مدینہ کے باہر۔

سعد بن معاذ انصاری کی تقریر پس سعد بن معاذ انصاری اوٹھے
اور کہا کہ "میرے مان باپ آپ پر سے فدا ہوون بار بار دریافت کرنے سے

شاید غرض آپ کی ہم سے ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان۔

سعد نے کہا کہ شاید ہم یہہ گمان رکہتے ہین کہ مدینہ کے باہر تو اور کام کے لئے آئے تہے اور اب اور کام پر مامور کئے جاتے ہین؟ حضرت نے فرمایا کہ ہان

سعد نے کہا کہ اے رسول خدا ہم ایمان لائے ہین آپ پر اور تصدیق کی ہے ہم نے آپ کی۔ اور گواہی دی ہی ہم نے جو کچہہ خدا کی طرف سے آپ لائے ہین وہ حق ہی۔ جو کچہہ آپ حکم کرین اوسکی اطاعت کرینگے ہم۔ اور ہمارے مال سے جو چاہو لے لو اور جو چاہو چہوڑ دو۔ اور اگر آپ حکم کرین ہم کو دریا مین چلے جانیکے لئے تو ہم کچہہ پرواہ نہ کرین گے۔ اور ہم مدینہ مین چند گروہ چہوڑ آئے ہین۔ کہ جہاد ہمارا اون سے زیادہ نہین ہی اور اعتقاد اونکا ہم سے کم نہین ہے۔ اگر وہ جانتے کہ جنگ پیش آئے گی تو وہ تخلف نہ کرتے۔ اور اسیوقت ہم آپکی سواری کے لئے اونٹ مہیا کرتے ہین اور مقابل دشمن کے ہم جاتے ہین درحالیکہ صبر کرنے والے ہین ملاقات دشمنون پر اور شجاع و دلیر ہین اونکی کارزار پر۔ اور امیدوار ہین کہ خدا آپکو ہمسے شاد کرے اگر فتح اور نصرت ہوئی تو نہے سعادت ہماری۔ اور اگر ہم مغلوب اور کشتہ ہو گئے تو آپ ان اونٹون پر سوار ہو کر ہماری قوم مین چلے جائے کہ وہ آپکی یاری کرین گے بعد ہمارے "

حضرت اونکی اس تقریر سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ خدا نے مجہکو وعدہ نصرت کا دیا ہے۔ اور اوسوقت وہ آیت نازل ہوئی جسمین ذکر ہے کہ " ایک گروہ مسلمانون کا ناخوش تہا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین "

اوس گروہ مسلمانون کے تابندہ اختر تہے کہ جو بدر مین کفار قریش سے
جنگ کرنے مین ناخوش تہا اور وہ گروہ سمجہتا تہا کہ ہم موت کی طرف ہانکے
جاتے ہین" اور اسی واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہی کہ حضرت عمر اس معرکہ
مین رائے تدبیر جانبازی و بامردی کے لحاظ سے رسول اللہ کے کسدرجہ
دست و بازو تہے؟ اور ذی علم مصنف کی حضرت عمر کی نسبت ایسی رائے
کہانتک صحیح ہی؟

ذی علم مصنف کی اس معرکہ بدر مین جیسی کہ وہ عام رائے حضرت عمر کی
نسبت بے بنیاد ہی ویسی ہی اونہون نے جو مخصوص خصوصیات حضرت عمر کی
اس معرکہ مین نکالی ہین وہ فضایل حضرت عمر کے لئے مخصوص خصوصیات کا رتبہ
کچہہ بہی نہین رکہہ سکتی ہین۔

مخصوص پہلی خصوصیت رعب وداب کا اثر

پہلی خصوصیت یہ ظاہر کیجاتی ہی کہ" قریش
کے تمام قبایل اس معرکہ مین آئے لیکن بنی عدی مین حضرت عمر کے قبیلہ سے
ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا"

اسپر ذی علم مصنف یہ قیاس کرلیتے ہین کہ" یہ امر صرف حضرت عمر کی رعب و
داب کا اثر تہا"

یہہ واقعہ کہ حضرت عمر کے قبیلہ کا ایک متنفس بہی شریک جنگ نہین ہوا۔
مشکل سی تسلیم کیا جاسکتا ہی"

خود ذی علم مصنف نے تخصیص چہارم مین حضرت عمر کے ماموں کا حضرت
عمر کے ہاتہہ سے مارا جانا ظاہر کیا ہے۔ اور جہان اسیران بدر کی نسبت حضرت
عمر کی رائے ظاہر کی ہی کہ" ہم مین سے ہر شخص اپنی عزیز کو آپ قتل کردے"

کام مین تمام کردون"۔ اور ایک شخص قبیلہ بنی عدی کا نوفل بن خویلد نام علی مرتضیٰ کے ہاتہہ سے جنگ بدر مین قتل ہوا ہی۔ (واقدی ابن ہشام وخمیس)

بیان ان ہر سہ واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے عزیز اور کنبہ کے لوگ کفار قریش کے شریک ہوکر آئے تہے۔ اور ذی علم مصنف کا یہہ قیاس کہ حضرت عمر کے کنبہ کا ایک متنفس بہی اون کے رعب وداب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا قطعی غلط ہے۔ اگر اون کے رعب وداب کا یہ اثر تہا تو اون کے مامون اور اون کا دوسرا اور تیسرا عزیز شریک کفار قریش ہوکر کیون آئے اور اونپر حضرت عمر کے رعب وداب کا اثر کیون نہوا؟

ہمارے عندیہ مین حضرت عمر کے قبیلہ کا کوئی اور شخص ایسا مکہ یا لواح مکہ مین باقی ہی نہین رہا تہا کہ جو کفار قریش کے ساتہہ ہوکر جنگ کے لئے آتا یا جسپر حضرت عمر کے رعب وداب کا کچہہ اثر ہوتا۔

محسوس خصوصیت دوم مین خود ذی علم مصنف نے بارہ آدمی حضرت عمر کے ساتہہ اون کے قبیلے اور حلفاء سے شریک جنگ شمار کرائے ہین جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ قبیلے اور حلفاء حضرت عمر پہلے ہی مسلمان ہوکر مکہ ولواح مکہ مین نہین رہے تہے۔ اور واقعہ ۶ھ مین زیادہ تصریح سے ذی علم مصنف نے قول حضرت عمر کا (مکہ مین اون کے خاندان مین سے کسی کا اونکا حامی موجود نہونا) نقل کیا ہی کہ "جب آنحضرت نے صحابہ کے ساتہہ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا اور ذوالحلیفہ مین پہونچے تو مکہ سے بشر بن سفیان نے آکر یہ خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہی کہ مسلمانون کو مکہ مین قدم نہ رکہنے دین گے۔ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ حضرت عمر کو بہیجین کہ ہم کو لڑنا مقصود نہین ہے اونہون نے عرض کی کہ قریش کو مجہسے

عثمان کے عزیز و اقارب وہین ہین اسلئے اونکو بہیجنا مناسب ہوگا۔ پیغمبر نے حضرت عثمان کو مکہ بہیجا۔" (الفاروق کا صفحہ ۵۰ و ۵۱۔)

اس مضمون سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے کنبے قبیلے کا کوئی ایسا شخص وہان موجود نہین تہا۔ کہ جسپر حضرت عمرؓ کے رعب و داب کا اثر ہو۔ حضرت عمر اس خوف سے کہ اون کے خاندان مین اون کے زیر اثر رعب و داب کی کوئی وہان موجود نہ تہا تعمیل ارشاد پیغمبرؐ نہین کر سکے اونکی بے حمایتی کی خیال نے اونکی جرات و شجاعت کے انداز کو نمایان کر دیا۔

نتایج ان واقعات کے صاف دکہا رہے ہین کہ ذی علم مصنف کا یہ قیاس کہ کوئی متنفس قبیلہ حضرتؓ کا اون کے رعب و داب کے اثر سے شریک جنگ نہین ہوا بالکل غلط ہے۔

دوسرے محسوس خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی وہی ظاہر کرتی ہین کہ اون کے ساتہہ اون کے قبیلے اور حلفاء کے بارہ آدمی شریک جنگ تہے۔"

دوسری محسوس خصوصیت کی حقیقت

لیکن یہہ کوئی وجہ محسوس خصوصیت حضرت عمرؓ کے لیے نہین ہو سکتی۔ حضرت عمر کے قبیلے اور حلفا کے جو شخص تہے وہ پیغمبرؐ پہ ایمان لا کر مسلمان ہوئے تہے جیسا کہ خود حضرت عمر اور کچہہ ایسے تہے کہ جو حضرت عمر سے ہی پہلے ایمان لائے تہے جو باعث حضرت عمر کے مسلمان ہونے کے ہوئے۔ اور ہر ایک شخص درحقیقت پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔ جیسے کہ حضرت عمر اور جو شرف پیغمبر کے ساتہہ ہونیکا حضرت عمر کو حاصل ہو سکتا تہا۔ وہی شرف ہر ایک مسلمان کو ہو سکتا تہا۔ گو وہ اون کی قبیلے اور حلفاء سے ہو۔

اور پیغمبرؐ کے ساتھہ ہونے سے پیدا نہین ہو سکتا۔ نہ اون کے شرف مین
کچھہ کمی ہو سکتی ہی اگر اون کے کنبے اور حلفا سے کافر رہے اور پیغمبرؐ سے
جنگ کے لئے میدان مین آئے۔

پیغمبرؐ کے ساتھہ جو (۳۰۰) آدمی معرکہ بدر مین تھے اوسمین ہر قسم کے
لوگ تھے۔ بعض ایسے تھے کہ اپنی قبیلہ و قوم مین سے فرادے فرادے تھے
اور بعض ایسے تھے کہ جو معہ اپنی قوم و قبیلہ کے تھے۔

جو لوگ ایسے تھے کہ معہ اپنے عزیز و اقارب کے بھی تھے اونکو عموماً
وہ شرف بھی حاصل تھا کہ جو خاص شرف حضرت عمر کے لئے نکالا جاتا ہے
حالانکہ اوس کی تخصیص صرف حضرت عمر کے لئے نہین تھی۔ ہان حضرت عمر معہ
اپنی ساتھیون کے اوس گروہ مین شمار کئے جاتے ہین جو گروہ مسلمانون کا
جنگ سے ناخوش تھا گویا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہین۔"
اس لئے حضرت عمرؓ کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت بے شک پیدا ہوتی ہی

تیسری خصوصیت غلام عمر کی شہادت سے

تیسری خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی
یہہ ظاہر کرتے ہین کہ "سب سے پہلے جو شخص اس
معرکہ مین شہید ہوا وہ اونکا غلام تھا۔" لیکن اس کی صحیت کا تسلیم ہونا
دشوار ہے کیا باعتبار صحیت واقعہ کے۔ اور کیا باعتبار قابل فخر ہونے کے۔

کتب مغازی اور سیر اسلام مین جنگ بدر کے حالات بہت تفصیل
سے لکھی ہین کہ کون کون کفار قریش سے آیا تھا اور اونکی تعداد کیا تھی؟
اور کون کون پیغمبرؐ کے ساتھہ تھا اور اونکی تعداد کیا تھی اور کون کون اصحاب
پیغمبرؐ سے غیر حاضر رہا اور پیغمبرؐ اور کفار نے اپنے اپنے لشکرون کی صف بندی

کس طرح کی اور کون کس سے لڑا اور کسنے کسکو قتل اور زخمی کیا اور یہہ کہ کون کس قبیلہ سے تہا۔ اور حضرت عمر کے غلام کا نام مقتولین مین اور اوس کے قاتل عامر بن حضرمی کا نام درج کیفیت جنگ ہی۔ مگر شروع اوس جنگ کی یون ہوئی ہی کہ عتبہ۔ اور شیبہ اوسکا بہائی۔ اور ولید اوسکا بیٹا۔ لشکر کفار سے پہلے نکلے۔ عوذ۔ معوذ۔ اور عوف۔ انصار سے پہلے اون کے مقابل مین گئے۔

بدر مین جنگ کی ابتدا مگر اونہون نے اپنا کفو چاہا۔ تب عبیدہ بن حرث چچازاد بہائی پیغمبرؐ کے جنکی عمر ۷۰ برس کی تہی۔ اور حضرت حمزہ چچا پیغمبرؐ کے۔ اور علی مرتضےٰ؊ اون کے مقابلہ کے لئے گئے۔

عبیدہ نے عتبہ سے۔ حمزہ نے شیبہ سے۔ علی مرتضےٰ نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا۔ حضرت عبیدہ نے عتبہ کے ایسی تلوار لگائی کہ سر اوس کا دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور عتبہ نے اپنی ضربت سے دولون پاؤن حضرت عبیدہ کے جدا کر دئے۔ اور حضرت عبیدہ اور عتبہ دولون زمین پر گر پڑے۔

افسوس ہی کہ ذی علم مصنف خبر واحد سے بجائے عبیدہ برادر چچازاد پیغمبرؐ کی ہیچ غلام حضرت عمر کو شہید اول قرار دین اور اوس دستور اور غیرت عرب کو بہلا دین کہ ابتداء جنگ اشراف اور سرداران قوم سے ہوتی تہی اور وہ پکار پکار کر اپنی کفو سے مقابل ہوتے تہے۔

فخر شہادت شہید ہی کو ملتا ہے اگر یہ امر مان بہی لیا جائے کہ غلام حضرت عمر کا شہید اول ہی تو اوس سے کوئی مخصوص خصوصیت حضرت عمر کے لئے پیدا نہین ہوسکتی۔ شہید اول ہونے کا شرف اون کی غلام کو بیشک ہوسکتا ہی نہ اونکو۔ تمکو یہ شرف اوسوقت مین حاصل ہوتا کہ جب بجائے غلام کے وہ خود ہوتے۔ اور یہہ شرف اوسی وقت مین وہ حاصل کرنے والے ہوسکتے تہے کہ جب جوش جنگ اور

قتل کفار ادمے دل مین قتل غلام کے ہوتا۔

اوس غلام لنے اگر وہ شہید اول ہے تو صرف شرف شہید اول ہونے کا حاصل ہنین کیا بلکہ اپنی وفاداری بہی اپنی آقا کے ساتہہ ثابت کی جس سے کوئی شرف حضرت عمر کی ذات کو ہنین ہو سکتا ہی بلکہ غلام کو ہو سکتا ہی۔ البتہ حضرت عمر کے لئے یہہ مخصوص خصوصیت ہو سکتی ہی کہ اونہون لنے اپنے بدلہ غلام کی قربانی کرادی اور اپنی جان کی حفاظت کرلی۔

پچوتہی خصوصیت ماموں عاص کا قتل۔

پچوتہی خصوصیت ذی علم مصنف حضرت عمر کی اون کے ماموں عاص کا قتل۔ اون کے ہاتہہ سے ظاہر کرکے یہ فخر اون کے لئے پیدا کرتے ہین کہ اسلام کے معاملات مین قرابت اور محبت کا اثر اونپر کبہی غالب ہنین آسکتا تہا چنانچہ یہ واقعہ اوس کی پہلی مثال ہے"۔

لیکن یہہ واقعہ کہ حضرت عمر لنے اپنے ماموں کو قتل کیا قابل اعتبار کے ہنین ہے اور اگر اونہون لنے ایسا کیا تو اونکا ایسا کرنا خلاف سیرۃ نبوی اور اخلاق محمدی کے تہا جس سے اون کے واقعات اجزاء سیرۃ نبوی قرار ہنین پاسکتے۔

کتب مغازی و سیر مین تذکرہ قتل عاص بدست عمر ہنین ہے

کتب مغازی اور سیر مذہب اسلام مین جنگ بدر کی پوری کیفیت تفصیل کے ساتہہ جیسا کہ مین ابہی بیان کر آیا ہون درج ہی۔ لیکن اوس مین یہہ مذکور ہنین ہے کہ ماموں حضرت عمر کے کسوقت اور کس کے بعد مبارز طلب ہوئے اور حضرت عمر لنے اون سے مقابلہ کیا اور اون کے مقابلہ کی کیا کیفیت ہوئی جیسا کہ علی مرتضےٰ اور امیر حمزہ اور دیگر مہاجر و انصار کا ذکر کیا ہی کہ یکے بعد دیگرے کون کس سے لڑا اور کس طرح کسنے کسکو قتل کیا۔ حالانکہ حضرت عمر کو اکابر صحابہ مین سمجہا جاتا ہی اونکی

شجاعت کا اندازہ کرنے کے لئے ایسی تفصیل جس سے اونکی نام آوری ہوتی نہایت ضروری تہی۔

حضرت عمر کے ماموں اون لوگوں مین ہی شمار نہین کئے گئے ہین کہ جو پیغمبر سے جنگ کرنے کے لئے آئے تہے۔

وہ روایت جس سے ظاہر کیا جاتا ہی کہ حضرت عمر نے اپنے ماموں کو جنگ بدر مین قتل کیا سب سے پہلے واقدی نے اس طرح منقول کیا ہے کہ "حضرت عمر کہا کرتے تہے سعید بن عاص سے (عاص بن سعید بن عاص بنی امیہ ایک مشرک تہا جو یوم بدر جنگ مقابلہ مین علی مرتضےٰ کے ہاتہہ سے قتل ہوا۔

اصل روایت قتل عاص

دیکہتا ہوں تم کو اپنی طرف سے رنجیدہ بگمان اسبات کے کہ مین قاتل ہوں تمہارے باپ عاص کا بدر مین۔ اور قتل کیا ہے مین نے اپنی ہاتہوں سے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو نہ تمہارے عاص کو"

اگرچہ یہہ روایت خبر احاد سے ہے مگر اوسمین ہی حکایتہً حضرت عمر کے ماموں کے قتل کا بیان ہے۔ حالت مقتل کی شہادت نہین ہے۔ ہان اوس سے یہہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر اون لوگوں کے ورثاؤ کو جو علی مرتضےٰ کے ہاتہہ سے قتل ہوئے تہے۔ علی مرتضےٰ کی دشمنی اور اپنی دوستی پر برانگیختہ کرتے تہے جسکی حضرت عمر کو بہت ضرورت تہی۔ اسی پالیسی نے بیشک حضرت عمر سے اپنے ماموں کا قتل اپنی ہاتہہ سے ظاہر کرایا ہے۔

اگر درحقیقت حضرت عمر نے جنگ بدر مین اپنی ماموں کو اپنے ہاتہہ سے قتل کیا ہے تو ایسا واقعہ اون کے لئے بے شک ایسی مثال ہے کہ جو تاریخ اسلام مین نہین مل سکتی [illegible]

قرابتدارون کے قتل کے لئے پیغمبر کا فتویٰ

تاریخ اسلام مین ایسی مثالین بکثرت ملتی ہے کہ مذہب اسلام کسی مسلمان کو اپنی قرابتدار کے قتل کی اجازت نہین دیتا ہی۔ اسی غزوہ بدر مین پیغمبرؐ نے اپنے قرابت دارون کے لئے قتل سے منع کا حکم دیدیا تہا جو کفار کے ساتہہ شامل ہو کر آئے تہے۔ اور اسی غزوہ بدر مین پیغمبرؐ کے جو قرابت دار اور دیگر کفار گرفتار ہو کر آئے تہے وہ فدیہ لیکر رہا کر دئے گئے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر اون مشکین بندہے ہوون کی نسبت اپنی شجاعت وجرات دکہانے کے لئے یہہ فرماتے رہے کہ ”حمزہ اپنے بہائی عباس کو۔ علی اپنی بہائی عقیل کو۔ اور مین اپنے فلان عزیز کا سر اوڑا دون“ لیکن پیغمبرؐ نے ایسی رائے پسند نہین فرمائی۔

جب عتبہ قتال کے لئے لشکر کفار سے نکلکر میدان مین آیا تو اوس کے مقابلہ کے واسطے ابوحذیفہ اوس کے بیٹے نے جانا چاہا مگر پیغمبرؐ نے ابوحذیفہ کو اوس کے مقابلہ سے روکا اور منع کیا اور خود حضرت ابوبکر کو پیغمبرؐ نے اوس دن روکا ہے جبکہ وہ اپنی بیٹے عبد الرحمٰن کے مقابلہ کے لئے اوٹہکر چلے تہے۔

علی مرتضےٰؑ نے جو قدم بقدم رسول کے چلتے تہے جنگ صفین مین ایسی ہی نظیر دکہائی ہے جو مطابق سیرت پیغمبرؐی کے تہی۔

پیغمبرؐ سے علی کی اسوۃ پیغمبرؐی فتوی پر عمل ہے

زیاد کا مادری بہائی معاویہ بن عمر عقیلی لشکر شام مین تہا ہنگام جنگ زیاد کے مقابل ہوا زیاد نے ایک وار اوسپر کیا جسکے صدمہ سے عقیلی زمین پر گر پڑا۔ زیاد گہوڑے سے اوتر کر بارادہ ذبح جلد اوس کے سینہ پر چڑہا لیکن نقاب اوٹہا کر دیکہا تو معلوم ہوا کہ اوسکا بہائی ہے۔ ہاتہہ کو تہام لیا۔ کسنے کہا کہ اسے زیاد قتل دشمن کس لئے

ایسا ہے تو چھوڑ دے - کہا یہہ بہی نہین ہو سکتا جب تک کہ حضرت مرتضوی سے اسکی اجازت نہو یہہ خبر حضرت امیر المومنینؑ کو پہونچی تو فرمایا کہ جلد جاؤ اور اوسکو قتل برادر سے مانع آؤ"

اپنے کسی عزیز کا اپنے ہاتہہ سے قتل کرنا یا قتل کرانا جب تک کہ دوسری تدبیر اوسکی اطاعت وفرمانبرداری کی عمل مین نہ لائی جاوے تب تک ایک امر نہایت بے دردی اور قطع رحم کا ہی -

اگر حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کیا تو اوس اخلاق کی جو پیغمبرؐ کی سیرۃ تہی - پرچہا بین بہی مطلق حضرت عمر کے دلپر نہ سمجہی جائیگی - بلکہ یہہ مثال حضرت عمر کی اونہین مثالون مین قرار پائیگی کہ جو حضرت عمر کی غلظت اور شدت قلب و طبع - خلاف سیرت اور منشاء نبوی اور مخالف اجازت اصول مذہب اسلام کی تاریخ اسلام مین موجود ہے -

اسیران بدر کے حق مین پیغمبرؐ کی فیصلہ

جنگ بدر مین جو لوگ گرفتار ہوئے تہے - اور فدیہ لیکر چہوڑ دئے گئے اون کی نسبت یہہ آیت نازل ہوئی ہے:-

"ماکان للنبی ان یکون لہ اسرے حتی یثخن فی الارض - تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم"	"نہین سزاوار ہی واسطے کسی نبی کی یہہ کہ ہون واسطے اوس کے قیدی - یہان تک کہ خونریزی کرے زمین مین

چاہتے ہو تم سامان دنیا کو - اور اللہ چاہتا ہے آخرت کو اور اللہ غالب حکمت والا ہے"

اسیران بدر کے متعلق مورخین کی رائین -

اسیران بدر کی نسبت مورخین اور علماء اہلسنت کا یہہ بیان ہی کہ "حضرت عمر نے اون کے قتل کی رائ

دی تہی۔ اور حضرت ابو بکر نے فدیہ لیکر چہوڑ دینے کی۔ اور پیغمبر نے حضرت ابو بکر کی رائے کو پسند کرکے فدیہ لیکر چہوڑ دیا۔ مگر خدا نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا اور حضرت عمر کی رائے قتل کو پسند فرمایا۔"

سر سید کی تفسیر سر سید یہہ تفسیر کرتے ہین کہ " قریش مکہ کے تمام لشکر سے لڑائی نہین ہوئی تہی۔ بلکہ ایک گروہ سے جو لڑنے نکلا تہا۔ جسکو شکست ہوئی۔ اور تمام لشکر پریشان ہو گیا اور کسیکو مقابلہ کی جرات نہوئی اور مسلمانون نے اونکا تعاقب بہی نہین کیا اور فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر کی کہ وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے اور لڑائی کی قیدی نہین تہی کہ جنسے فدیہ لیا جاتا۔"

مورخین اور علماء اہلسنت نے آیت کے معنی یہ سمجہے کہ خدا فدیہ لیکر چہوڑ دینے کو ناپسند کرتا ہے جو حضرت ابو بکر کی رائے تہی۔ جسکو پیغمبر صلعم کا پسند کرلینا ظاہر کیا جاتا ہے اور اوس کے خلاف یہ یہہ سمجہہ لیا کہ حضرت عمر کی رائے قتل کو خدا نے پسند فرمایا۔

سر سید نے یہ تاویل کی کہ جو لوگ گرفتار ہوئے تہے وہ لڑائی کی قیدی نہین تہے کہ جنسے فدیہ لیا جاتا فدیہ لینے پر خدا نے اپنی ناراضی ظاہر فرمائی وہ لوگ بغیر لڑنے کے پکڑے گئے تہے۔

النظر السموق فی سیرۃ الفاروق مین جو رائے ظاہر کی گئی ہے اوسکا حاصل یہہ ہی کہ سر سید کی تاویل خلاف واقع ہے۔ جو لوگ گرفتار ہوئے تہی کوئی وجہ نہین کہ وہ لڑنے والے نہ سمجہے جائین۔ جسقدر لشکر قریش مکہ سے مسلمانون پر حملہ کرنے آیا تہا درحقیقت وہ لڑنے والا تہا۔ جو لوگ کہ فرار کرگئی تہے اونکا تعاقب مسلمانون [illegible]

موجود تھے بعد خونریزی کے وہی لوگ گرفتار ہوئے ہین جن کی مقابلہ مین جنگ ہوئی تھی۔

غلط فہمی مراد آیت کی وجہ

مورخین اور علماء اہلسنت اور نیز سر سید نے جو یہ بیان کیا ہے کہ " فدیہ لیکر پیغمبرؐ کے چھوڑ دینے پر خدا نے ناخوشی ظاہر فرمائی ہے " وہ غلط فہمی معنی آیت کے باعث ہے۔ جس سے پیغمبرؐ پر الزام ناخوشی خدا کا لگتا ہے۔ ورنہ اسارائے بدر کے بارے مین جو مرضی خدا کی تھی وہی مرضی رسول کی ہوئی ہے۔

مرضی رسول اللہ کی یہی تھی کہ اسیران بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور آیت مین خدا نے اوسکو ناپسند نہین کیا ہے بلکہ قیدی بنا لینے اور خونریزی یعنی قیدیون کے قتل کرلنے کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ دولون رائین صحابہ کی تھین۔

آیت مین جو یہ الفاظ ہین " تریدون عرض الدنیا " چاہتے ہو تم سامان (ٹھاٹھ) دنیا کو " تو عرض الدنیا " کی مراد سیم وزر لینے سے غلط لیگئی ہے۔ عرض دنیا " کے معنی ہین " پہن اور متاع کے سوای سیم وزر کے " البتہ اموال و متاع دنیا کو سیم وزر شامل ہے۔

اگر خدا اس آیت مین اموال اور متاع دنیا۔ کا لفظ ارشاد فرماتا۔ تو فدیہ سیم وزر لینے پر ناپسندیدگی خدا کی سمجھی جاتی۔ مگر خدا نے عرض دنیا " کا لفظ فرمایا ہے۔ جسکے معنی یہ ہون گے کہ خدا سامان واسباب دنیا کو سوائے سیم وزر کے ناپسند کرتا ہے۔ اور فدیہ مین سیم وزر لیا گیا تھا جس سے ناخوشی خدا کی قبول نہین ہوسکتی وہ بمنزلہ خرچہ جنگ کے تھی۔

عرض دنیا۔ سے مقصود ہے حشم وخدم کا بڑھانا (دنیاوی ٹھاٹ)

تہا اور اسی کو خدا اور رسول نے ناپسند کیا ہی جیسا کہ صاحب مدارج النبوۃ اور دیگر
اہل سیر نے لکہا ہے کہ " یہ شق اصحاب نے واسطے رغبت اسیرون کی اختیار
کی تہی "[۵۱]۔ اور پہر آیندہ صاحب تاریخ طبری نے احد کی ہزیمت کے سلسلہ مین چند
روایتین بدین مضمون لکہی ہین کہ " اصحاب نبی مین ایک گروہ محض طالبان دنیا
کا تہا جنکا خدا نے آیۃ " منکم من یرید الدنیا الذین ارادوا النعیمہ " الخ مین ذکر فرمایا
ہی۔ بلکہ ابن مسعود یہ کہتے ہین کہ " مجہکو گمان اصحاب نبیؐ مین ایسے لوگون کا نہ تہا
مگر روز احدؐ مجہکو یقین ہو گیا کہ اصحاب نبیؐ کی ایک قسم محض طالبان دنیا و مال دنیا
کی بہی ہے "[۵۲]۔

صحابہ پیغمبرؐ کی بیشک یہہ رائے تہی کہ کوئی قیدیونکا قتل ہونا چاہتا تہا۔ اور
کوئی اونکا غلام بنا لینا۔ لیکن پیغمبرؐ نے نہ قیدی کرنا یعنی غلام بنا لینا پسند کیا نہ قتل
کرنا۔ فدیہ سیم وزر لیکر چہوڑ دینا پسند کیا جو خالص رائے خدا اور سول کی تہی۔

بدر کے اسیرونکی نسبت خالص رائے خداو پیغمبر کی

فدیہ سیم وزر لیکر چہوڑ دینے پر خدا کی ناراضی اس
آیۃ سے کسی طرح نہین سمجہی جا سکتی۔ کہ خدا دوسری
جگہ صاف فرماتا ہے " پس جب وقت کہ بہڑ جاؤ تم اون لوگون سے کہ کافر ہوئے ہین
پس مارو گردنین یہانتک کہ زخمون سے چور کر دو تم اون کو (جب وہ مغلوب ہو جائین
پہر مضبوط کر دو تم بندش (یعنی گرفتار کرکے مشکین جکڑکے باندہ لو) پہر یا احسان کرنا
ہے بعد کو یا فدیہ لینا ہے یہانتک کہ رکہدے لڑائی ہتیار اپنے "۔

اس آیت کا حکم صریح احسان کرکے چہوڑ دینے کا ہے یا فدیہ لیکر۔ جو مخالف
اس کے ہے کہ قیدی قتل کئے جائین یا غلام بنائے جائین۔

فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمر نے کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے آنحضرت نے حضرت ابوبکر کی رائے پسند کی اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا"

مصنف نے کیون اپنی رائے قیدیان بدر کی نسبت نہین دی

غنیمت ہے کہ ذی علم مصنف نے ان مباحثون کے بعد یہہ امر ظاہر نہین کیا کہ حضرت عمر کی رائے قتل پر خدا نے اپنی خوشنودی ظاہر کی اور نہ یہہ ظاہر کیا کہ پیغمبر کی فدیہ لیکر چھوڑ دینے پر خدا نے اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اونہون نے یہ خیال کیا کہ اسموقع پر حضرت عمر کی رای سے کوئی فخر حضرت عمر کیلئے مطلق پیدا نہین ہوتا ہے۔ اگر پیغمبر پر فدیہ لیکر چھوڑ دینے سے ناراضی خدا کی مثل اپنی مثل اون کی قبول کیجائیگی تو حضرت ابوبکر کیلئے بہی کوئی فخر پیدا نہین ہوگا جنکی فخر کیلئے یہ ظاہر کیا ہے کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی اصلی رای اونہین کی تہی۔ لیکن ذی علم مصنف نے یہہ نہین بتایا کہ آیت مین جو یہہ مضمون ہے کہ "تم عرض دنیا چاہتے ہو اور خدا چاہتا ہے آخرت کو"

جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ اس موقع پر خدا عرض دنیا کو ناپسند فرماتا ہے۔ وہ عرض دنیا کیا چیز ہے؟ اور فدیہ سیم وزر لینا اوسمین داخل ہے یا نہین؟ اگر اس مین داخل ہے تو حضرت ابوبکر کی رائے اور پیغمبر کے عمل کی مذمت ہوئی یا نہین؟ اور اگر عرض دنیا۔ مین فدیہ سیم وزر داخل نہین ہے اور غلام بنا لینا عرض دنیا مین داخل ہے تو غلام بنا لینے کی رائے کسکی تہی؟ مگر ذی علم مصنف کے سکوت سے صاف ظاہر ہے کہ غلام بنا لینے کی رائے دراصل حضرت ابوبکر کی تہی جسکی خدا نے مذمت کی ہے اور سیم وزر کا فدیہ لیکر چھوڑ دینا رائے پیغمبر کی ہوئی جو مطابق مرضی خدا کی تہی

قصہ بدر کے بعد ذی علم مصنف نے مدینہ کے یہودیونکی عہد شکنی اور آنحضرت کی اون پر چڑہائی اور اون کا گرفتار ہو کر مدینہ سے جلاوطن کر دینا بیان کیا ہے لیکن حضرت عمر کا کوئی کارنمایان اوس واقعہ مین کچھہ ظاہر نہین کیا۔

پر متعین کیا کہ اودہر سے کفار حملہ نہ کرنے پائین اور زبیر نے اپنی رکاب کی فوج

کو لیکر قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ ابو دُجانہ۔ دشمن

کی فوج مین گہس گئے اور اونکی صفین الٹ دین۔ فتح کے بعد لوگ غنیمت پر لوٹ

پڑے" ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی حالت خاموشی دکہائی ہی۔ یعنی یہ کچہہ

ظاہر نہین کیا کہ انہون نے کوئی حرکت کی؟ یا لشکر مخالف پر کوہی حملہ کیا؟ یا کسی

سے مقابلہ یا مقاتلہ کیا؟ اگر کسیکو قتل یا زخمی نہین کیا تو خود ہی زخمی ہوئے؟

جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبر کے لشکر مین امن کی جگہہ جنگ کا تماشہ دیکہتے رہے

اور کسی قسم کی مدد اونہون نے فتح مین نہین دی پہر مصنف نے اس فتح کی بعد کا

واقعہ بیان کیا ہی کہ" لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے۔ تیر انداز بہی لوٹنے مین

مصروف ہوئے۔ خالد نے عقب سے حملہ کیا مسلمان اس ناگہانی زد کو نہ روک

سکے کفار نے رسول اللہ پر تیرون اور پتہرون کی بوچہار کی آپ کے دندان

مبارک شہید ہوئے (شیعہ روایت ائمہ اہلبیتؑ سے اسبات کے قایل ہین

کہ دندان مبارک مین درز آگئی تہی) پیشانی پر زخم آیا۔ رخسار و مین مغفر کی کڑیان

چہبہ گئین۔ ایک گڑہے مین گر پڑے لوگون کی نظر سے چہپ گئے۔ غل پڑ گیا

رسول اللہ مارے گئے"

پیغمبرؐ کی خبر شہادت

اس واقعہ کے بعد ذی علم مصنف نے اون صحابہ کی

تعداد مین اختلاف ظاہر کیا ہے کہ آنحضرت کی ساتہہ

اخیر وقت تک کسقدر صحابہ ثابت قدم رہے۔ لیکن اون صحابہ مین ذی علم مصنف

نے حضرت عمر کا نام نہین لیا۔ مگر یہہ ظاہر کر دیتے ہین کہ" تمام روایتون پر نظر ڈالنے

سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچہہ

لوگ تو ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اونہون نے مدینہ سے ادہر دم نہین لیا۔ کچھ
لوگ جان پر کہیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہؐ کے بعد جینا بیکار ہے۔ بعضون
نے مایوس ہوکر سپر ڈالدی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمر اس
تیسرے گروہ مین تہے۔" افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت عمر کی تربیت کے
ذکر مین ابہی یہ رائے دیچکے ہین کہ "حضرت عمر نے پہلوانی اور کشتی اور شہسواری
کے فن مین پورا کمال حاصل کیا تہا اور جب موقع آزمایش کا آیا تو ذی علم مصنف
نے اونکی نسبت یہ رائے دی ہے کہ وہ اوس گروہ مین تہی کہ جنہون نے سپر
ڈالدی مجہکو بہت تعجب ہے کہ ایک موقع پر تو وہ کمال مصنف حضرت عمر کا ظاہر کرین
اور دوسرے موقع برخلاف اوسکے اوس کمال کی ضد پر اونکا قلم اوٹہا۔ گر ضرورت
وقت جب کسی بادشاہ کی مدح کا وقت ہوتا ہے تو اس کے اظہار مدح کے لئے
زبان کہلوائی ہے اور واقعات زمانہ جب قدح کمال کرتے ہین تو اوسی مصنف
سے مجبوراً اصل حقیقت کہلواتے ہین۔

حضرت عمر پیغمبرؐ کے ساتہہ نہ تہے مصنف کے اس بیان سے یہ بہی ظاہر
ہو گیا کہ حضرت عمر نہ پیغمبرؐ کے ساتہہ رہے نہ اون کی دست و بازو اور تیسرا گروہ جو
بجائے گروہ فراریون کے ذی علم مصنف نے بنایا ہے اور جسمین حضرت عمر کو
شمار کیا ہے اوسکی حقیقت بہی کہلی جاتی ہے۔

انس بن نضر کی حضرت عمر سے ملاقات۔ حضرت عمر کو جو تیسرے گروہ مین شمار کیا ہی اوسکی
بنیاد دو روایتون پر رکہی ہے۔ ایک طبری کی
کہ "انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور چند مہاجرین اور انصار کو بیٹہا دیکہکر
پوچہا کہ بیٹہے کیا کرتے ہو؟ اونہون نے کہا رسول اللہؐ نے تو شہادت پائی۔
انس بولے کہ رسول اللہؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے لڑکر مرجاؤ۔ انس یہ کہکر

دوسری روایت قاضی ابو یوسف سے خود حضرت انسؓ کی زبانی انس بن نضر کا
واقعہ نقل کیا ہے۔ اوسمین انس کا اخیر جواب یہہ مذکور ہے کہ "رسول اللہ
شہید ہوئے تو ہوئے خدا تو زندہ ہے" جس سے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ حضرت عمرؓ کا ایمان خدا اور رسولؐ پر حضرت انسؓ کا سا نہین تہا بلکہ اون کا
ایمان پیغمبرؐ کی زندگی تک تہا جسکا نشان دیگر روایات اور آیت قرآنی سے
ملتا ہے:۔

طلحہ سے زیادہ ثابت قدمی کی حقیقت

ذی علم مصنف یہہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "طبری
کی روایت مین یہ امر لحاظ کے قابل ہی کہ حضرت
عمرؓ کے ساتہیون مین طلحہ کا نام بہی ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ اس معرکہ مین انسے
زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا"
ہمکو اس سے بحث نہین کہ طبری کی روایت کو ذی علم مصنف جہان چاہین
سند مین لائین اور جہان چاہین اوسکی روایت کو باطل ٹہرائین۔ لیکن طلحہ کی
نسبت یہہ کہنا اونکا کہ "اس معرکہ مین اونسے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین
رہا تہا" صحیح نہین ہے۔
طلحہ کی نسبت اگر یہ قبول کرلیا جائے کہ وہ آنحضرت کے ساتہہ اخیر وقت تک
رہے" تو بہی اون لوگون کی ثابت قدمی زیادہ سمجہی جائیگی۔ (کہ باوصف پیغمبرؐ کی
وہ حالت ہوجانے کے جو بیان ہوئی) جنہون نے کفار قریش کے مقابلہ سے
ہاتہہ نہین روکا اور کفار کے حملون کو دفع کرکے پیغمبرؐ کی حفاظت کی اور یہان تک
لڑا کئے کہ شہید ہوگئے۔ جیسے حضرت امیر حمزہ یا زخمی ہو ہوکر گہوڑے سے گری

اور پہر گھوڑے پر سوار ہو ہو کر کفار پر حملہ اور اون کے دفع اور قتل مین بھی مصروف رہے اور پیغمبرؐ کی خبر بھی لے لے جاتے تہے جیسے علی مرتضےٰؑ اور جن کے مقاتلہ سے پہر دشمن پسپا ہوئے۔

جو کوئی اس معرکہ مین پیغمبرؐ کے پاس رہا اوسکی ثابت قدمی بہی بیشک قابل تعریف کے ہے۔ لیکن جنہون نے کہ اپنی ثابت قدمی اسدرجہ پر دکہائی کہ کفار پر حملہ اور اون کے حملہ کو دفع اور قتل وقتال اون سے یہان تک کیا کہ دشمنون کو تاب مقابلہ نہ رہی اور پیغمبرؐ کی بہی خبر لیتے رہے بمقابلہ اون کے یہہ کہنا بھی صحیح نہین ہوگا کہ "ساتہہ رہنے والے سے زیادہ کوئی ثابت قدم نہین رہا تہا" جن لوگون نے کہ کفار پر حملہ کیا اور کفار کے حملہ کو دفع کیا اون لوگون نے درحقیقت حفاظت پیغمبرؐ کی بہی کی اور اوس کسی کی بہی جو پیغمبرؐ کے ساتہہ تہا۔

حضرت عمر کی ثابت قدمی کی حقیقت

ذی علم مصنف اوس واقعہ مغلوبی مسلمانون اور حضرت عمر کے متعلق روایات کے بیان کے بعد بالآخر حضرت عمر کی نسبت یہ رائے قایم کرتے ہین کہ "برہمی کی حالت مین بھی حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے اور جب آنحضرت کا زندہ ہونا معلوم ہوا تو فوراً خدمت اقدس مین پہونچے" اور اس کے لئے ایک اور روایت سے بھی سند لاتے ہین "پہر جب مسلمانون نے رسول اللہؐ کو دیکہا تو آنحضرت کے پاس پہونچے اور آپ لوگون کو لیکر پہاڑ کے درہ پر چڑہ گئے۔ اوسوقت آپکے ساتہہ حضرت علیؑ۔ حضرت ابوبکرؓ۔ وحضرت عمرؓ۔ طلحہ بن عبداللہ زبیر بن العوام اور حارث بن صمتہ تہے"

لیکن خود اونہین روایتون سے نتیجہ خلاف اوس کے پیدا ہوتا ہے جو ذیعلم مصنف نے اپنی رائے نسبت حضرت عمرؓ کے قایم کی ہے اور خود اونہین روایتو

تسخین اوسوقت پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین جبکہ دشمنونکا حملہ جو پیغمبرؐ پر ہو رہا تہا اوس حملہ کو دفع کرنے والون نے دفع کرکے میدان جنگ کو دشمنون سے خالی کردیا تہا اور دشمن جو درمیان اوس مقام کے حایل تہے جہان حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے علیحدہ بیٹہے ہوئے تہے اور اوس مقام گڈہی کی جہان پیغمبرؐ معہ اپنے نہایت قلیل ہمراہیون کے تہے اپنے مقام سے ہٹ گئے تہے :-

ذی علم مصنف نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے" اور یہہ بھی قبول کیا ہے کہ "سپر ڈالکر ایک مقام پر معہ اپنے چند ساتہیون کے بیٹہے ہوئے تہے" اسمین یہہ امر قابل غور کے ہے کہ "میدان جنگ کسکو کہتے ہین" ؟ اور میدان جنگ اوس مقام سے جہان حضرت عمر بیٹہے ہوئے تہے جدا تہا یا نہین" ؟

یہہ امر صریح ہے کہ میدان جنگ اوسی کو کہین گے جہان باہم فریقین کی قتل وقتال ہوتا ہو۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے جس مقام پر سپر ڈالکر بیٹہے ہوئے تہے وہان باہم فریقین کے کسی قسم کا قتل وقتال نہین ہوتا تہا۔

میدان جنگ۔ وہ مقام جہان حضرت عمر بیٹہے ہوئے تہے اوسوقت تسلیم ہوسکتا تہا کہ جب حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مستعد جنگ اور دشمنون سے بر سر مقابلہ ہوتے اونکا معہ ہمراہیون کے سپر ڈالکر جس مقام پر بیٹہا ہوا ہونا خود دلالت کرتا ہے کہ اونہون نے میدان جنگ کو چہوڑدیا تہا اور اپنی حفاظت کیواسطے

اون پر حملہ آور ہو سکین گے۔

سپرڈالکر کسی دوسری جگہہ چلا جانا اور وہان باطمینان بیٹھنا بکار کر کہہ رہا ہے کہ "میدان جنگ سے حضرت عمر ہٹ گئے تھے"

جسوقت حضرت عمر سپرڈالکر ایک جگہہ معہ اپنے ہمراہیون کے بیٹھے ہوے تھے اوسوقت میدان جنگ صریح وہی مقام تہا کہ جہان پیغمبرؐ کی حمایت اور نصرت کرنے والون سے تلوار چل رہی تہی اور جہان بازار کارزار گرم تہا۔

انس بن نضر کی روایت سے ظاہر ہے کہ اوسنے حضرت عمر کو جس جگہہ بیٹھے ہوے دیکہا اور حضرت عمر کو ہدایت کی کہ تم کو چلکر لڑنا مرنا چاہیے یہان کیون بیٹھے ہو" اور اگر پیغمبرؐ مر گئے تو خدا تو زندہ ہے" حضرت عمر نے گو اوسکی نصیحت پر عمل نہین کیا اور اوس سے ایسے کلمے کہے کہ جس سے وہ بہی میدان جنگ مین نہ جائے۔ لیکن وہ حضرت عمر کے ارشاد کو قبول نہ کرکے اپنے ارادہ اور ایمان پر قایم رہ کر میدان جنگ مین آیا اور دشمنون پر حملہ آور ہوا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ میدان جنگ اور مقام تہا۔ اور حضرت عمر میدان جنگ سے علیحدہ دوسرے مقام پر تہے اور اوسکی نصیحت پر بہی میدان جنگ مین نہین آئے۔

ایسی حالت مین حضرت عمر کی نسبت یہہ کہنا کہ" وہ میدان جنگ سے نہین ہٹے" قطعی غلط ہے۔ جبکہ یہہ بہی قبول کیا جائے کہ سپرڈالکر ایک مقام پر معہ ہمراہیون کے بیٹھے ہوئے تہے"

اگر حضرت عمر معہ اپنے ہمراہیون کے مثل انس بن نضر دشمنون پر حملہ آور ہوتے تو دین خدا اور پیغمبرؐ کو کسقدر نصرت پہونچ سکتی تہی۔ ایسی حالت مین صرف یہی کہنا کافی نہین ہوگا کہ حضرت عمر میدان جنگ سے ہٹ گئے تہے۔

ان موور پر غور کرنے سے باسانی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جب علی مرتضےٰؑ اور دیگر جانبازون نے جنکی تشریح تاریخ اسلام مین موجود ہے دشمنونکو میدان سے ہٹا دیا اور پیغمبرؐ علی مرتضےٰؑ کے ساتہہ معہ چند رفقا کے گڈہے سے نکلکر بلندی پہاڑ پر نمودار ہوئے اوسوقت حضرت ابوبکر و عمر لوٹ لوٹ کر پیغمبرؐ کے پاس پہونچی ہین۔ چنانچہ خود حضرت ابوبکر فرماتے ہین کہ سب سے پہلی واپس آنے والون مین مین ہونگا جنہون نے اس شرف مقدم سے حضرت عمر کو محروم رکھا۔

جب بلندی پہاڑ پر پیغمبرؐ گڈہے سے نکلکر چڑہے اور مسلمان آپکی پاس پہونچے اوسوقت راوی نے جو لوگ پیغمبرؐ کے پاس شروع سے تھی اور جو لوگ بعد کو پہونچی سب کو یکجا کرکے بیان کیا ہے۔ ورنہ جو لوگ سپر ڈالکر چلے گئے تہے جب تک دشمن جو درمیان پیغمبرؐ اور واپس آنیوالونکی حایل تہا دفع نہو جاوے وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچ نہین سکتے تہے۔ کوئی روایت ایسی نہین ہے کہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے والے دشمن سے خالی کرکے پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین۔

بلاذری کی تحقیق فرار عمر کی بابت معہ روایت استدلالی ذی علم مصنف کے ذہن مین یہ امر ضرور تہا کہ اونکی اس رائے کے خلاف کہ "حضرت عمر میدان جنگ سے نہین ہٹے" متعدد روایتون سے حضرت عمر کا میدان جنگ سے فرار کرنا ظاہر ہے جس سے ذی علم مصنف کی

کرتے ہین کہ "حضرت عمر اون لوگون مین تہے جو اُحد کے دن بہاگ گئے تہے
لیکن خدا نے اونکو معاف کر دیا" اور علامہ موصوف نے جو ایک روایت
نقل کی ہے اوسکا خلاصہ ذی علم مصنف نے یہ بیان کیا ہے کہ "حضرت
عمر نے جب اپنی خلافت کے زمانہ مین لوگون کے روزینے مقرر کئے تو
ایک شخص کے روزینے کی نسبت لوگون نے کہا کہ انسے زیادہ مستحق
آپ کے فرزند عبد اللہ ہین۔ حضرت عمر نے فرمایا نہین اسکا باپ اُحد کی
لڑائی مین ثابت قدم رہا تہا اور عبد اللہ کا باپ (یعنی خود عمر) نہین
رہا تہا۔"

ذی علم مصنف علامہ بلاذری کے قول فیصل اور رائے محقق کی نسبت	**علامہ کی استدلال کی روایت مین قدح رواۃ کی حقیقت**

جو علامہ نے بعد تحقیق قایم کی ہے کچہہ چون وچرا نہین کرتے ہین لیکن روایت
کی نسبت یہہ کہتے ہین کہ "یہ روایت قطع نظر اس کے کہ درایۃً غلط ہے۔
کیونکہ معرکہ جہاد سے بہاگنا ایک ایسا ننگ تہا جسکو کوئی شخص علانیہ
تسلیم ہی نہین کر سکتا تہا۔ اصول روایت کے لحاظ سے بہی ہم اوسپر
اعتبار نہین کر سکتے ہین۔ علامہ موصوف نے جن رواۃ کی سند سے یہہ
روایت بیان کی ہے ائمین عباس بن عبد اللہ اور عیص بن اسحاق
ہین اور یہہ دونون مجہول الحال ہین۔ اس کے علاوہ اور تمام روایتین
اس کے خلاف ہین۔

ذی علم مصنف نے راویون کو جو غیر معتمد قرار دیا ہے یہہ اون کلی
اور اون کے یہان کے علما کا ایک امر اختیاری ہے کہ جہان جس روایت کو

روایت کو لے لیتے ہین اور جہان کسی روایت اور انہین رواۃ کو لینا خلاف
مقصود ہوتا ہی وہان اون راویون کی قدح ظاہر کر دیتے ہین۔ ایسے
نشانات دکہانے سے ہم اجتناب کرتے ہین کہ بحث کو طوالت ہوتی ہے
لیکن اس روایت کو درایۃً جو غلط ہونا ذی علم مصنف قرار دیتے ہین
اوسمین صرف اونکی یہی غلطی نہین ہی کہ جس امر کو اونہون نے درایت قرار

علامہ بلاذری کی استدلالی روایت کو درایۃً مصنف کی غلط ظاہر کرنے کی حقیقت

دیا ہی وہ درایت نہین ہی اور قیاس کو
درایت سمجہہ لیا ہی اور درایت کو روایت
بلکہ حضرت عمر پر ایک سخت عیب لگایا
ہے یعنی امر واقعہ کا چہپانا ذی علم مصنف حضرت عمر پر امر لازمی قرار دیتے
ہین۔

اگر روزینے کے مقرر کرنے کے وقت حضرت عمر استحقاق اور غیر
استحقاق پر (جسکی بنا اسپر ہی کہ کون بہاگا اور کون ثابت قدم رہا) لحاظ
نہ کرتے اور بجائے ثابت قدمی کے فرار کو موجب استحقاق یا سرداری سمجہ
قرار دیتے تو واقف کارونکی نگہ مین کہ اسوقت سیکڑون مسلمان ثابت
قدمی اور فرار سے آگاہ تہے حقارت ہوتی اور طرفداری ناحق کا عیب
ہر ایک کے دل مین مرتکز ہو جاتا۔

اوسوقت مین ہزارون مسلمان حضرت عمر کے احد کے دن کے
فرار سے آگاہ تہے کہ واقعہ ہی یون تہا اور یہی درایت تہی۔ حضرت عمر کا
اسوقت علانیہ ایسے واقعہ کو جو درایت تہا ظاہر نہ کرنا ایک اور نظر امر صدق
سے گریز کرنا ہے ایک امر تہا جسکو ذی علم مصنف قیاس سے باطل کرنا چاہتے ہین

تمام روایتین اس واقعہ فرار کے خلاف ہونگی جیسا کہ ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین۔ لیکن ذی علم مصنف اگر اونکو تحریر کرتے" تو معلوم ہوتا کہ ذی علم مصنف نے اون کے مقصود کو اپنی ذہن مین غلط قرار نہین دے لیا ہے جیسا کہ حضرت عمر کے میدان جنگ سے ہٹنے کو دو روایتون اپنی منقولہ سے غلط قرار دیا ہے۔ مگر درحقیقت ایسی روایات ہین نہین ورنہ مصنف ضرور اونکو اس موقع پر دکھلاتے۔

حضرت عمر کے فرار یوم احد کے متعلق کسیقدر اور روایتین جو میری نظر سے گذری ہین اونکو پیش کرتا ہون۔

روایات متعلق فرار عمر "حضرت عمر نے ایک دن جمعہ کا خطبہ پڑہا۔ اور سورۂ آل عمران کی جب اس آیت پر پہونچے۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان یعنی تحقیق کہ جن لوگون نے منہ پہیر دیا تم مین سے جس دن کہ بہڑ گئین دو جماعتین" تو کہا کہ جسوقت کہ تہا دن احد کا ہزیمت پائی ہم نے اور بہاگا مین یہانتک کہ چڑہ گیا مین پہاڑ پر۔ ہر آئینہ اچکتا تہا۔ گویا مین بز کوہی تہا۔ اور اوس وقت لوگ یہہ کہہ رہے تہے کہ محمد صلعم قتل ہو گئے"۔ (تفسیر درمنثور سیوطی وشرح ابن ابی الحدید۔ اگرچہ معتزلی ہے مگر روایات کتب اہلسنت سے لیتا ہی)

"خود حضرت عمر کہتے ہین جبکہ چلایا شیطان کہ قتل ہوگئے انحضرت صلعم تو پیش آگیا مجھکو کہ مین چڑہتا تہا پہاڑ پر گویا مین بز کوہی تہا"۔ (واقدی)

"تحقیق کہ شیخین بہاگے دونون دن احد کے اور پہرے عمر پونچھتے آنسو اپنے اور مانگتے تہے علی ؑ سے معافی۔ پس کہا علی ؑ نے آیا نہین تہے تم ندا کرنے والے کہ قتل ہوگئے محمد صلعم۔ پس پلٹ جاؤ طرف دینون اپنی کے

جولوگ پلٹ گئی تم مین سے دن ملنے دو جماعت کے۔ بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے" (مسند احمد حنبل)

"تحقیق کہ عمر نے بخشش دی ایک مرد کو چار ہزار درہم اور زیادہ کیئے اوسکو ہزار۔ کسیتے کہا کہ اپنے بیٹے کو نہین زیادہ کرتے ہو جیسا کہ اوسکو زیادہ کیا۔ پس فرمایا اونہون نے تحقیق کہ یہ وہ شخص ہی کہ ثابت رہا باپ اوس کا دن احد کے اور نہین ثابت رہا باپ اسکا" (ربیع الابرار زمخشری باب ۵۲ عدل و انصاف)

"ایک عورت حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین ردا مانگنے آئی منجملہ اون رداؤن کے کہ جو اون کے آگے تہین۔ اور خود اونکی (حضرت عمر) لڑکی بہی اوسکے ساتہہ آئی جو ردا مانگتی تہی۔ پس دی اونہون نے ردا اوسی عورت کو۔ کسیتے اسبارہ مین کچہہ کہا تو فرمایا کہ اوسکا باپ ثابت قدم رہا۔ دن احد کے اور نہین بہاگا اور تحقیق کہ باپ اس (دختر) کا بہاگا دن احد کے اور نہین ثابت قدم رہا" (شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید)

"تفسیر کبیر۔ اور تفسیر نیشاپوری مین تحت اوس آیۃ کے جسکا ذکر اوپر ہوا لکہا ہی کہ "ہزیمت پانے والون مین عمرؓ تہے مگر اول ہزیمت پانیوالون مین نہین تہے اور دور نہین چلے گئے بلکہ پہاڑ پر جم رہے تہے یہان تک کہ چڑہے نبی صلعم"

ہزیمت شکست پاکر بہاگنے کو کہتے ہین۔ اگرچہ صاحب تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری نے حضرت عمرؓ کو نمبر اول کی ہزیمت پانے والون مین قرار نہین

کہ جو ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے تہے جو تین روز کے بعد واپس آئے لیکن اوس اندازہ فرار سے حقیقت فرار مین کوئی فرق نہین آتا۔

ان تمام روایات سے جنکا ذکر ذی علم مصنف نے متروک کیا ہے اور جنپر جرح اونکو نہایت دشواری تہی حضرت عمرؓ کا فرار میدان جنگ سے صریح ظاہر ہے اور علامہ بلاذری کی رائے نسبت فرار عمرؓ کے محققانہ قرار پاتی ہی مقابلہ اوس کے رائے ذی علم مصنف کی ایسی ٹہرتی ہی کہ جس کے پیر نہون۔ جو روایتین ذی علم مصنف نے انس بن نضر کی لکہی ہین اور جو روایتین کہ ہمنے پیش کین اون کی مضامین کی خبر آیات قرآنی مین موجود ہے۔

"و لقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون"

"اور البتہ تحقیق تہی تم کہ ارزو کرلیتے تہے تم موت کی (وقت جہاد) قبل اسکے کہ ملاقات کرو تم اوس موت کو پس تحقیق دیکہا تم نے اوس موت کو (ہنگامہ موت کو) اور تم دیکہ رہے تہے" (کہ مومنین کس طرح لڑ رہے ہین۔ اور مر رہے ہین)"

"ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلہم الشیطان" | "تحقیق کہ جن لوگون نے موںہہ پہیر لیا تم مین سے دن ملنے دو جماعتون کے بیشک ڈگا دیا اون کو شیطان نے"

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ" | "اور نہین ہین محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اوس سے رسول کیا پس اگر مر جائے یا قتل ہو جائے۔ پہر جاؤ گے تم اوپر ایڑیون اپنی کے۔ اور جو کوئی کہ پہر جائے اوپر دونون ایڑیون اپنی کے پس ہرگز ضرر نہ دیگا وہ خدا کو کچہہ"

"اذ تصعدون ولا تلوون علے احد والرسول یدعوکم فی اخریکم" | جسوقت کہ چڑہے جاتے تہے تم اور نہ مڑکر دیکہتے تہے تم کسی پر اور رسول پکارتا تہا تم کو تمہارے پیچہے"

نتیجہ روایات وآیات کا

ذی علم مصنف نے جو امور کہ حضرت عمرؓ کی نسبت قبول کئے اور جو امور دوسری روایتون سے حضرت عمر کی نسبت ظاہر مین اہل نظر دیکہہ لین کہ وہی مضامین آیات قرآنی مین ہین یا نہین؟ اور اون امور کی خدا نے مذمت کی ہے کہ یا نہین؟ اور آیا یہ آیات شائین حضرت عمرؓ کی سمجہی جاسکتی ہین یا نہین؟ اوس کے بعد خود اہل نظر سمجہہ لینگے کہ ذی علم مصنف نے جو رائے حضرت عمر کی نسبت ظاہر کی ہے وہ خلاف مضامین آیت قرآنی کے ہے یا نہین اور کہانتک ایسی رائے کی وقعت لوگونکی نگاہ مین ہو سکتی ہی -؟ یہہ سچ ہے جیسا کہ مصنف بحوالہ علامہ بلاذری لکہتے ہین کہ جنگ احد کے فراریون کو خدا نے معافی دیدی - لیکن جنگ حنین مین جو لوگ بہاگے جنمین حضرت عمر بہی شامل تہے اوسکی معافی خدا نے نہین دی اور صرف یہہ فرمایا کہ "ثم ولیتم مدبرین"

حضرت عمرؓ کے خالد کو حملہ کرکی ہٹا دینے کی حقیقت

ذی علم مصنف ایک یہ واقعہ بہی ظاہر کرتے ہین کہ "خالد ایک دستہ فوج کے ساتہہ آنحضرت کی طرف بڑہے رسول اللہ اسوقت تیس صحابہ کے ساتہہ پہاڑ پر تشریف رکہتے تہے - خالد کو آتا دیکہکر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین - حضرت عمر نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتہہ آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اونکو ہٹا دیا"

اگرچہ اس واقعہ کی نسبت ہم اپنے رسالہ روشنی کی پانچوین جلد (صفحہ ۱۱

اس واقعہ کی نسبت مورخین اہلسنت نے مختلف طور سے روایتین نقل کی ہین
ایک تو یہی ہے کہ "پیغمبرؐ پہاڑ پر معہ چند مسلمانون کے چڑھ گئے تھے اور کفار کو
آتے ہوئے دیکھکر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ "خدایا یہ لوگ یہانتک نہ آنے پائین۔ اور
حضرت عمرؓ نے معہ چند مہاجر اور انصار کے اونکو ہٹا دیا جیسا کہ ذی علم مصنف نے
سیرۃ بن ہشام اور طبری سے لیا ہے۔

ایک صورت یہہ ہے کہ "پیغمبرؐ کہائی پہاڑ مین معہ چند اصحاب کے تھے کہ
قریش پہاڑ پہ چڑھ گئے اور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ یہہ نہین ہونا چاہیے
کہ وہ ہمپر چڑھ آئین۔ اوسوقت عمر بن خطاب اور ایک جماعت مہاجرین نے
قتال کیا تب وہ پہاڑ سے اوترے" جیسا کہ ازالۃ الخفا مین حوالہ ابن اسحاق
لیا گیا ہے:-

ایک صورت واقدی مین خود حضرت عمر سے یہہ مروی ہے کہ "جب پکارا
شیطان نے یہ کہ قتل ہوئے محمدؐ صلعم تو چڑھا مین پہاڑ پر مانند بز کوہی کے
اور پہونچا مین پاس آنحضرت کے کہ آپ فرماتے تھے (آیت قرآن) نہین ہی
محمدؐ مگر رسول بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول۔ پس اگر مر جاے
یا قتل ہو جائے پھر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن۔ اور جو کوئی پھر جاویگا۔ اولٹے
پاؤن نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ۔ اور قریب ہے کہ جزا دے اللہ شکر کرنے والونکو
اور تھے ابوسفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا آنحضرت نے۔ اے اللہ نہین ہونا
چاہیے یہہ کہ وہ چڑھ آوین ہمپر کہ شکست کہائی اونہون نے"

اس روایت مین جو خود حضرت عمرؓ سے منقول ہے شیطان کا پکارنا کہ محمدؐ
قتل ہوگئے۔ اور حضرت عمر کا پہاڑ پر کوہی بز کی مانند چڑھ جانا۔ اور پہونچنا اونکا
پیغمبرؐ کے پاس اور پیغمبرؐ سے مضمون آیۃ سُنا کہ اگر محمدؐ مر جاے یا قتل ہو جاے

صلعم کا فرمانا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہ کہ وہ چڑہ آئین ہمپر اور اون لوگونکا شکست کہانا سب کچہہ موجود ہے۔ مگر

"حضرت عمر کا چند مہاجر و انصار کے ساتہہ آگے بڑہ کر دشمنون پر حملہ کرنا اور اون لوگونکو ہٹا دینا" مذکور نہین ہے۔ جس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرت عمر کا حملہ کر کے کفار کو ہٹا دینا جن روایتون مین مذکور ہوا ہے وہ مضمون اونکا غلط اور وضعی ہی۔

درحقیقت یہہ روایت دو حصون پر مشتمل ہی ایک حصہ اوسکا وہ ہے کہ جسمین حضرت عمر نے اپنی سرگذشت بیان کی ہی۔ دوسرا حصہ وہ ہے کہ جب وہ حضرت پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین تو اوسوقت اونہون نے وہان اون سے سنا ہے اور معلوم کیا ہے۔

جو حصہ کہ حضرت عمر کی سرگذشت کا ہے وہ یہہ ہے کہ "جب پکارا شیطان نے کہ آنحضرت صلعم قتل ہوے تو مین پہاڑی بز کی طرح پہاڑ پر چڑہا اور انحضرت صلعم کے پاس پہونچا جو اس آیۃ کی تلاوت فرما رہے تہے "نہین ہے محمد مگر رسول۔ بیشک گذر گئے ہین اوس سے پہلے بہت رسول۔ پس اگر مر جاے یا قتل ہو جاے۔ پہر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن ؟ اور جو کوئی پہر جاویگا اولٹے پاؤن وہ خدا کا کچہہ نہین بگاڑیگا"

اس حصہ مین جو حضرت عمر کا پہاڑ پر مثل بز کوہی چڑہ جانا اور پہر پیغمبرؐ کی پاس پہونچنا مذکور ہے یہہ دو واقعہ جداگانہ ہین اونکو یہہ نہین سمجہہ لینا چاہئے کہ وہ بلا وقفہ واقع ہوے ہین :-

حضرت عمر کا پہاڑی بز کی طرح پہاڑ پر چڑہ جانیکا واقعہ اوسوقت کا ہی

صلعم قتل ہو گئے اور حضرت عمر پہاڑ پر چڑہ کے اوسکی گہاٹی مین سپر ڈال کے مع اپنے ساتہیون کے جا بیٹہے ہین۔

اور حضرت عمرؓ کے پیغمبرؐ کے پاس پہونچنے اور پیغمبرؐ سے مضمون آیتہ سننے کا وہ وقت ہے کہ بعد ہزیمت کے بقیہ مسلمانون نے جب پہر کفار کو ہزیمت دی ہے اور پیغمبرؐ بلندی پہاڑ پر چڑہ گئے ہین۔

ان دونو واقعون جداگانہ مین وقفہ کے ہونیسے کسیکو انکار نہین ہوسکتا۔

دوسرا وہ حصہ روایت کا کہ "جب حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اونکو وہان معلوم ہوا ہے یہہ ہے کہ" تہے ابوسفیان نیچے پہاڑ کے فرمایا انحضرت صلعم نے اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہہ کہ وہ چڑہ آوین ہمپر سو شکست کہائی اونہون نے"

یہہ واقعہ حضرت عمر کا چشمدید نہین تہا۔ بلکہ جب وہ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین تب اونکو اِس واقعہ کا علم ہوا ہے۔

اِس واقعہ مین جو یہ ذکر ہے کہ ابوسفیان نے شکست کہائی یہ واقعہ اوسی وقت کا ہے کہ ابوسفیان نیچے پہاڑ کے تہے اور پیغمبرؐ بہی زخمی ہو کر گڈہے مین گر چکے تہے اور کفار پیغمبرؐ پر حملہ کرتے چلے آتے تہے اوسوقت پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے اللہ نہین ہونا چاہیے یہ کہ وہ ہمپر چڑہ آئین یعنی ہم تک آنے نہ پائین کہ علی مرتضٰے اور چند دیگر مہاجر و انصار نے حملہ کفار کو دفع کیا اور اونکو ہزیمت دی اور پیغمبرؐ کی دعا کو خدا نے مستجاب کیا۔

صریح ہے کہ ابوسفیان کے اسوقت شکست کہانے کے وقت حضرت عمر

جس سانحہ کا کہ اونکو علم ہوا اوسکا بیان کیا ہے اور جسکی تفریق خود روایتون اہلسنت سے بخوبی ہوتی ہے۔

حضرت عمر نے ابو سفیان کا پہاڑ کے نیچے ہونا بیان کیا ہے اور یہہ نہین بیان کیا ہی کہ اوسوقت پیغمبرؐ کہان تہے۔ لیکن حضرت عمر کے بیان مین ابو سفیان کا شکست کہانا موجود ہی تو خواہ مخواہ یہہ سمجہا جاسکتا ہی کہ پیغمبرؐ بھی گہاٹی پہاڑ مین جہان گہر گئے تہے موجود تہے۔

تمام مورخ متفق ہین کہ گڑہے سے پیغمبرؐ جب نکلے ہین اور پہاڑ پر چڑہے ہین تو علیؑ مرتضےٰ اون کے ساتہہ تہے۔ اگر قبل ہزیمت کفار کے پیغمبرؐ پہاڑ پر چڑہتے اور علیؑ مرتضےٰ اون کے ساتہہ نہوتے تو کفار کو پیغمبرؐ کے پاس تک نہ آنے دینے کے لئے روکنے والا کون ہوسکتا ہی۔

یہ ہزیمت کفار کی حضرت عمر کی طرف منسوب نہین ہوسکتی ہے۔ جسکا ذکر حضرت عمرؓ نے کیا ہے وہ اوسوقت گہاٹی پہاڑ مین سپر ڈالے ہوئے بیٹھے تہے

ہمکو یہہ دیکہنا بھی چاہئے کہ جو صورت واقعہ ذی علم مصنف نے ظاہر کی ہی معرکہ احد مین کوئی وقت ایسا ہوسکتا ہے کہ جبوقت وہ واقعہ حضرت عمر ظہور مین لائے ہون۔

جس واقعہ کا بیان ذی علم مصنف نے کیا ہے اوس سے ظاہر ہے کہ اوسوقت تک دوبارہ دشمنون کو ہزیمت نہین ہوئی تہی اور دشمن میدان جنگ مین موجود تہے کہ ایک دستہ فوج کا خالد لیکر انحضرت کی طرف کو بڑہتا ہے۔ یہ وقت ایسا نہین ہوسکتا ہی کہ حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس بلندی پہاڑ پر پہونچے ہون۔ اصلی

اوسکے بعد حضرت عمرؓ پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین جیسے کہ اور بہاگنے والے آگے پیچہے پیغمبرؐ کے پاس آگئے ہین۔

پس یہہ واقعہ کہ "حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین و انصار کے ساتہہ خالد اور دستۂ فوج پر آگے بڑہ کر حملہ کیا اور اون لوگون کو ہٹا دیا" کسی طرح صحیح تسلیم نہین ہو سکتا۔

جسوقت کہ خالد معہ دیگر دشمنون کے میدان جنگ مین موجود تہے اوسوقت حضرت عمرؓ معہ چند مسلمانون کے ایک درہ کوہ مین بیٹہے ہوئے تہے جسکا ذکر روایات انس بن نضر مین ہے اور خود حضرت خالد سے روایت ہے کہ جسوقت لوگ ہٹے احد مین تو حضرت عمرؓ کو خود مین نے گہاٹی مین جاتے ہوئے دیکہا۔ جس سے ظاہر ہی کہ وقت غلبہ کفار کے حضرت عمرؓ گہاٹی مین چلے گئے تہے اور وہ گہاٹی سے اوسوقت نکلے ہین جب کفار کو علی مرتضےٰ کی بے نظیر شجاعت سے ہزیمت ہو گئی ہی اور پیغمبرؐ پہاڑ پر چڑہ گئے ہین پس حضرت عمرؓ کا خالد اور اوسکے دستہ فوج کو حملہ کرکے ہٹا دینا قطعی وضعی ہی۔

حضرت عمرؓ کی ابو سفیان کو للکارنے کی حقیقت

ذی علم مصنف اخیر مین معرکہ احد کے متعلق ایک یہہ واقعہ بھی حضرت عمرؓ کی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ "ابو سفیان سالار قریش درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ اس گروہ مین محمدؐ ہین یا نہین؟ آنحضرت نے اشارہ دیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابو سفیان نے پہر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا نام لیکر کہا کہ یہہ دونون اس مجمع مین ہین یا نہین؟ اور جب کسی نے کچہہ جواب ندیا تو بولا کہ ضرور یہہ لوگ مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا پکار کر کہا

تھا) یعنی ہبل بلند ہو۔ رسول اللہ نے حضرت عمر سے فرمایا جواب دو۔ اللہ اعلی

واجل۔ یعنی خدا بلند و برتر ہے"

اس موقع پر حضرت عمرؓ کا موجود ہونا مشکل سے قبول کیا جا سکتا ہی۔

واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ جب کفار کو ہزیمت ہو چکی ہے تب حضرت

عمر پیغمبرؐ کے پاس پہونچے ہین اور اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کفار کو ہزیمت

نہین ہوئی تھی اور حضرت عمر پیغمبرؐ کے پاس موجود تھے:۔

ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ ابوسفیان درہ کے قریب کسوقت

آن کر پکارا تھا۔ آیا اوسوقت کہ ابوسفیان کو شکست ہو گئی تھی یا نہین؟ اگر شکست

ہو گئی تھی تو پہر شکستہ دل اور شکست یافتہ لوگون کی عادت اس امر کو قبول

کرنے نہین دیتی کہ وہ اپنے دشمنون کے قریب آکر کوئی ایسا امر اولنسی دریافت

کرین کہ جس سے پہر مقابلہ شروع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور

اگر ابوسفیان کو اوسوقت ہزیمت نہین ہو چکی تھی اور اوسوقت غلبہ پانیوالی

جماعت اوس کے ساتھ تھی اور یہہ بہی وہ جانتا تھا کہ قلیل مسلمان اس موقع پر

ہین۔ اور جب یہہ معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلعم زندہ ہین تو پہر اوسنے اپنی قلیل

دشمنو نپر حملہ کرکے اون کو نیست و نابود کر دینے کی کوشش کیون نہ کی کہ یہ امر

خلاف گرمجوشی ابوسفیان کے تھا۔

باایںہمہ اس واقعہ سے نافرمانی پیغمبرؐ کی حضرت عمر کی نسبت بخوبی ظاہر ہی۔

پیغمبرؐ نے کسی مصلحت سے یہہ اشارہ کیا تھا کہ ابوسفیان کو کوئی جواب نہ دے۔

لیکن حضرت عمر نے خلاف ارشاد آنحضرت صلعم کے پکار کر کہا کہ "او دشمن خدا

علانیہ انسکار کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کا اس موقع پر نافرمانی پیغمبرؐ کی کرنا قابل تعجب کے نہین ہے۔ اونکو عادت تہی کہ ہمیشہ خلاف ایما اور منشار پیغمبرؐ کے گرمجوشی ظاہر کرتے تہے جسکو اون کے سراہنے والے اون کے ایسے شیوہ کو اونکے فخر کے لئے چُننے رہے ہین۔

اگر یہہ واقعہ تسلیم کیا جائے تو پیغمبرؐ نے جو اسوقت یہ اشارہ کیا کہ ابوسفیان کے پکارنے کا کوئی جواب نہ دے اوسکی مصلحت صریح ہے۔ کہ خدا خدا کرکی ابوسفیان اور اوس کے لشکر کو ہزیمت ہوئی ہے جب وہ ادہر سے کوئی جواب نپاویگا تو اپنی حالت پر باقی رہیگا۔ لیکن جب اوسکو یہہ معلوم ہوگا کہ حضرت محمدؐ زندہ ہین اور اونکی قتل کی خبر غلط مشہور ہوئی تو سخت اندیشہ تہا کہ نہایت گرمجوشی سے قتل انحضرتؐ مین کامیابی حاصل کرنے کے لئے حملہ کیا جائے۔

پیغمبرؐ ابھی دیکھہ چکے تہے کہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اور اکثر مسلمانون نے اون کو اپنی حالت دیکہائی تہی۔ پیغمبرؐ نے جو ابوسفیان کا جواب دینے سے منع فرمایا اوسکی مصلحت تو ظاہر تھی لیکن حضرت عمرؓ سے جو نہین رہا گیا اور پکارنے لگے کہ ہم سب زندہ ہین اوسمین کیا مصلحت تھی ؟۔

مین ذی علم مصنف کے اس فقرہ کو بہت تعجب سے دیکھتا ہون کہ "حضرت عمرؓ سے نرہا گیا پکار کر کہا کہ او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" جب مین یہ خیال کرتا ہون کہ ابہی تو دشمنون کے خوف سے حضرت عمرؓ نے سپر ڈالکر میدان جنگ چہوڑکر پہاڑ کی گہاٹی مین پناہ لی تہی۔ اور ابہی حضرت عمرؓ اونہین دشمنون کی للکار کے پکارنے کو تیار ہوگئے۔ مگر میرے تعجب کو حضرت عمرؓ کی دانائی رفع کرتی ہے کہ وہ ویسا ہی موقع تہا اور یہہ ایسا ہی موقع تہا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی ہیبت پر شبہ رکہنے والے حضرت عمرؓ کی اس پالیسی کو بڑی نگاہ سے دیکھین گے اور اون کی

[illegible] کو یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر ابوسفیان کا ہر [illegible] ہین اونسے

کوئی کارنمایان نہین ہوسکتا تہا بلکہ قابل افسوس امراونکی شجاعت کے دامن پر

دہبہ لگانیوالا ظہور مین آیا تہا) ناگوار خاطر ہونے سے ابوسفیان کو ایسا جواب

دلوایا کہ وہ دوبارہ حملہ کرکے دشمن کا کام تمام کردے اور خود حضرت عمراوسی طریقہ

پر قدم رکہکے اپنی جان کی حفاظت کرلین کہ جس راہ پر ابہی اس معرکہ مین پہاڑ پر

چڑہتے وقت اپنے قدم اوٹہائے تہے تاکہ نہ مسلمان باقی رہین نہ اون کی باہم

کیسکی بہلائی اور کیسکی بُرائی کا چرچا۔ سب قصہ ہی مٹ جائے۔

یہہ امر بہی خالی تعجب سے نہین ہے کہ جب ابوسفیان بولا کہ "یہہ لوگ ضرور

مارے گئے" اور خلاف ایماء پیغمبرؐ کے حضرت عمر نے پکار کر یہ تو کہا کہ "او دشمن خدا

ہم سب زندہ ہین" لیکن جب ابوسفیان نے کہا کہ "اے ہبل بلند ہو" اوسوقت

حضرت عمر نے سکوت کیا اور کچہہ جواب نہ دیسکے اور گویا ابوسفیان کی قول کو

سکوت سے قبول کرلیا۔

یہہ امر بہی قابل غور کے ہے کہ جب حضرت عمر نے ابوسفیان کو للکار کر

اطلاع دی کہ "او دشمن خدا ہم سب زندہ ہین" تو اوسوقت ابوسفیان کو اسبات

کے کہنے کا کیسے موقع ہوسکتا تہا کہ "اے ہُبل بلند ہو" اس بات کے کہنے کا

موقع اوسیوقت تہا کہ جب اوس نے یہہ جان لیا تہا کہ سب مارے گئے اور اپنی

فتح سمجہکر کہہ سکتا تہا کہ "اے ہُبل بلند ہو"

حقیقت اس واقعہ کی صرف اسقدر ہے کہ جسوقت حملہ کفار قریش سے مسلمانون

نے پریشان ہوکر ہزیمت پائی اور پیغمبرؐ زخمی ہوکر گڈہے مین گر گئے اور پیغمبرؐ کی

خبر قتل اوڑ گئی۔ اسوقت ابوسفیان درہ کے قریب پہونچکر پکارا کہ "اس گروہ

مین محمدؐ ہین یا نہین؟" جب پیغمبرؐ کے ایمار سے کسینے اوسکو جواب نہ دیا تب

یہ جواب دیا کہ "خدا بلند و برتر ہے" آخر کار علیؑ مرتضےٰ اور جو مسلمان کہ ثابت قدم تھے اونہون نے دشمنون کو زیر کرکے ہزیمت دی اور پیغمبرؐ کی حفاظت کی ہے۔

اس واقعہ مین حضرت عمر کا نام بے محل اور بے موقع خلاف واقعہ داخل کیا گیا ہی۔ جیسا کہ اون جرحون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو ہمنے اس بیان مین کی ہین۔

اور واقعات تاریخی کا نتیجہ بہی یہی ہے کہ جسوقت مسلمان تتر بتر ہو گئے تہے اور پیغمبرؐ خدا زخمی ہوکر ایک نشیب مین گر گیے اور اون کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی تھی اوسوقت ابو سفیان تلاش صحت خبر قتل پیغمبرؐ کی کرتا تہا لیکن اوسوقت سوائے علیؑ مرتضےٰ اور دو چار مہاجر و انصار کے کہ جن ثابت قدمون کے نام کتب مغازی و سیر مین مذکور ہوئے ہین اور جو میدان جنگ مین قتال اور دشمنون کو پیغمبرؐ سے دفع اور پیغمبرؐ کی حفاظت کر رہے تہے۔ پیغمبرؐ کے پاس نہ حضرت عمر تہے نہ حضرت ابو بکر نہ حضرت عثمان۔ قبل ہزیمت کفار کے حضرت ابو بکر و عمر کا پیغمبرؐ کے پاس ہونا۔ کسیطرح صحیح قبول نہین کیا جا سکتا۔

نکاح حفصہ ذی علم مصنف معرکہ احد مین جو شرف حضرت عمر کے لئے قرار دیتے تہے اوسکے ختم کے بعد اسی سال حضرت عمر کو یہ شرف دیتے ہین کہ "اونکی دختر بیوہ حضرت حفصہ رسول اللہ کے عقد مین آئین جنکا نکاح جاہلیت مین خنیس بن حذافہ کے ساتھہ ہوا تہا"

لیکن مجرد صاحبزادی حضرت عمر کا پیغمبرؐ کے نکاح مین آنا حضرت عمر کیلئے شرف نہین ہو سکتا۔ پیغمبرؐ طرح طرح کی مصلحتون اور ضرورت کے لحاظ سے نکاح کر لیتے تہے یہانتک کہ پیغمبرؐ نے حضرت ابو سفیان کی کہ وہ اوسوقت تک حالت کفر مین تہے دختر (ام حبیبہ) سے نکاح کر لیا تہا جیسا شرف حضرت ابو سفیان کو

علی مرتضے معاویہ بن سفیان کے خط کے جواب مین کہ معاویہ بن سفیان
نے ذکر قرابت بنی ہاشم سے کیا تہا صاف لکہدیا ہی کہ "نکاح کرنا اور نکاح مین
دینا فعل الکفار ہے" یعنی کفو کی بات ہے اور جسکا مقصود یہہ ہے کہ بنی ہاشم
سے مناکحت ہونا نہ بنی امیہ کے لئے باعث شرف اور فخر کا ہوسکتا ہے نہ بنی
ہاشم کے لئے عیب۔

اسی بنا پر یہ سمجھہ لینا چاہئے کہ پیغمبر نے جو نکاح دختر حضرت عمر سے کیا اوس سے
کوئی شرف حضرت عمر کے لئے نہین ہوسکتا۔

قبیلہ بنو نضیر مین حضرت عمر کی ہمراہی

سنہ ۴ ھ مین ذی علم مصنف بنو نضیر کے واقعہ کا ذکر کرتے مین
کہ "اون کے پاس حضرت پیغمبرؐ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر
کو ساتہہ لیکر تشریف لیگئے تہے" لیکن کوئی خاص بات ایسی حضرت عمر کی نسبت
اسموقع پر نہین لکہی ہے جس سے حضرت عمر کے لئے کوئی شرف حاصل ہوسکے۔ حضرت
پیغمبرؐ کا حضرت عمر کو ساتہہ لیجانا ایک معمولی بات ہے کون معرکہ ایسا ہے کہ جہان
حضرت عمر پیغمبرؐ کے ساتہہ نہ گئے ہون مگر دیکہنا یہہ ہوتا ہے کہ اونہون نے اسموقع
پر کیا کیا؟

جنگ خندق مین حضرت عمر کے نام کی مسجد

سنہ ۵ ھ مین ذی علم مصنف معرکہ خندق یا احزاب کا
ذکر کرتے ہین کہ "دس ہزار آدمی ابوسفیان کی
سپہ سالاری مین مدینہ کی طرف آئے۔ پیغمبرؐ نے مدینہ سے باہر نکلکر ایک خندق تیار
کرائی تھی اور دشمن نے محاصرہ کرکے رسد وغیرہ بند کردی تہی۔ ایک مہینہ تک
محاصرہ رہا۔ آنحضرت نے خندق کے ادہر کچہہ کچہہ فاصلہ پر اکابر صحابہ کو معین

اون کے نام کی ایک مسجد آج بھی یہان موجود ہے"

ذی علم مصنف نے یہ نہین بتایا کہ وہ مسجد کس زمانہ اور کس عہد مین حضرت عمر کے نام کی کسنے بنائی ہے اور وہ کیا کارنمایان حضرت عمر نے کیا تہا جسکی یادگار مین یہ مسجد اون کے نام کی بنائی گئی ہے۔ بمقام جنگ خندق پر جس کو احزاب بھی کہتے ہین بیشک ایک مسجد بنی ہوی ہے اور وہ یادگار جنگ مین اور فتح جنگ مین بنائی گئی ہی جہان کہ پیغمبرؐ وقت محصور ہونے کے نماز پڑہتے تہے:۔

اس لڑائی مین اگر حضرت عمر کے ہاتہہ سے کوئی ایسا کارنمایان وقوع مین آیا ہوتا کہ جسکی وجہ سے فتح اون کے نام ہوتی تو البتہ کسیقدر قرین قیاس ہوتا کہ اونکی یادگار فتح مین یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ لیکن ذی علم مصنف فتح اس جنگ کی حضرت علی کے ہاتہہ پر قبول کرتے ہین کہ" اس لڑائی مین عمرو ابن عبدود عرب کا مشہور بہادر جو پانسو سوارون کے برابر سمجہا جاتا تہا حضرت علی کے ہاتہہ سے مارا گیا اس کے مارے جانیکے بعد اودہر تو قریش مین کچہہ بیدلی پیدا ہوئی ادہر نعیم بن مسعود نے توڑ جوڑ سے قریش اور یہود مین پہوٹ ڈلوا دی اور کفر کا ابر سیاہ جو مدینہ کے افق پر تہا صاف ہو گیا"

زبیر کی شرکت مین حضرت عمر کا خندق مین حملہ

البتہ ذی علم مصنف ایک واقعہ بہ شرکت حضرت زبیر حضرت عمر کی نسبت بہ ظاہر کرتے ہین کہ" ایک دن کافرون نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے زبیر کی ساتہہ آگے بڑہ کر روکا اور اونکی جماعت درہم برہم کر دی" اور خود ہی حاشیہ

سلہ پانسو نہین ہزار سوار

اس واقعہ کی نسبت یہ ارقام فرماتے ہین کہ "یہ واقعہ شاہ ولی اللہ صاحب
نے ازالۃ الخفا مین لکھا ہے لیکن مین نے کسی کتاب مین اسکی سند نہین
پائی"

کتب سیر و مغازی مین جنگ خندق کے واقعات بہت تفصیل سے
مندرج ہین لیکن شاہ ولی صاحب ہندوستان کے محدث نے گیارہ
سو برس کے بعد اپنی جودت طبع سے یہ واقعہ ایجاد کیا ہے اور جسکی نسبت
یہ واقعہ ایجاد کیا ہے وہ۔ وہ واقعہ ہی کہ جو دیگر کتب مغازی و سیر و خود
ازالۃ الخفا مین موجود ہے اور جسکو ہم بھی حضرت عمر کے کمال فن کشتی و
پہلوانی کے موقع پر اسی کتاب مین لکھہ آئے ہین کہ۔ حضرت عمر ضرار بن
خطاب کے جبکہ وہ بعد قتل عمرو بن عبدود علی مرتضے کے خوف سے بہاگا
جاتا تہا قتل کے لئے اوسکے پیچھے ہوئے اوسنے جب اونکو آتے دیکھا
پلٹا۔ حضرت عمر نے روگردانی اختیار کی اوسنے بڑہکر حضرت عمر کے نیزہ کی
نوک پشت مین چبہودی اور کہا کہ یہ نعمت مشکور رہنے پائے (ضرار بن خطاب
نے عہد کرلیا تہا کہ کسی قریش کو قتل نہین کرونگا)۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اوسوقت کا ہے کہ جب علی مرتضے نے عمرو بن عبدود
اور اوس کے ہمراہیون کو قتل کیا۔ اور کفار مقابلہ سے ہٹ گئے۔ بہاگتے
ہوئے کفار کا پیچھا حضرت عمر نے کیا اور اونہین بہاگتی ہوئے کفار مین سے
ضرار لوٹ پڑا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر کے اوسی پیچھا کرنے کو
حملہ قرار دیا ہے اور اوسی بہاگتی ہوئی جماعت کو کہا ہے کہ حضرت عمر اور زبیر
نے اس جماعت کو متفرق کردیا اور اس کے بعد ہی شاہ صاحب نے خود
لکھا ہے کہ "اسی درمیان مین ضرار ابن خطاب لوٹ پڑا اور نیزہ حضرت

عمر کی طرف کو کہینچا اور کہا کہ یہ لغمت مشکورہ ہے کہ جو ثابت کی ہم نے تم پر"
ذی علم مصنف نے شاہ ولی اللہ صاحب کی اس صنعت کو کہ حضرت عمر
اور زبیر نے جماعت کفار پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا" یون ادا کیا ہی
کہ "ایک دن کافرون نے حملہ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے زبیر کے
ساتھ آگے بڑہ کر روکا اور اونکی جماعت درہم برہم کر دی" اور حضرار کے
مقابلہ اور حضرت عمر کے لغمت مشکور حاصل کرنے کو ترک کر دیا جو درحقیقت
اوسی تصویر پر جو شاہ صاحب نے کہینچی تہی ذی علم مصنف نے حضرت
عمر کا چہرہ خوبصورت دکہانے کے لئے رنگ آمیزی کی ہے۔

کچہہ اسی پر موقوف نہین ذی علم مصنف نے معرکہ خندق مین دیگر اون
واقعات کا بہی ذکر چہوڑا ہے کہ جس سے حضرت عمر کے چہرہ پر بدنما داغ
نمودار ہوتے ہین:-

خندق مین تعمیل حکم پیغمبری سے حضرت عمر کا انکار

"پیغمبر نے ایک رات اول حضرت ابوبکر اور اون کے انکار پر پہر حضرت عمر کو یہ حکم
دیا کہ فوج مخالف سے اخبار لاوین۔ مگر دونون حضرات نے استغفر اللہ
بڑہ کر جانیسے انکار کر دیا اور پہر حضرت خذیفہ نے تعمیل حکم پیغمبری کی"
(تفسیر در منثور للسیوطی)

عمرو بن عبدود کی ہیبت حضرت عمر پر

جب عمرو بن عبدود مع چند دیگر شجاعان عرب کی گہوڑا
کودا کر اس پار آپہونچا اور چند بار اوسنے مبارز
طلب کئے اور پیغمبر ہر مرتبہ یہ فرماتے تہے کہ کوئی ایسا ہے کہ جو اوسکی شر سے
نجات دلائے لیکن سوائے علی مرتضے کے کوئی آمادہ اوس سے مقابلہ کا
نہین ہوتا تہا اور کل مسلمانون کی حالت سکتہ کی ایسی تہی کہ گویا اون کی

سر و نیہر طائر بیٹھا ہوا ہی اوسپر حضرت عمر نے جرات کرکے یہ فرمایا کہ " ایک مرتبہ قافلہ پر ایک ہزار قزاقون نے حملہ کیا اوسوقت اسنے ایک بچہ شتر کو بجائے سپر کے ہاتھہ مین اوٹھا لیا تھا اور قزاقون کا مقابلہ کرکے بہگا دیا تھا اوسدنکی اوسکی ہیبت آجتک ہمارے دلون مین بیٹھی ہوئی ہے " (صفحہ ۶۹ کتاب ہذا)

ذی علم مصنف کو زیبا تھا کہ ایسی روایتون سے حضرت عمر کے چہرہ پر جو داغ لگتے تھے اونکو اپنی قابلیت سے دہو لیتے ورنہ سمجھا جائیگا کہ ذی علم مصنف غازہ (پوڈر) سے جو مصنوعی ہوتا ہے اون کے چہرہ کو آراستہ اور خوشنما کرتے ہین۔

واقعات جنگ خندق سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر سے کوئی کارنمایان اس جنگ مین ایسا نہین ہوا کہ جسکی یادگار مین کوئی مسجد تعمیر کیجاتی۔ بلکہ جو مسجد مقام خندق مین موجود ہے وہ حضرت سلمان کے نام سے مشہور ہے اوس نام سے اس مسجد کا مشہور ہونا ایک خاص مناسبت رکھتا ہے۔ تمام مورخ متفق ہین کہ حملہ دشمن سے بچنے کے لئے بمشورہ وصلاح حضرت سلمان آنحضرت نے۔ یہہ خندق کہودی تھی جسکے نام سے یہ غزوہ مشہور ہے۔ یہ معرکہ جنگ خندق علی مرتضٰے کے صرف ایک ہی ضربت سے سر ہوگیا ہے جسکی نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے۔ ضرب علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی (او) اعمال الثقلین الی یوم القیامتہ " یہی حدیث مسجد سلمان کی محراب مین کندہ ہے۔ اور زائرین دو رکعت نماز نفل اوسمین پڑہتے ہین۔ بجائے اسکے طرفداران حضرت عمر کسی مسجد کو حضرت عمر کی جو یادگار قرار دینا چاہتے ہین اور اونکی نام پر ڈیڑہ اینٹ کی مسجد جدا بناتے ہین قابل شرم کے ہے :۔

ذی علم مصنف واقعہ حدیبیہ کے بیان مین جو سنہ ۶ھ مین ہوا ہی حضرت عمر کی
نسبت ایک یہ امر ظاہر کرتے ہین کہ ”آنحضرت نے خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا
اس غرض سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہو حکم دیا کہ کوئی ہتیار باندہ کر نہ چلے راستہ مین
حضرت عمر کی رائے کے موافق مدینہ سے ہتیار منگوا لئے“

حدیبیہ کی راہ مین پیغمبرؐ کا حضرت عمر کی رائے سے ہتیار منگا لینا

یہ امر کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ مین آنحضرت نے مدینہ سے ہتیار
منگوائے تہے نہین معلوم کہ ذی علم مصنف نے کہان سے لکہا ہے کوئی
سند انہون نے اپنے اس بیان کی نہین دی تا کہ اس بیان کی وقعت پر غور
کیا جا سکتا۔ مین نے جہان تک دیکہا کتب تواریخ مین یہ معلوم ہوتا ہی کہ جس وقت
مدینہ سے آنحضرت روانہ ہوئے ہین تو کسی مسلمان کے پاس (بموجب ایک
روایت کے) سوائے ایک تلوار کے اور کوئی ہتیار پاس نہ تہا اور یہ روایت
بہی ہے کہ ہر چند حضرت عمر نے کہا کہ ہتیار ساتہہ لے چلنے چاہئین کہ ابوسفیان
اور اوسکے اصحاب سے کٹہکا ہے مگر حضرت نے فرمایا کہ مین اسباب کو دوست
نہین رکہتا کہ ہتیار باندہ کر عمرہ کو جاؤن۔ سعد بن عبادہ نے بہی عرض کیا کہ
اے رسول اللہ اگر ہم ہتیار لے چلین تو بہتر ہی ہے۔ اگر قوم نے تعرض کیا
تو سلاح بغیر چارہ نہین اور اگر تعرض نہ کیا تو کچہہ ضرر بہی نہین۔ پیغمبر نے فرمایا کہ
مین ہتیار نہ اوٹہاؤنگا اسلئے کہ عمرہ کو جاتا ہون“ مجہکو کوئی روایت ایسی نہین
ملی جس سے مصنف کے قول کی تائید ہو۔ لیکن اگر ایسی کوئی روایت صحیح ہے
بہی جسکے بہروسہ پر ذی علم مصنف نے راستہ مین حضرت عمر کی رائے کے بموجب
ہتیارون کا منگوانا ظاہر کیا ہے :-

[illegible] ہتیار منگوا لینے کی رائے قبول کر لینا

قبول ہو سکتے۔ ہر ایک حکم اور رائے بلحاظ مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کی ہوتا ہی:۔

جسوقت کہ پیغمبرؐ نے بغیر مسلح ہونیکا حکم دیا اوسوقت مقتضائے مصلحت یہی تہا اور جسوقت کہ رائے مسلح ہونیکی پیغمبرؐ نے قبول فرمائی اوسوقت ضرورت اوسکی مقتضی تہی اگر حضرت عمر رائے مسلح ہونیکی نہ دیتے تو بہی پیغمبرؐ اوسوقت حکم مسلح ہونیکا صادر فرماتے:۔

حضرت عمر کا بخوف جان قریش مکہ کے پاس جانے سے انکار

دوسرا امر یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ جب مکہ دو منزل رہا تہا بشر بن سفیان نے خبر دی کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانون کو مکہ مین قدم نہ رکہنے دینگی رسول اللہ نے حضرت عمر کو سفارت کے طور پر بہیجنا چاہا انہون نے عرض کی کہ قریش کو مجہسے عداوت ہے میرے خاندان مین وہان کوئی حامی موجود نہین ہے۔ عثمان کے عزیز و اقارب رہتے ہین اونکو بہیجنا مناسب ہوگا۔ آنحضرتؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان کو مکہ بہیجا"

اس واقعہ سے یہ نہ سمجہنا چاہئے کہ پیغمبرؐ کا انتخاب مناسب نہین تہا نہین بلکہ بنظر امتحان وقعت و ہیبت اور قابلیت سفارت حضرت عمرؓ کے آنحضرت کا یہ انتخاب نہایت مناسب تہا لیکن تعجب ہی کہ اگر حضرت عمر کی ہیبت اور وقعت پیش قریش مکہ تہی اور اونکا موروثی منصب سفارت عرب۔ اور ثالثی منافرۃ۔ کا تہا تو اونہون نے کیون اپنی کمزوری دکہاکر منصب سفارت اور ثالثی منافرۃ سے استعفاء دیدیا۔

جب پیغمبرؐ نے دیکہا کہ حضرت عمرؓ اس کام کے انجام دینے سے انکار کرتی ہین

اور بجا آوری اوس خدمت سے بخوف جان ہراسان ہوتے ہین اور اپنے
آپکو اوس خدمت کی بجا آوری کے قابل نہین جانتے تب پیغمبر نے حضرت عثمان کو
اس خدمت کے بجا لانیکو لئے منظور کر لیا جس سے الزام نافرمانی کا حضرت عمر کی
ذمہ عاید ہوتا ہے۔ اور یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے موقع سے جہان
جان جوکہم ہو اجتناب فرماتے تہے :۔

پیغمبر نے اس صحابی یا اوس صحابی کی رائے کو اگر قبول کر لیا تو اوس کے لئے
شرف کا اندازہ اسی واقعہ سے بہی ہو سکتا ہے کہ اسی مقام حدیبیہ پر حضرت عمر کی
رائے جنگ کے لئے تھی اور صلح کے وہ ایسے سخت مخالف تہے کہ " اگر ستّو یا
ستّر بہی شخص اونکو اون کے ہم خیال ملجاتے " تو وہ خود فرماتے ہین کہ " مین
اس صلح کو بگاڑ دیتا " (مفتاح الفتوح) لیکن انحضرت صلعم نے عروہ بن مسعود
کافر کی رائے اور مرضی سے اتفاق کیا اور صلح کر لی حالانکہ عروہ بن مسعود ثقفی نے
بہت سخت کلمہ بہی آنحضرت کے صحابہ کو کہا تہا ۔ [۱]

اس واقعہ سے یہ ظاہر ہے کہ بمقابلہ رائے و مرضی صحابہ کے کفار کی رائے
اور مرضی کو منظور فرماتے تہے۔ اسی موقعہ صلح حدیبیہ پر بعد تکمیل صلحنامہ کی چند
قریش نے جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ " بموجب
شرط صلحنامہ کے اون غلامون کو ہمین واپس دیجئے جو ہمارے آپ کے پاس
چلے آئے ہین اور حضرت ابوبکر و عمر نے یہہ کہکر کہ " یارسول یہ لوگ سچ کہتے ہین
غلام واپس کر دیجئے " قریش کی درخواست کی تائید کی تو آنحضرت نے قریش کی
درخواست کو نامنظور کر دیا اور حضرت عمر کی مصدقہ رائے کو ناپسند فرمایا حالانکہ
حضرت عمر اس صلح کے شدید مخالف تہے اور آنحضرت نے جس شان سے

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۳۶ و کامل صفحہ ۳۰ جلد ثانی روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ ۲ سیرت ابن ہشام
صفحہ ۷۷ ا معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۴۴ ۱۹۔ ۱۲ منہ

ایسے شخص کو بہیجونگا جس کے اطمینان قلب کا خدا امتحان کرچکا ہے اور وہ
تمہارے ایسی تلوارین لگائے گا کہ جسکی تم تاب نہ لاسکو گے اسپر قریش دم بخود
ہوگئے" ذی علم مصنف غور کرین کہ وہ جو جا بجا حضرت عمر کی رائے کو
آنحضرت کا پسند فرمانا ظاہر کرکے حضرت عمر کے لئے فضیلت قرار دیتے ہین
اس صحیح روایت سے اوسکی حقیقت کیا ظاہر ہوتی ہے؟ اور طرہ اسپر آخری
حصہ اس روایت کا یہ ہے کہ "جب آنحضرت کے جواب کو سنکر قریش اور
حضرات شیخین چپ ہوگئے تو" اول حضرت ابو بکر اور پہر حضرت عمر نے آنحضرت
سے پوچہا کہ "آپ کے ارشاد مین جس شخص کی طرف اشارہ ہے آیا وہ ہم مین ہی
آنحضرت نے فرمایا ہرگز نہین۔ بلکہ وہ جو بیٹہا ہوا میری نعلین درست کر رہا ہی"
اور روایت مین تصریح ہے کہ "وہ علی مرتضے تہے جو ایک سمت بیٹہے ہوے نعلین
مبارک کی مرمت کر رہے تہے ۔ لہ

اصل امر یہ ہے پیغمبر اوس بات کو دیکہتے تہے کہ جو کہی جاتی تہی یہ نہین
دیکہتے تہے کہ کہنے والا کون ہے؟ اور جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین آنحضرت کا ہر ایک
حکم اور رائے بنظر مصلحت وقت ہوتی تہی۔

بیعت الرضوان کی موقعہ پر حضرت عمر کی جنگی سجاوٹ

تیسرا امر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "قریش نے حضرت عثمان کو روک رکہا اونکی شہادت
کی خبر مشہور ہوئی رسول اللہ نے صحابہ سے جہاد پر بیعت ایک درخت کے

اوسکو بیعت الرضوان بھی کہتے ہین۔ حضرت عمر نے بیعت سے پہلے لڑائی کی تیاری شروع کر دی اور اپنے صاحبزادہ عبد اللہ کو بہیجا کہ فلان انصاری سے گہوڑا مانگ لاوین۔ عبد اللہ نے دیکہا کہ آنحضرت بیعت لے رہے ہین اونہون نے جاکر بیعت کی حضرت عمر کے پاس واپس آکر دیکہا کہ ہتیار سج رہے ہین۔ عبد اللہ سے بیعت کا واقعہ سنکر آنحضرت کی ہاتہہ پر بیعت کی۔"

قبل بیعت حضرت عمر کا لڑائی کی تیاری شروع کر دینا۔ اور کسی انصاری کا گہوڑا منگانا۔ اور ہتیارون کا سجنا ایسے واقعات ہین کہ جن کی صداقت مشکل سے تسلیم ہو سکتی ہے۔ اسوقت تک پیغمبر نے کوئی اعلان جنگ نہین کیا تہا۔ پہر حضرت عمر کا خود بخود لڑائی کے لئے تیاری کرنا۔ پیغمبر سے ایک قدم آگے بڑہانا۔ سمجہا جا سکتا ہے۔ لیکن جو کچہہ کہ صورت واقعہ پیش آئی تہی اوس سے حضرت عمر کا بدحواس ہو جانا پایا جاتا ہے۔ کہ اپنے سامان جنگ کے لئے کسی انصاری سے گہوڑا مانگنا اور نہ سمجہنا کہ اگر حقیقت مین لڑائی کا وقت آگیا ہے تو کوئی انصاری اپنا گہوڑا کیونکر کسیکو دینے لگا۔ اور سوائے تلوارون کے کوئی اور ہتیار ساتہہ نہ تہے پہر ہتیارون کا سجنا لڑائی کے واسطے کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے۔ مگر ذی علم مصنف نے اسی امر کی پیش بندی کے لئے پہلے یہ ظاہر کیا ہی کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق راستہ مین ہتیار منگوا لئے گئے تہے۔ عموماً ہتیارون کا منگوا لینا کتب تواریخ سے پایا نہین جاتا۔ شاید حضرت عمر نے اپنی رائے کے بموجب خلاف ارشاد پیغمبر پہلے سے ہی ہتیار رکہہ لئے ہون یا راستہ مین منگوا لئے ہون۔ اور یہ سوچ لیا ہو کہ کہٹکے کے وقت

کسی انصاری کا ظہور اتفاق کر جب کے ...

تاہم مجرد حضرت عمر کا مستعد جنگ ہونا کوئی شرف پیدا نہین کر سکتا ہے مستعد جنگ ہونا اوسوقت مفید حصول شرف کے لئے ہو سکتا ہے کہ جب انسان معرکہ جنگ مین ثابت قدم رہے اور کوئی کار نمایان دکہادے۔ اس موقع پر نوبت جنگ کی نہین پہونچی تہی جس سے ظاہر ہوتا کہ حضرت عمر نے ثابت قدمی اور کسی کار نمایان کرنے مین کسقدر حصہ لیا۔ اور لعد اس کے جن جن موقعونپر جنگ ہوئی ہی اوسکو واقعات تاریخی خود دکہاتے ہین کہ حضرت عمر نے کس چیز مین شرف حاصل کرنیکے لئے حصہ لیا ہے۔

بیعت شجرہ یا بیعت رضوان سے حضرت عمر کو کوئی فخر نہین ہو سکتا ہے درحقیقت خود یہ موقعہ بیعت لینے کا شرمناک ہے۔

بیعت تحت شجرہ ایک بیعت تازہ تہی خود اوسکا وقوع خبر دیتا ہے کہ پیغمبرؐ کو اوس بیعت پر جو ہر ایک مسلمان نے وقتِ قبولِ اسلام کی تہی اطمینان نہین تہا۔ جسوقت یہ بیعت لیگئی ہے اون مہاجر و انصار سے کہ جو اوسوقت حاضر تہی اوس بیعت کی سخت ضرورت ہی کہ پیغمبرؐ کو تجربہ ہو چکا تہا کہ اصحاب اون کے ایسے ہی ہین کہ جو وقت کارزار کے فرار پسند کرتے ہین۔ چنانچہ

اسی موقعہ حدیبیہ مین صلح کی مصلحت کے اندازہ کرنے کے وقت حضرت عمر اور پیغمبرؐ سے جو گفتگو ہوئی ہے جسکا ذکر ابہی آویگا حضرت عمر کی طرف پیغمبرؐ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ " تم بہول گئے یوم احد کو کہ بہاگے جاتے تہے تم اور مین پکارتا تہا اور کوئی تم مین سے میری طرف ملتفت نہین ہوتا تہا "

بیعت ایک معاہدہ ہوتا ہی جب تک فعلاً اوسکا ایفا نہو تب تک مجرد معاہدہ

کرتے این جیسے (اے محمد) سواے اس کے این ہے کہ بیعت کرتے ہین

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاہد علیہ اللہ فیوتیہ اجراً عظیماً ؕ	وہ خدا سے ہاتہہ خدا کا اون کے ہاتہہ پر ہے پس جو کوئی توڑے بیعت کو (جہاد سے بہاگے) پس سوای اسکے نہین ہے کہ توڑتا ہے وہ عہد کو اپنی

نفس پر (ضرر اوسکا اوسکی جان پر ہے) اور جو کوئی پورا کرے عہد کو (بہاگے نہین اور قایم رہے) ساتہہ اوس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوپر اوس کے خدا سے پس قریب ہے کہ دے گا (خدا) اوسکو اجر عظیم ؕ

اس بیعت کو جس آیتہ کی مناسبت سے بیعت رضوان کہا جاتا ہے اوسکا ترجمہ یہہ ہے " البتہ تحقیق راضی ہوا خدا مومنین سے جسوقت کہ وہ بیعت کرتے تہے تجہسے نیچے درخت کے۔ پس جانا خدا نے اوس چیز کو جو بیچ دلون اون کی کے ہے۔ پس نازل کی اللہ نے تسکین اوپر اون کے اور ملیگی اون کو فتح قریب۔ اور غنیمتین بہت لین گے وہ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے "

خدا اور اوس کے رسول کی خوشنودی اور محبت ہر کسی کافر اور مشرک سے بھی اوسوقت ہو جاتی تہی جب وہ خدا کو معبود اور حضرت محمدؐ کو رسول مان لیتا تہا اور وہ خوشنودی خدا اور رسول کی اوسوقت تک باقی رہتی تہی جب تک کہ ارتداد یا کوئی فعل خدا یا رسول کی مرضی کے خلاف ظہور مین نہ آوے اور جب ایسا ہوتا تہا تو وہی خدا و پیغمبر اوس سے ناخوش اور بیزار ہو جاتے تہے۔

درحقیقت عموماً مہاجرین اور انصار کی حالت ایسی تہی کہ جسوقت وہ کار پسندیدہ کرتے تہے۔ تب خدا کی طرف سے اون کے مدایح نازل ہوتے تہے اور جب وہ کار ناپسندیدہ کرتے تہے تو خدا اونکو رسوا کرتا تہا یہ دولون

حالتین مہاجر اور انصار کی قرآنین موجود ہین۔ اگر کسیکو مہاجر و انصار کی رسوائی وفضیحتی کے نزول کا یقین نہو تو وہ کم سے کم سورۂ انفال۔ سورہ توبہ سورہ محمد۔ اور سورہ آل عمران ہی کو غور سے دیکھ لے :۔

ذی علم مصنف نے واقعہ بیعت شجرہ کے بیان مین حضرت عمر کا تذکرہ اگرچہ کسیقدر ایسی شان سے لکہا ہے جسمین اونکی کسیقدر نمود ہو لیکن جیسا کہ ہمیشہ اونکے یہان کے علما واقعہ اس بیعت کے شرف کو بہت زور شور سے دکہاتے رہے ہین۔ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے لئے خاص شرف حاصل ہونے کو اوس زور شور کے غبار سے اپنے دامن کو گرد آلود نہین کیا کہ قبل اس کے اسی زمانہ مین شیعونکی طرف سے محققانہ طور پر اوس گرد و غبار کا مطلع صاف کرکے تاریکی کو روشنی سے دور کر دیا گیا ہے اور حقیقت مین بھی بیعت شجرہ سے کوئی خاص فخر حضرت عمر یا کسی کو حاصل نہین ہو سکتا یہ بیعت بارہ سو صحابی نے جو اوسوقت موجود تھے کی تہی اور وہ سب اظہار مستعدی جنگ کے لئے کرتے تہے۔ مگر اون کے دلونکی خبر خدا ہی کو تہی جسکی خبر خود خدا اسی آیتہ مین فرماتا ہے۔

صلح حدیبیہ سے حضرت عمر کو نبوت پیغمبرؐ مین عظیم شک

ذی علم مصنف صلح حدیبیہ کی گفتگو کے وقت جو معاملہ سخت شک نبوت پیغمبرؐ مین حضرت عمر کو پیش آگیا تہا اور جس کی وجہ سے پچہلے مصنفین نے اونکو ضعفاء مسلمین مین شمار کیا ہے مجبور ہوئے ہین کہ اوس واقعہ کو نرم کرکے سادگی سی دکہا دین تاکہ حضرت عمر کے ایمان پر نقص کا صدمہ پہونچ کے ذی علم مصنف جس بنیاد پر یہ عمارت بنا رہے ہین اوسمین درز نہ آجائے اسی اندیشہ سے پیرایہ سخن اوس واقعہ کے بیان کا یون اختیار کیا ہے کہ " قریش کو اصرار تہا کہ رسول اللہ مکہ مین

ہرگز داخل نہین ہوسکتے بڑی ردوبدل کے بعد ان شرائط پر معاہدہ ہوا کہ اس دفعہ مسلمان اولٹے واپس چلے جائین۔ اگلے سال آئین۔ لیکن تین دن سے زیادہ نہ ٹہرین۔ معاہدہ مین یہ شرط بھی داخل تہی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہی اور اس اثنائے مین اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ کے ہان چلا جائے تو رسول اللہ اوسکو قریش کے پاس واپس بہیجدین لیکن مسلمانون مین سے اگر کوئی شخص قریش کے ہات آجائے تو اونکو اختیار ہوگا کہ اوسکو اپنے پاس روک لین۔ اخیر شرط چونکہ بظاہر کافرون کے حقمین زیادہ مفید تہی حضرت عمر کو نہایت اضطراب ہوا۔ معاہدہ ابہی لکہا بھی نہین جاچکا تہا کہ وہ حضرت ابوبکر کے پاس پہونچے اور کہا کہ اس طرح دب کر کیون صلح کیجائے اونہون نے سمجہایا کہ رسول اللہ جو کچہہ کرتے ہین اسی مین مصلحت ہوگی لیکن حضرت عمر کو تسکین نہوئی۔ خود رسول اللہ کے پاس گئے اور اس طرح گفتگو کی :۔

ع۔ یا رسول اللہ کیا آپ رسول خدا نہین ہین ؟

ر۔ بے شک ہون۔

ع۔ کیا ہمارے دشمن مشرک نہین ہین ؟

ر۔ ضرور ہین۔

ع۔ پہر ہم اپنے مذہب کو کیون ذلیل کرین ؟

ر۔ مین خدا کا پیغمبر ہون اور خدا کے حکم کے خلاف نہین کرتا۔"

گناہ شک نبوت کا کفارہ : بعض اہل علم مصنف حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو کی نسبت یہ رائے رکہتے ہین کہ حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تہا۔ چنانچہ بعد مین اونکو سخت ندامت ہوئی اور اوس کے کفارے

جواب کی اصل بنا اس نقطہ پر ہی کہ ...

حیثیت سے تعلق رکہتی ہین اور کون سے رسالت کے منصب سے چنانچہ اسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آویگی"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت عمر کی گفتگو جیسے کہ کتب تواریخ مین منقول ہے پورے طور پر منقول نہین کی اور نہ اون کے منشار کا ذی علم مصنف نے اظہار کیا۔

اس صلح کے حضرت عمر اس قدر مخالف تہے کہ پیغمبرؐ کی نبوت مین اونکو شک ہو گیا تہا۔ خود حضرت عمر نے قبول کیا ہی کہ "اوس دن امر عظیم اونکے دلمین پیدا ہوا اور پیغمبرؐ کے ساتہہ ایسی مزاحمت کبھی نہین ہوئی تہی یہانتک کہ پیغمبرؐ سے حضرت عمر نے کہا کہ آیا آپ نے نہین کہا تہا کہ جلد ہو گا کہ ہم زیارت خانہ کعبہ کو جائینگے اور طواف خانہ کعبہ بجا لائینگے اور اوسپر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مین یہہ نہین کہا تہا کہ اسی سال ہی ایسا ہو گا اور تم بہو لگئے دن اُحد کا کہ مین پکارتا تہا اور تم مڑکر بھی نہین دیکہتے تہے اور مجہے تنہا چہوڑے بہاگے جاتی تہی[1] اور پہر حضرت عمر اپنی اوسی حالت سے حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور حضرت ابو بکر نے سمجہایا کہ اے عمر جاؤ اونکی اطاعت کرو اور کچہہ اعتراض مت کرو کہ وہ فرستادہ خدا ہے اور جو کچہہ کرتا ہے وحی سے کرتا ہے اور مصلحت اوسی مین ہوتی ہے اور ابو عبیدہ نے بہی کہا کہ اے عمر مکائد شیطان سے پناہ بخدا لیجاؤ۔[1]

---

[1] معارج النبوۃ چاپ بمبئی رکن چہارم صفحہ ۱۵۵

حضرت عمر کی گفتگو اور انداز گفتگو اگر کوئی امر عظیم نہین تہا تو اونکو نہ سخت ندامت ہوتی۔ نہ کفارہ کے روزے رکہنے کی حاجت تھی۔ نہ نفلین پڑہنے کی نہ خیرات دینے کی۔ نہ غلام آزاد کرنے کی۔

یہ تمام اعمال عظیمہ ایسے ہین کہ جنسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر اون امور کو جو اپنی طبیعت سے ظہور مین لائے وہ شریعت کے بموجب کفارہ اور بدلہ کن امور کا تہا۔؟

حضرت عمر نے اپنی طبیعت سے جن اعمال کو بدلہ اور کفارہ اوس امر عظیم کا جو اون کے دل مین ناشی ہوا تہا اوسکے خلاف ذی علم مصنف اوس امر کو اپنی طبیعت سے سست نہین کر سکتے۔

صاحب روضۃ الاحباب نے صاف لکہا ہے کہ "حضرت عمر نے فرمایا کہ اوس دن امر عظیم میرے دل مین پیدا ہو گیا تہا اور اوسی کی وجہ سے مینے بہت اعمال صالحہ نماز و روزہ اور تصدق اور بندہ آزاد کر دیئے کئے تاکہ کفارہ اوسکا ہو جائے"

افعال رسول مین حیثیت انسانی و منصب رسالت کا تفرقہ

ذی علم مصنف کا اس سوال و جواب کی بنا اس نکتہ پر رکہنا کہ "رسول اللہ صلعم کے کونسے افعال انسانی حیثیت سے تعلق رکہتے ہین اور کون سے رسالت کے منصب سے" جسکی مفصل بحث کتاب کے دوسرے حصہ مین آئیگی ایک نکتہ بعد وقوع قرار دینا ہے جو اوسوقت نہ وہ نکتہ حضرت عمر کی دل مین تہا نہ حضرت ابوبکر نے سمجہا نہ حضرت ابو عبیدہ نے نہ آجتک اور کسی عالم اہلسنت نے کہ جو ذی علم مصنف نے تیرہ سو برس کے بعد پیدا کیا ہے جس سے وہ نکتہ شک نبوت کا جو حضرت عمر کے دل مین پیدا ہوا تہا

اس نکتہ کی بحث دوسرے حصہ مین ضرور قابل دید ہوگی کہ "رسول اللہ م
کے افعال انسانی حیثیت اور رسالت کے منصب کا" تفرقہ ذی علم مصنف
نے کیونکر قایم کیا ہے۔

ہم تو حضرت محمد صلعم کی ایک ہی حقیقت جانتے ہین کہ وہ انسان تھے اور
رسول اللہ تھے اور رسول نہی اور انسان تھے۔ انسان رسول اللہ ہوتا ہی
اور رسول اللہ انسان ہوتا ہے۔

انسانی حیثیت سے منصب رسالت جدا ہو نہین سکتا تھا۔ اور نہ منصب
رسالت سے انسانی حیثیت بے تعلق ہو سکتی تھی۔

اس موقع پر حضرت عمر کے فرمانے اور اون کے اعمال کفارہ اور خیرات سے
یہ نتیجہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر کو پیغمبر کی نبوت مین ہلکا ہلکا شبہ کسی
نہ کسی دن ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ لیکن اسدن ایسا بھاری شبہ واقع ہوا
کہ تازہ بیعت رضوان بھی فراموش کر کے پیغمبر سے علانیہ دوبدو ہو گئے۔ اور سوالات
استفہام انکاری نبوت کے خود نبی سے روبرو کرنے لگے۔ بے شک حضرت
ابوبکر اور حضرت ابو عبیدہ کے سمجھانے اور بجھانے سے وہ اوسدن پھر تازہ
اسلام لائے اور اعمال کفارہ اور خیرات کے تازہ کئے اگر غور سے دیکھا جاوی
تو حضرت عمر کے اسلام کے لئے اسی جگہ سے تازہ زمانہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت عمر کے اس گہرے شک نبوت کے ہونیکی تائید اس واقعہ سے بھی
ہوتی ہے جو ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کہ "معاہدہ صلح لکھا گیا اکابر صحابہ
کے دستخط ثبت ہوئے جنمین حضرت عمر بھی داخل تھے آنحضرت نے مدینہ کا
قصد کیا راہ مین "سورہ فتح" نازل ہوئی

واقعہ نزول سورہ فتح کی استدلال کی حقیقت

حضرت عمر کو بلا کر فرمایا کہ مجھپر آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھکو دنیا کی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہے یہہ کہکر آپ نے یہ آیتین پڑہین۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً"

اس واقعہ کا صاف منشا یہہ ہے کہ حضرت عمر کے دلمین جو گہرا شک نبوت انحضرتؐ مین پیدا ہوگیا تہا اوسکو انحضرت دور کرنے کی کوشش فرماتی رہی۔ اس صلح کی "فتح مبین" ہونیکی شرح ذی علم مصنف نے محدثین کے اس مقولہ سے بھی ظاہر کی ہے کہ "اس صلح سے دو برس کے اندر اندر جس کثرت سے لوگ اسلام لائے ۱۹ برس ماقبل کی وسیع مدت مین نہین لائے تہے" جس سے حضرت عمر کی غلطی مخالفت صلح کی ظاہر ہوجاتی ہے تاہم ذی علم مصنف کو قبول کرنا پڑا ہے کہ "جس بنا پر رسول اللہؐ نے صلح کی تہی اور ابتداً حضرت عمر کے فہم مین نہ آسکی وہ بھی مصلحت تہی اور اسی بنا پر خدا نے سورۃ "فتح" مین اس صلح کو فتح کے لفظ سے تعبیر کیا" اور اسکا عکسی نتیجہ مین ظاہر کرتا ہون کہ "مخالفت صلح مین جیسے کہ حضرت عمر کی خواہش تہی بجائے فتح کے ہزیمت مسلمانون کو نصیب ہوتی"

حضرت عمر کا ازواج کو طلاق دینا

وقت نزول آیت "ولا تمسکوا بعصم الکوافر" کے اگر حضرت عمر نے اپنی دولون بی بیون کو جو کافرہ تہین طلاق دیدی اس سے اون کے لئے کوئی خاص شرف پیدا نہین ہوتا اتباع احکام قران ہر مسلمان کے لئے ضروری تہا۔

مشہور معرکہ خیبر مین حدیث معتبر اور اوس کا مصداق

۷ھ مین ذی علم مصنف خیبر کے مشہور معرکہ مین بیان کرتے ہین کہ "انحضرتؐ نے ابوبکر کو سپہ سالار بنا کر بہیجا وہ ناکام آئے پہر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر

دو دن جاکر لڑے لیکن دونون دن ناکام رہے آنحضرتؐ نے یہہ دیکھکر فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا - اگلے دن تمام اکابر صحابہ علم نبوی کی امید مین بڑے سر و سامان سے ہتیار سج سج کر آئے انین حضرت عمرؓ بہی تہے اور اونکا خود بیان ہے کہ مین نے کبہی اس موقع کے سوا علم برداری اور افسری کی آرزو نہین کی - لیکن قضا و قدر نے یہ فخر حضرت علیؓ کے لئے اوٹہا رکہا تہا۔

ذی علم مصنف نے ارشاد پیغمبرؐ کا ترجمہ پورا نہین کیا پورا ترجمہ یہہ ہے۔ کہ " ہر آئینہ دونگا مین علم کلہہ ایسے شخص کو جو کرار اور غیر فرار ہے دوست رکہتا ہے وہ اللہ کو اور اوس کے رسول کو اور دوست رکہتا ہے اللہ اوسکو اور اللہ کا رسول اوسکو فتح دیگا اللہ اوپر ہاتہہ اوس کے "

کم سے کم ذی علم مصنف کو جیسے کرار کا ترجمہ حملہ آور کیا ہے ویسے ہی غیر فرار کا ترجمہ " نہ بہاگنے والا " ہی کرنا چاہئے تہا - یعنی آنحضرتؐ نے یہہ دیکھکر (حضرت ابوبکر و حضرت عمر بہاگ آئے جسکو ذی علم مصنف نے ناکام رہنا کہا ہی۔) فرمایا کہ " کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو حملہ آور ہوگا اور بہاگے گا نہین "

اگرچہ ناکام آنا اور ناکام رہنا ضرور نتیجہ بہاگ آنے کا ہے لیکن بہاگ آنیسی ناکامی اور ہی شان رکہتی ہے - واقعہ کی شان کو بنانا مورخ کی شان سے بعید ہے۔

ارشاد پیغمبرؐ سے جب اوسکی عکسی حالت دیکہی جاوے صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کل جس شخص کو علم دینے کا وعدہ فرمایا تہا اوس سے پہلے جو جو لوگ گئے تہے کرار (حملہ آور) نہین تہے اور فرار تہے اور وہ اللہ اور اوس کے رسول کو دوست نہین رکہتے تہے اور اللہ اور اوسکا رسول اونکو دوست نہین رکہتا تہا - اور اللہ نے

ادن کے ہاتہہ پر فتح نہین دی تہی۔

کامل دوستی خدا اور رسول کی اوسیوقت سمجہی جاسکتی تہی کہ یا تو خیبر کو فتح کرلے یا شہید ہو جائے۔ مورخین اور محدثین[۵] نے صاف لکہا ہے کہ حضرت عمر فوج پر اور فوج اونپر الزام جبُن لگاتی تہی۔ ایسے صریح واقعات کے قلم انداز کرنے اور اوسکے متنقید نہ کرنیسے صاف ظاہر ہے کہ ذی علم مصنف حضرت عمر کی نسبت کیا تہورز کہتے ہین؟

حضرت عمر جس شان سے دو روز تک ناکام تشریف لائے اور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہے۔ اوسپر تمام اکابر صحابہ کا جو پہلے حملہ کے لئے نہین گئے تہے علم نبوی کی امید مین بڑے سر و سامان سے ہتیار سج سجکر آنا کچہہ تعجب کی بات نہین ہے لیکن حضرت عمر پر تعجب ہے کہ اونہون نے بہی باوجود اس کے کہ دو دن ناکام رہ چکے تہے جس شان سے کہ رہ چکے تہے علم نبوی کی امید مین بڑے سر و سامان سے ہتیار سج سجکر آنیوالون مین اپنے آپ کو شامل کیا ایسی خواہش سے کہ کبہی اسموقع کے سوا علمبرداری اور افسری کی آرزو نہین کی۔ البتہ اونکی ایسی آرزو سوائے حرص اور طمع کے اور کچہہ نہین سمجہی جاسکتی۔

حضرت عمر نے اپنا حصہ غنیمت خیبر وقف کیا

خیبر کی زمین مین وقف تقسیم کے مجاہدونپر اگر حضرت عمر کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا۔ اور اوسکو خدا کی راہ مین وقف کردیا جسکو ذی علم مصنف تاریخ اسلام مین پہلا وقف ظاہر کرتے ہین سوا صحیح مسلم کے جہانسے ذی علم مصنف نے سند لی ہے اس واقعہ کا پتہ بظاہر کسی اور جگہہ سے نہین چلتا۔ لیکن اگر حضرت عمر نے ایسا

[۵] صاحب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کیا ہو تو اونکی غیرت مقتضی ضرور ہوئی ہوگی۔ کہ جنگ خیبر مین فتح کا حصہ تو اونکو وہ ملا اور غنیمت مین دیگر مجاہدون کے شمولات مین جنکی تعداد چودہ سو پیدل اور دو سو سوار ذوی علم مصنف نے قبول کی ہے یہ حصہ ملا۔

جو حصہ غنیمت کا بلا کسی کار نمایان کے پیغمبرؐ نے اونکو دیا وہ اونہون نے راہ خدا مین دیدیا۔ عطایت بہ لقایت بخشیدم۔

ذوی علم مصنف نے یہہ مضمون وقف حصہ زمین خیبر مقابلہ اوسی مضمون کی کہا یا ہے کہ جو پیغمبرؐ کو فدک اسی خیبر سے ملا تھا اور وہ اونہون نے اپنی دخترکو دیدیا تھا۔

قبیلہ ہوازن مین حضرت عمرؓ کی ماموری

ذوی علم مصنف اسی سال ایک واقعہ یہہ بہی ظاہر کرتی ہین کہ "آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو تیسؓ آدمیون کے ساتھ قبیلہ ہوازن کے مقابلہ کو بہیجا اون لوگون نے حضرت عمر کی آمد سنی تو بہاگ نکلے اور کوئی معرکہ پیش نہین آیا" یہ واقعہ اوس غزوہ ہوازن سے جسکو حنین بہی کہتے ہین اور جسکی خبر قران مین ہے جدا ظاہر کیا جاتا ہی لیکن میری نگاہ سے یہہ واقعہ نہین گذرا اور ذوی علم مصنف نے بہی نشان نہین دیا کہ یہہ واقعہ اونپر کہان سے نازل ہوا ہے بعدہ مین ذیعلم مصنف نی فتح مکہ بیان کی ہی

فتح مکہ مین تین موقعون پر حضرت عمرؓ کی کارگذاری

اور اوسکے بیان مین تین موقعونپر حضرتؓ عمر کا ذکر کرتی ہین "ایک بعد صلح حدیبیہ کے جب بنو بکر نے نقض عہد کیا اور قریش نے بنو بکر کی اعانت کی اور ابوسفیان نے مدینہ منورہ مین آنحضرتؐ کی خدمت مین پہونچکر قریش کی طرف سے تجدید صلح کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے کچھہ جواب نہ دیا اور پہر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر سے اس معاملہ کو طے کرا دینا چاہا تو حضرت عمر نے ایسی سختی سے جواب دیا کہ وہ بالکل ناامید ہو گیا

اس موقع پر اسیقدر کہنا کافی ہے کہ پیغمبرؐ کے خلاف طبع ابوسفیان کو سختی سے جواب دینا حضرت عمر کو شایان نہین تہا۔ پیغمبرؐ جہان نرمی پسند فرماتے تہے وہان حضرت عمر غلظت اختیار کرتے تہے۔

دوسرا موقع اوسوقت ظاہر کیا جاتا ہے کہ "جب آنحضرتؐ نے مکہ کی تیاریان شروع کین مقام مرالظہران مین نزول اجلال ہوا۔ اور حضرت عباس ابوسفیان کو پیغمبرؐ کے پاس امن دلانے کو لاتے تہے راہ مین حضرت عمر ابوسفیان کو دیکہکر بڑی تیزی سے بڑہے

ابوسفیان کے قتل کی درخواست

اور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر کہاکہ مدتون کے بعد دشمن اسلام پر قابو ملا ہے اجازت دیجئے کہ گردن ماردون۔ آنحضرتؐ نے عباس کی سفارش قبول کی اور ابوسفیان کو امن دیا۔"

یہہ بہی اوسی قسم کا موقع ہے جہان حضرت عمر بے موقع اپنی ہیبت دکہانا چاہا کرتے تہے اور پیغمبرؐ جہان درشتی طبع اور بے محل حرکت حضرت عمر کو پسند نہین فرمایا کرتے تہے۔

حضرت عمر کا بموجب حکم پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا

تیسرا موقع یہہ بیان کیاگیا ہے کہ "آنحضرتؐ نے حضرت عمر کو ساتہہ لیکر مقام صفا پر لوگون سے بیعت لی۔ حضرت عمر آنحضرتؐ سے قریب کسیقدر پیچہے بیٹہے تہے آنحضرتؐ بیگانہ عورت کے ہاتہہ کو مس نہین کرتے تہے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ تم ان سے بیعت لو۔ چنانچہ تمام عورتون نے اونہین کے ہاتہہ پر آنحضرتؐ سے بیعت کی۔"

ذی علم مصنف نے حضرت عمر کا بموجب ارشاد پیغمبرؐ عورتون سے بیعت لینا کسی خاص روایت سے لکہا ہی جسکا حوالہ اونہون نے نہین دیا۔ اگر حوالہ سند ہوتا

لو خاص طور سے اوس روایت پر نظر کیجاتی - مگر یہ امر نہایت قابل تعجب کی ہی کہ پیغمبرؐ بیگانہ عورت کے ہاتہہ کو بیعت کے لئے مس نہ کرین کہ جو پیغمبر امت کے زن و مرد کے لئے باپ کا حکم رکہنے والا ہوتا ہے اور حضرت عمر کو غیر عورتون کے ہاتہہ کے مس کرنے کی اجازت دین۔

عموماً شریعت کا مسئلہ یہہ ہے کہ کوئی مرد بیگانہ عورت بیگانہ کے ہاتہہ کو مس نہ کرے مگر بضرورت خاص مثل طبیب کے نبض دیکہنے کے لئے۔ اور اگر اس موقع پر ضرورت خاص تہی تو کوئی وجہ نہین ہے کہ وہ ضرورت خاص پیغمبرؐ کے لئے کہ جو طبیب روحانی تہا بیگانہ عورتون کے ہاتہہ کو مس کرنے کے لئے نہ سمجہی جائے؛۔

عموماً مورخین و محدثین نے طریقہ بیعت عورتون کے لینے کا اس واقعہ سے خلاف بیان کیا ہے جو ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین۔ بعض نے یہہ کہا ہے کہ ایک گوشہ چادر پیغمبرؐ کے ہاتہہ مین تہا دوسرا عورتون کی ہاتہہ مین بعض نے کہا ہے کہ ایک پیالے مین پانی تہا کہ اوسمین آنحضرت اور عورتون نے ہاتہہ ڈبوئے تہے۔" لیکن حدیث بی بی عایشہ صحیح مانی گئی ہے کہ بیعت زنان زبانی تہی۔"

بعض مورخین نے یہہ بہی لکہا ہے کہ "بروز فتح مکہ جماعت عورتون کی ساتہہ کہ جو واسطے بیعت رسول اللہ جاتی تہی ہند زوجہ ابوسفیان مجلس پیغمبرؐ مین حاضر ہوئی اور اظہار اسلام اپنا کرکے نقاب اپنا اوٹہا دیا اور کہا کہ مین ہند ہون۔ حضرت نے الفاظ مہربانی فرماکے اسلام اوسکا قبول کیا۔" جس سے تائید سخن بی بی عایشہ کی ہوتی ہے؛۔

موقع غدیر خم پر پیغمبرؐ جب علی کی نسبت جو کچہہ فرمانا تہا فرما چکے اور جو کچہہ

کرنا تہا کر چکے اور مرد و زن سے علی کی بیعت کرائی تو اوسکا بہی یہی طریقہ مقرر کیا تہا کہ ایک دوسرا خیمہ پیغمبرؐ کے خیمہ کے برابر کہڑا کیا گیا اور اوس مین سب لوگون نے آآکر علی مرتضے اکو بلقب امیر المومنین سلام کیا اور مبارکباد دی اور جملہ ازواج پیغمبر نے بہی اوس خیمہ مین حاضر ہوکر مبارکبادیان دین[۱] جس سے یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ عورتون کا زبانی مبارکباد دینا بمنزلہ بیعت کے تہا۔

ان واقعات وروایات پر نظر کرکے جو واقعہ کہ ذی علم مصنف نے کسی روایت سے لکہا ہے کہ "بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے بیگانہ عورتون سے جنکے ہاتھ کو پیغمبرؐ مس نہین کرسکتے تہے حضرت عمر نے پیغمبرؐ کی طرف سے بیعت لی" غیر ممکن ہی کہ تسلیم کیا جائے :-

ایسی بیوقعت روایتون سے حضرت عمر کے لئے ڈہونڈ ڈہونڈکر کوئی شرف کی بات ظاہر کرنا بیان مورخ کی وقعت کو بہت کچہہ گہٹاتا ہے۔

حنین مین حضرت عمر کی عدم فراری کی حقیقت

ذی علم مصنف ہوازن (حنین) کے بیان مین ظاہر کرتے ہین کہ "مسلمانون کے پہلے حملہ مین ہوازن کو بہگا دیا لیکن جب غنیمت کے لوٹنے مین مصروف ہوئے تو ہوازن نے حملہ کیا۔ بارہ ہزار مسلمانون مین سے معدودہ چند کے سوا رباقی سب بہاگ نکلے۔ جو صحابہ ثابت قدم رہی اون مین حضرت عمر بہی شامل تہی۔

حضرت عمر کے شمول کی کتاب المغازی محمد بن اسحاق کے ترجمہ فارسی سے سند لاتے ہین۔ افسوس ہی کہ ذی علم مصنف نے اصل کتاب مغازی محمد بن اسحاق تو دیکہی نہین اور اوسکے ترجمہ پر بہروسہ کرکے ثابت قدم صحابہ مین حضرت عمر کا شمار قبول کیا ہی جسکی نسبت ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ "وہ ترجمہ

[۱] تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و سیرت محمد ابن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر :-

سعد بن زنگی کے حکم سے کیا گیا تہا۔ جسکی نسبت احتمال قوی ہی کہ ترجمہ کرنیوالی
نے ثابت قدم صحابہ کی فہرست مین حضرت عمر کا نام بڑہا دیا ہے۔ اور اگر بفرض
محال اصل کتاب مغازی مین ہی حضرت عمر کا نام ثابت قدم صحابہ مین خلاف
واقعہ لکہدیا گیا ہو تو وہ کچہہ قابل اعتبار کے نہین ہو سکتا جبکہ تمام مورخین و
محدثین متفق ہین کہ ثابت قدم صحابہ مین نام حضرت عمر کا شامل نہین ہے اور
ہر ایک مورخ و محدث نے کتاب مغازی مین ایک ایک ثابت قدم صحابہ کو گنایا ہے

ثابت قدمون کے نام (علی مرتضیٰ۔ عباس عم رسولخدا۔ عبد اللہ بن مسعود
ابو سفیان۔ بن حارث بن عبد المطلب۔ جعفر و ربیعہ اولاد ابو سفیان بن حارث
بن عبد المطلب۔ وقثم و فضل پسران عباس و اسامہ بن زید اور ایمن ابن ام
ایمن از غیر بنی ہاشم)

جس مورخ و محدث نے زیادہ سے زیادہ نام تبائے ہین اونمین بہی نام
حضرت ابو بکر اور عمر کا نہین ہی۔ اور یہانتک تفصیل کی ہے کہ سوا دس آدمیون
کے جنمین ۹ بنی ہاشم تہی اور ایک ام ایمن کا بیٹا کہ وہ بہی شہید ہو گیا کوئی پیغمبر کے
پاس موجود نہین رہا۔

حضرت عباس جناب پیغمبر خدا کی داہنی طرف تہے اور عبد اللہ بن مسعود
یا فضل بن عباس بائین طرف تہے۔ ابو سفیان بن حارث عمزاد پیغمبر گہوڑی کی
پال لجام تہامے ہوئے تہے یا عقب مین تہی اور علی مرتضےٰ چند قدم آگے علم لئے
ہوئے پیغمبر خدا سے دشمنون کو ہٹاتے بہی جاتی تہی اور جنگ بہی کرتے جاتے
تہے باقی ثابت قدم بہی ارد گرد پیغمبر کے تہے۔ رسول خدا اپنی طرف کی لوگونکو

لہ خمیس جزو ثانی صفحہ ۱۰۲ و معارج النبوۃ صفحہ ۲۶۳ رکن ۴ چاپ لکہنؤ و فتح الباری شرح
صحیح بخاری و مواہب لدنیہ روایت ابن ابی شیبہ و روضۃ الاحباب صفحہ ۳۰۹ و روضۃ الصفا صفحہ
۵۳ جلد ثانی و استیعاب مولفہ امام عبد البر۔ و تاریخ حبیب السیر۔ ۱۲ منہ

آواز دیتے تہے اور پکارتے تہے کہ کہان بہاگے جاتے ہو یہان آؤ کہ مین
ہون رسول خدا مجھکو تنہا چھوڑکر کہان جاتے ہو اور لوگ سنتے تہے اور
اور جواب نہ دیتے تہے۔

حضرت عمر کے فرار کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ چنانچہ بخاری
نے اپنی صحیح مین اس غزوہ کے متعلق جو آخری حدیث ابوقتادہ سے روایت
کی ہے اوسمین راوی بیان کرتا ہے کہ "مسلمان بہاگے اور مین بہی بہاگا۔

مخصوص روایت فرار حضرت عمر

"وانہزم المسلمون وانہزمت معہم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ماشان الناس قال امر اللہ ثم تراجع الناس الی رسول اللہ صلعم"

انہین لوگون مین عمر بن خطاب کو مین نے دیکہا اور اون سے کہا کہ کیا حال ہوا لوگون کا۔ اونہون نے کہا کہ جو منظور خدا تہا وہ ہوا۔ پہر اسکے بعد لوگ واپس آرہے ہین طرف آنحضرت صلعم کے"

اس روایت سے قبل ایک اور روایت بہی ابوقتادہ سے صحیح بخاری مین
ہے اور وہ بہی فرار حضرت عمر کی موید ہے۔

نسیبہ دختر کعب بہاگنے والونپر خاک اوڑاتی تہی اور کہتی تہی کہ خدا رسول سے
کہان بہاگ کر جاؤگے جب حضرت عمر اوسکے سامنے گذرے تو اوس نے کہا
کہ یہہ کیا کرتے ہو فرمایا کہ امر خدا ایسے ہی ہے۔

مورخین اور محدثین نے یہہ بہی لکھا ہے کہ "پیغمبرؐ کے پکارنے سے جب کوئی
نہ پہرا اور کفار نے پیغمبرؐ پر حملہ کیا تو حضرت بہی اونپر حملہ کرتے تھے اور رجز
پڑہتے تہے کہ مین ہون پیغمبر خدا کا اور مین ہون بیٹا عبد المطلب کا۔ مگر عباس
اور ابوسفیان نے کہ حضرت کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تہے حضرت کو
دشمنون کے غول مین نہ جانے دیا تب پیغمبرؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم ایک

اونچے ٹیلے پر چڑھ کر مہاجرین و انصار کو آواز دو حضرت عباس نے کہ بہت بلند آواز تھے ایک ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی کہ اے مہاجرین و انصار اور اے بیعت رضوان والو اور اے سورہ بقر والو کہان بہاگے جاتے ہو۔ جو عہد تمنے رسول خدا سے کیا تہا اوسکو نہ توڑو"

خلاف مورخین و محدثین کے ذی علم مصنف کا کسی گلکاری روایت سے حضرت عمر کے وصف کو تبدیل کرنے سے سبز باغ کی آبیاری نہین ہو سکتی بلکہ جس درخت کو کہ وہ سر سبز کر کے دکہانا چاہتے ہین وہ خود بخود خشک نظر آنے لگیگا۔

غزوہ تبوک

سنہ ۹ ھ مین ذی علم مصنف غزوہ تبوک کے ذکر کرنے کے وقت ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر نے تمام مال و اسباب مین سے آدہا آنحضرت کی خدمت مین پیش کیا اور خود ہی حاشیہ پر نشان دیتے ہین " ترمذی وابو داؤد مین یہ واقعہ فضائل ابوبکر کے تحت مین منقول ہے"

یہہ امر خالی لطف سے نہین ہے کہ اوسی فضل کو جسکا جی چاہے حضرت عمر کے سر منڈہ دے اور جسکا جی چاہے حضرت ابوبکر کے قدمون مین ڈالدے۔

قصہ طلاق ازواج مین تقرب حضرت عمر کی حقیقت

اسی سال ذی علم مصنف آنحضرت کی ناراضگی کا ذکر ازواج سے بیان کر کے یہ لکہتے ہین کہ " لوگون کو خیال پیدا ہوا تہا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی اس لئے تمام صحابہ کو نہایت رنج و افسوس تہا (بے شک اون لوگون کو افسوس ہوگا کہ جنہون نے اپنی بیٹیان فخر حاصل کرنے کے لئے پیغمبر کی زوجیت مین دی تہین) کوئی شخص آنحضرت کی خدمت مین کچہہ کہنے سننے کی جرات نہین کر سکتا تہا (بے شک کسی ایسے شخص کو جرات نہین ہو سکتی ہوگی کہ جسکی بیٹی

ازواجِ رسول مین داخل ہوگی) حضرت عمر نے حاضرِ خدمت ہونا چاہا لیکن بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی آخر حضرت عمر نے پکار کر دربان سے کہا کہ شاید رسول اللہ کو یہ گمان ہو کہ مین حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہون خدا کی قسم اگر رسول اللہ حکم دین تو مین جاکر حفصہ کی گردن ماردون (بے شک حضرت عمر نے ایسا کہا ہوگا اونکی عادت تھی وہ ہر ایک ایسے شخص کی نسبت جو واجب القتل نہین ہوتا تھا یہ کلمہ کہ "گردن اوڑا دون" پیغمبر کے سامنے کہا کرتے تھے) آنحضرت نے فوراً بلا لیا۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دی؟ آپ نے فرمایا کہ نہین۔ حضرت عمر نے کہا۔ تمام مسلمان مسجد مین سوگوار بیٹھے ہین آپ اجازت دین تو اونکو یہہ مژدہ سنا سنا آؤن"

ذی علم مصنف اس سانحہ پر یہ قیاس کرتے ہین کہ "اس واقعہ سے حضرت عمر کے تقرب کا اندازہ ہو سکتا ہے"

لیکن افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے پورا واقعہ جس سے ناخوشی پیغمبرؐ کی ازواج سے پیدا ہوئی بیان نہین کیا اور نہ وجہہ ناراضگی پیغمبرؐ کی ظاہر کی جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ سے حضرت عمر کے تقرب کا کیا درجہ درجہ ہے؟

پہلی وجہہ ناخوشی ازواج مورخین و محدثین[1] نے اس واقعہ کو یون لکھا ہے کہ "آنحضرت نے قسم کہائی کہ ایک مہینہ تک اپنی ازواج سے اختلاط اور مصاحبت نہ فرماوینگے" اور سبب مین اوس کے دو وجہین بیان کی ہین ایک یہہ کہ "حفصہ دختر حضرت عمر اپنے باپ کے گھر گئی

[1] روضۃ الاحباب بحوالہ صحیح مسلم۔

ہو ئی تھی اون کے حجرہ مین ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے بلایا تہا جب حفصہ لوٹ کر آئین تو رونے لگین اور پیغمبرؐ سے کہا کہ آپ نے میرے بستر پر لونڈی سے مباشرت کی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مین ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہون تو راضی نہین ہو سکتی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکہنا حفصہ نے قبول کیا۔ لیکن حفصہ نے اوس خوشخبری کو عائشہ سے کہدیا کہ قبطیہ سے ہم نے خلاصی پائی۔ عائشہ نے پیغمبرؐ سے تعریض کی اور

سورہ تحریم کی دو آیات کا ترجمہ

اس بارہ مین سورہ تحریم نازل ہوئی "کسواسطے حرام کرتا ہے تو جو کچہہ کہ خدا نے حلال کیا ہے تجہپر۔ اور اپنے اوپر حرام کر لینے سے خوشنودی چاہتا ہے تو ازواج کی۔ اور جب چہپا کر کہی نبیؐ نے اپنی کسی بی بی سے کوئی بات۔ جب اوسنے خبر کردی۔ اللہ نے ظاہر کر دیا نبیؐ پر۔ نبی نے کچہہ جتادی اور کچہہ ٹال دیا۔ جب جتایا اوس بی بی کو تو اوس نے کہا کہ تمکو کس نے بتایا۔ کہا کہ مجکو بتایا علیم و خبیر نے۔ اگر تم دونون توبہ کرو خدا کی طرف۔ پس تحقیق کہ ٹیڑہے ہو گئے دل تم دونون کے اور اگر تم چڑہائی کروگی اوسپر تو بے شک اللہ اوسکا مولے ہے۔ اور جبرئیل اور صالح المومنین اور فرشتے بعد اوسکے مددگار ہین۔ ابہی اگر نبیؐ طلاق دے تمکو رب اوسکا بدل دے ازواج تم سے بہتر مسلمان۔ مومن۔ فرمانبردار۔ توبہ کرنے والیان۔ عبادت کرنے والیان۔ روزہ رکہنے والیان بیاہی اور کواریان۔ پہر اللہ ایک مثل مارتا ہے بی بی نوح کی اور بی بی لوط کی۔ کہ وہ دونو تہین تحت مین دو بندون نیک کے۔ پس خیانت کی اون دونو بی بیون نے۔ اُن دونو مردون کی۔ پس نہ کام آیا اون دونو بی بیون کے کچہہ۔ اور حکم ہوا کہ چلی جاؤ دوزخ مین"

پیغمبرؐ نے اسی نظر سے کہ دیگر ازواج کو گران ہو گا سب ازواج کو ایک مہینہ

تک اپنی صحبت سے محروم کر دیا تہا - لیکن کتب اہل سنت مین قبول کیا گیا ہے

بی بی حفصہ کے طلاق کی روایت

کہ پیغمبر خدا نے بی بی حفصہ کو اسی قصہ پر طلاق دیدی تہی اور لبعض نے یہانتک لکہا ہے کہ طلاق کی خبر جب حضرت عمر کو پہونچی تو اونہون نے اپنے سر کو خاک سے مزیب کیا[1]۔

دوسری وجہہ ناخوشی ازواج

دوسری وجہہ ناخوشی پیغمبر کی یہ بیان ہوئی ہے کہ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ پیغمبر سے نفقہ اور لباس مین ایسی چیزین طلب کرتی تہین کہ جو پیغمبر کو بسہولیت میسر نہین ہوسکتی تہین - ایک روز حضرت ابوبکر آئے اور باذن پیغمبر خانہ پیغمبر مین گئے اور پہر حضرت عمر آئے اور وہ بہی اندر گئے اور معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کو حزن وملال اون بی بیون کی خواہشات کے سبب سے ہے - حضرت ابوبکر نے ایک گہونسہ عائشہ کی گردن پر اور عمر نے حفصہ کی گردن پر مارا اور دونون نے اپنی لڑکیون پر عتاب کیا - عائشہ اور حفصہ نے قسم کہائی کہ ہم پیغمبر سے ایسی چیز پہر نہین مانگین گے کہ جو اونکو میسر نہو"

اس واقعہ سے سبب اور وجہہ حزن وملال پیغمبر کی صرف بی بی حفصہ یا بی بی حفصہ او[ر] بی بی عائشہ دونون سے بخوبی ظاہر ہے - حضرت عمر جو بارادہ رفع ملال اور ناخوشی پیغمبر کے پیغمبر کے پاس گئے اور جو کچہہ پیغمبر سے کہا یا جو کچہہ کیا اور جو کچہہ دخل دیا اوسپر وہ مجبور تہے جس مین اونکی ذاتی غرض شامل تہی اور بے شک اس واقعہ سے تقرب حضرت عمر کا اندازہ ہوسکتا ہے جس شان سے کہ ہوسکتا ہے -

لیکن اگر ذی علم مصنف کا اس واقعہ کے لکہنے سے یہہ منشا ہے کہ حالت غصہ

---

[1] دیکہو استیعاب امام عبد البر روایت عقبہ بن امر -

پیغمبرؐ مین بہی حضرت عمرؓ پیغمبرؐ سے بات چیت کر سکتے تہے تو یہہ امر خلاف اس روایت کے ہے جسکو حاکم نے اپنی صحیح مین اور طبرانی نے اوسط مین ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ "جب کبہی آنحضرت صلعم غضب مین ہوتے تہے تو بجز حضرت علیؑ کے کسی کو جرأت نہ ہتی کہ حضرت سے بات کر سکتا"

حج آخری مین واقعات کے ترک کی حقیقت

سنہ ۱۰ھ مین ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کہ "آنحضرت صلعم نے حج کا قصد کیا اور یہہ حج آپکا آخر حج تہا" لیکن ذی علم مصنف نے اوس واقعہ کا جسکا وقوع اخیر حصہ زندگی قریب زمانہ وفات پیغمبرؐ مین ضروری تہا ذکر قطعی متروک کیا ہے جو اس اخیر حج مین واپسی کے وقت مقام خم غدیر پر ظہور مین آیا ہے اور پیغمبرؐ نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ[1] فرمایا ہے اور علیؑ مرتضے کا بازو پکڑ کر بلند کیا ہے اور کہا ہے کہ "اے لوگو آگاہ ہو کہ جسکا مین مولے ہون اوسکا علی مولے ہے خدایا دوست رکہہ اوسکو جو اوسے دوست رکہے اور دشمن رکہہ اوسکو جو اوسے دشمن رکہے اور مدد کر اوسکی جو اوسکی مدد کرے اور ذلیل کر اوسکو جو اوسکو ذلیل کرے۔ اے لوگو جو کچہہ مجہے خدا نے حکم دیا وہ مین نے تمہین پہونچا دیا اور مین تم لوگون مین اونکو سپرد بخدا کرتا ہون اور اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہون"

غدیر خم کی بیعت سے حضرت عمر کا تعلق

اس واقعہ سے حضرت عمر کا یہہ تعلق ہے کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کے بموجب جب علی مرتضے کو مبارکبادیان تمام صحابہ اور مسلمانون اور ازواج پیغمبرؐ نے دین تو حضرت عمر نے علی مرتضے کو اسطرح مبارکباد دی۔ کہ مبارک ہو تمکو مبارک ہو تمکو کہ اے علی آج کے دن تم مولے کل مومنین اور مومنات کے ہوگئے[2]

---

[1] سید شہاب الدین احمد نے کتاب توضیح الدلایل مین پورا خطبہ نقل کیا ہے اور مسٹر ڈیون پورٹ نے بہی اپنی تاریخ اسلام مین بعض فقرہ اس خطبہ سے لئے ہین۔ ۱۲ منہ

[2] زین الفتی علامہ عاصمی و صواعق محرقہ بروایت دارقطنی۔ ۱۲ منہ

اس واقعہ اور پورے خطبۂ پیغمبرؐ سے صاف و صریح ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کا مقصود اور منشا کیا تہا اور کس چیز کی حضرت عمرؓ نے مبارکباد دی تہی -؟

ذی علم مصنف کو لازم تہا کہ اس واقعہ پر خوب بحث کرکے ظاہر کرتے کہ پیغمبرؐ نے جو ناگہان مقام غدیر خم پر قیام کیا اور تمام صحابہ اور مسلمانون کو روکا کہ اس جگہہ سے راہین متفرق ہوتی تہین اور بڑے اہتمام سے سبکو جمع کرکے جو ایسا خطبہ فرمایا اور علیؑ مرتضےٰ کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور لوگون کو جتایا کہ مین جسکا مولے ہون اوسکا علیؑ مولے ہے تو اس سے اعلان جانشینی علیؑ کا بجائے پیغمبرؐ کے۔ مقصود پیغمبرؐ تہا یا کچھہ اور ؟- اور صرف یہی نہین بلکہ یہہ بہی دیکہنا چاہیے تہا کہ پیغمبرؐ نے جو یہہ عمل کیا وہ بموجب حکم خدا کے تہا یا نہین ؟- اور اوسکے متعلق کوئی آیت قرآن مین موجود ہے یا نہین ؟-

یہہ امر قبول کیا گیا ہے کہ یہہ حج آخری پیغمبرؐ کا تہا اور علیؑ مقام غدیر خم سے جب پیغمبرؐ مدینہ پہونچے ہین تو بیمار ہوئے اور اوسی مرض مین انتقال فرمایا۔

مکہ مین نزول آیت جانشینی علی مرتضےٰ

جب اس آخری حج کے لیئے پیغمبرؐ مکہ مین پہونچے ہین تو یہہ آیت نازل ہوئی ہے " فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب " پس جس وقت فارغ ہو تو (حجۃ الوداع سے اے پیغمبرؐ) پس نصب (قائم) کر تو (علیؑ کو اپنی جانشینی کے لیئے) اور طرف پروردگار اپنے کی پہر آ"۔

غدیر مین تاکیدی آیت کا نزول بناہر تعمیل آیت جانشینی علی مرتضیٰ

پیغمبرؐ نے اوسکی تعمیل بمقام مکہ نہین کی جب بمقام خم غدیر پہونچے تو یہہ آیت نازل ہوئی " یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس " اے پیغمبرؐ پہونچا دے تو اوس چیز کو کہ نازل کی گئی ہے طرف تیرے پروردگار تیرے کی طرف سے ، اور اگر نہ کریگا تو پس نہ پہونچایا تو نے اپنی رسالت کو اور خدا نگاہ رکہے گا تجکو لوگون کے شر سے "

جسوقت یہہ آیت تاکیدی نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے اوسی سفر مین مقام کر کے اور لوگون کو جمع کر کے اور اونٹونکے کجاوونکا ممبر بنا کر ایک خطبہ فرمایا اور بنظر اس آیۃ کے (کہ۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم " نبی اولے ہے ساتہہ مومنین کے اون کے نفسون سے") یہ ارشاد کیا " الست اولی بالمومنین من انفسہم۔؟ ایا نہین ہون مین اولے ساتہہ مومنین کے اون کے نفسون سے؟ سب نے کہا کہ ہان اے رسول اللہ۔ اوسپر پیغمبرؐ نے علی کا بازو پکڑ کے اوٹہایا اور فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ " مین ہون جسکا مولے پس علی ہے اوسکا مولے"

تعمیل آیات

ذی علم مصنف کو ان آیات پر بحث کر کے واقعہ خم غدیر کے نتیجہ پر کوئی رائے لکہنی چاہیے ہتی کہ اوس واقعہ کی غرض کیا ہتی اور ان آیات کی تعمیل کے لیے وہ واقعہ پیغمبرؐ ظہور مین لائے یا کیا؟ بلکہ ان آیات کے نزول اور واقعہ خم غدیر کے قبل کے واقعات پر شروع سلسلہ سے بحث کرنا ذی علم مصنف کو لازم تہا۔

شروع دعوت اسلام کا واقعہ علی مرتضےٰ کی وزارت

دعوت اسلام کا سب سے پہلے جو پیغمبرؐ نے کام شروع کیا تو اپنے کنبے والون سے شروع کیا جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی " وانذر عشیرتک الاقربین " اور ڈراتو (اے محمدؐ) اپنے کنبے کے لوگون کو جو نزدیک تر ہین "

جسوقت یہ آیت نازل ہوئی ہے تو پیغمبرؐ نے اپنے کنبے والون کے لئے دعوت طعام کی جسکا اہتمام علی مرتضےٰ کے ذمہ رکہا اور بعد طعام اپنے اون رشتہ دارون سے جو بلائے گئے تہے فرمایا کہ " مجہکو حکم دیا ہے خدا نے کہ مین بلاؤن تمکو اوسکی طرف پس کون تم مین سے وزارت کر سکتا ہے میری میرے امر مین" اور ہووے وہ بہائی میرا اور وصی میرا اور خلیفہ میرا درمیان تمہارے۔ پس چپ ہو رہی قوم مگر علی کہڑے ہوئے اور کہا کہ مین قبول کرتا ہون تمہارے واسطے اے رسول خدا

صلعم۔ رسول نے فرمایا کہ تو بہائی میرا اور وصی میرا ہے اور خلیفہ میرا ہے، اور لوگون سے کہا کہ سنو تم اسکی اور تابعداری کرو تم اسکی ''

آیا وقت شروع دعوت اسلام کے پیغمبرؐ علیؑ مرتضےٰ کو اپنا خلیفہ اور وزیر مقرر اور قبول کر چکے تہے یا نہین؟ اور یہ حکم تقرر رہا یا نہین؟

واقعہ ہجرت نبوی مین علیؑ مرتضےٰ کا عملی استخلاف

پیغمبرؐ کی وجہہ ہجرت سوائے اس کے اور کوئی قبول نہین کی گئی ہے کہ کفار قریش نے مشورہ کیا کہ پیغمبرؐ کو قطعی قتل کر ڈالا جاوے۔ اوسپر پیغمبرؐ علیؑ مرتضےٰ کو اپنے بستر پر لٹا کر اور اپنی چادر خاص اوڑہا کر اور اپنی جان کی کلید علی مرتضےٰ کے سپرد کر کے اور لوگون کو یہہ یقین دلا کر کہ پیغمبرؐ ہی سو رہا ہے۔ اور علی کو اپنا شبیہ بنا کر (کہ کوئی پیغمبر اسبات کو گوارا نہین کر سکتا کہ بجائے اپنے اور لبس لباس پیغمبرؐ سے پیغمبر ہونے کا کسی کے لئے یقین دلاوے۔ بلکہ اگر کوئی شخص خود اپنی ہیئت کذائی سے پیغمبر کے ساتہہ التباس کرے اور اپنے آپ کو پیغمبر بنا کر دکہاوے تو واجب القتل ہو جائیگا اور بجائے اپنے خطرۂ قتل مین کسی کو ڈالکر۔ (کہ ایسے موقع پر سوائے وزیر اور خلیفہ پیغمبرؐ کے کوئی دوسرا شخص نہ پیغمبرؐ کے بستر پر لٹایا جا سکتا تہا اور نہ اوس خطرہ مین ڈالا جا سکتا تہا۔ اسی قسم کے امور نے علی مرتضےٰ کو نفس پیغمبرؐ قرآن مین کہلوایا ہے۔) ہجرت کر گئے۔ اسی موقع پر علی کے بارے مین یہہ آیت نازل ہوئی ہے '' کون شخص ہے لوگون مین سے جو بیچ ڈالتا ہے جان اپنی طلب '' ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ'' خوشنودی خدا کے لئے ''

پس دیکہنا چاہیے تہا کہ اس واقعہ سے استخلاف علی، علی مرتضےٰ کا لازم آتا ہے یا نہین۔!

سید کی تفسیر

سر سید احمد خان نے بہی اپنی تفسیر مین اسی موقع پر صاف یہہ ظاہر کیا ہے کہ '' آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کو اپنا خلیفہ یا قائم مقام کر کے اپنے بچہونے پر سلا دیا تا کہ کافر جانے کہ آنحضرت سوتے ہین ''

اسی سلسلہ سے یہ امر قابل تحقیق تہا کہ واقعہ خم غدیر عام اعلان استخلاف علےٰ مرتضےٰ کا تہا یا نہین ؟۔

ذی علم مصنف نے جو اِن واقعات کو چہوا تک نہین اور بحث قرطاس ، اور واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ ، کو ہاتہہ لگایا ہے اوس کے متعلق کوئی رائے اونکی محققانہ عموماً سمجہی نہین جا سکتی۔

ترک واقعات سلسلہ بحث قرطاس و سقیفہ

جبکہ اونہون نے اون واقعات اور امور پر نظر نہین کی کہ جو بحث قرطاس ، اور واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے سلسلہ مین ہین اور اونہین واقعات اور امور کے سلسلہ مین واقعۂ بنی ساعدہ کا (جسکی رو سے حضرتؓ ابو بکر خلیفہ قرار پائے اور حضرت عمر اُن کے استخلاف سے خلیفہ مقرر ہوئے) مدار صحت اور بطلان کا تہا۔ آیا حضرت ابو بکر خلیفہ جائز ہو سکتے تہے یا نہین ؟ اونکو امر خلافت حوالہ ہونیکا حق ناحق اوسی پر موقوف تہا اور اوسی پر جو استخلاف حضرت عمر کا حضرت ابو بکر نے کیا آیا وہ صحیح اور جائز ہو سکتا ہے یا نہین منحصر تہا۔ آیا حضرتِ ابُو بکر کس قسم کے خلیفہ تہے اور اونکا استخلاف کرنا حضرت عمر کے لئے کیا اثر رکہہ سکتا ہے ؟

اوس سلسلہ واقعات اور امور سے گریز کرنا ذی علم مصنف کا نشان از حسد یا سداری حضرت عمرؓ کا ہے۔

ذی علم مصنف قبل بحث قرطاس اور واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے سنہ ۱۱ھ مین واقعۂ تجہیز جیش اسامہ کا اس عنوان

واقعات تجہیز جیش اسامہ

سے ذکر بہی لکہتے ہین کہ "آنحضرتؐ نے رومیون کے مقابلہ کے لئے اسامہ بن زید کو مامور کیا اور تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتہہ جائین لوگ تیار ہو چکے تہے کہ اخیر صفر مین آنحضرت بیمار ہو گئے اور یہہ تجویز ملتوی رہ گئی "

لیکن ذی علم مصنف نے اس واقعہ کے اظہار مین بہی خلاف روایات معتمد کہ

پہلو کو تبدیل کیا ہے کہ جس سے حضرت ابو بکر و حضرت عمر پر جو یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اعتراض وارد نہو سکے اور اصل منشار پیغمبر پر جو مضمر تہا کہ بعد پیغمبر کے امر خلافت کے متعلق اختلاف واقع نہو سکے پردہ پڑا رہے :-

ذی علم مصنف نے بجائے اس کے کہ اکابر صحابہ جسمین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر شامل تہے اور علی مرتضےٰ شامل نہین تہے منشار پیغمبر یہہ تہا کہ زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے جسکو امیر لشکر مقرر کیا تہا رہین گے ۔ جو یون بیان کیا ہے کہ "وہ تمام اکابر صحابہ کو حکم دیا کہ اون کے ساتھ جائین" غرض یہ ہے کہ کسر شان حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی اسامہ بن زید کے زیر فرمان اور اطاعت ہونے سے لازم نہ آوے :-

لیکن جب پیغمبر نے اسامہ بن زید کو امیر لشکر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو شامل لشکر کیا تو اوس سے ناقابلیت امارت حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی پیش پیغمبر اخیر زندگی پیغمبر تک خود بخود لازم آتی ہے ۔

ذی علم مصنف نے یہہ تو ظاہر کیا کہ "وہ آنحضرت بیمار ہو گئے اور تجویز ملتوی رہ گئی" لیکن یہ نہ بتایا کہ بوجہہ بیماری کے وہ تجویز خود آنحضرت نے ملتوی کر دی یا خلاف حکم اور تاکید آنحضرت کے خود اکابر صحابہ نے جنکو زیر فرمان اور اطاعت اسامہ بن زید کے ہونا ناگوار تہا اور بہت تریخ تاب کہا کر یہہ کہتے تہے کہ پیغمبر نے ایک غلام زادہ کو ہم پر سردار اور امیر لشکر مقرر کیا ہے ۔ جن مین حضرت ابو بکر اور اور حضرت عمر اوّل درجہ رکہتے تہے[1] ۔ لشکر اسامہ سے کہ جس نے مدینہ منورہ کے باہر مقام جرف مین کیمپ مقرر کیا تہا واپس چلے آئے اور جا کر شریک ہوئے اور

---

[1] ابن حجر فتح الباری و قسطلانی شرح بخاری و مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبد الحق شارح مشکوٰۃ و تہذیب التہذیب ذہبی و کتاب منتظم ابن جوزی ۔ ۱۲ منہ

بہ حیلہ مرض پیغمبرؐ اوس تجویز پیغمبرؐ مین مزاحمت کرکے اوس تجویز کو روکدیا۔
پیغمبرؐ کی تاکید روانگی لشکر اسامہ کی اس درجہ پر تہی کہ جب پیغمبرؐ نے چہ میگوئیان
اکابر صحابہ کی سنین تو ایک خطبہ فرمایا جسکا ایک فقرہ یہہ ہے۔ "جہزوا الجیش
اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا" آمادہ ہوجاؤ واسطے لشکر اسامہ کے لعنت کرے
خدا اوس کسی پر جو مخالفت کرے اوس سے[1]"

اس فقرہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی کس درجہ مرضی تہی کہ
تمام اکابر صحابہ سوائے علی مرتضےٰ کے کہ جنکو پیغمبرؐ نے اپنی تیمارداری اور خبرگیری
کے لئے اپنے پاس رکہہ لیا تہا لشکر اسامہ کے ساتھہ بہ تحت فرمان وطاعت اسامہ
کے مقام بعید پر مدینہ سے چلے جائین۔

کیا یہہ امر پیغمبرؐ کو مضمر نہین تہا کہ وہ لوگ امر خلافت مین اختلاف کرکے
جنکے قلوب کی خبر قرآن اور اخبار پیغمبرؐ مین موجود ہے بعد میرے میری مرضی
اور ہدایت کے بموجب امر خلافت کے لئے اوس کسی کو قائم نہین رکہین گے جسکو
کہ مین نے قائم کیا ہے۔ صرف محبت وہمدردی مذہب اسلام کے باعث جو پیغمبرؐ سے
زیادہ کسیکو نہین تہی بغرض تحفظ مذہب اسلام کے اختلاف سے کہ جسکی وجہہ
سے مذہب اسلام کے اصل مرکز پر قائم نہ رہکر تباہ وبرباد ہوجانیکی بنا پڑتی
تہی پیغمبرؐ نے وہ تاکیدی حکم اکابر صحابہ کو دیا تہا تاکہ نہ وہ اکابر صحابہ وقت وفات پیغمبرؐ
مدینہ مین ہونگے نہ اونکو موقع استخلاف اور نزاع کا خلاف مرضی پیغمبرؐ کے
امر خلافت کے متعلق مل سکیگا۔ اور پیغمبرؐ نے جو علی مرتضےٰ کو امر خلافت کے لئے
قرار دیکر قائم رکہا ہے وہی قائم اور برقرار رہیگا۔

بہرحال جو کچہہ ہوا اکابر صحابہ اور ہر مسلمان سے یہی اطاعت پیغمبرؐ کی کرنے

---

[1] ملل ونحل شہرستانی وشرح مواقف ورسالہ عقاید ملا یعقوب بنیانی وکتاب سقیفہ
ابوبکر جوہری وشرح نہج البلاغۃ۔ ۱۲ منہ

والے کو لازم تہا کہ بنظر اس سخت ارشاد پیغمبرؐ کے بلا خیال اس کے کہ پیغمبرؐ مرتے ہین یا جیتے ہین صرف اون کے ارشاد کو ہر حالت مین زندہ اور واجب التعمیل سمجھکر شامل لشکر اسامہ ہوکر چلا جاتا اور لشکر اسامہ سے تخلف کر کے اپنے آپ کو مورد اس عتاب کا نہ بناتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین موجود ہے۔

یہہ خطبہ متضمن روانگی لشکر اسامہ اور ہدایت شرکت صحابہ لشکر اسامہ کا پیغمبرؐ نے اپنی حالت مرض مین بروز شنبہ دسوین ربیع الاول کو روز وفات سے دو دن

تاریخ روانگی لشکر اسامہ

پہلی فرمایا ہے کہ وفات روز دوشنبہ کو ہوئی ہے (لما جاء انہ کان تجہیز اسامۃ یوم السبت قبل موت النبی بیومین[۱]) ایسی حالت مین روانگی لشکر اسامہ کی اور شرکت اصحاب کی لشکر مین حالت مرض پیغمبرؐ مین لازم آتی ہے۔ اور مرض پیغمبرؐ کسیطرح سے مانع روانگی لشکر اور شرکت صحابہ کا لشکر مین نہین ہوسکتا۔ اور نہ مرض پیغمبرؐ وجہہ التوا روانگی لشکر اور شرکت صحابہ کی لشکر مین قرار پاسکتی ہے۔

درحقیقت یہہ واقعہ بھی بہ سلسلہ واقعات اور امور دیگر کے واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ پر خراب اثر ڈالنے والا ہے کہ جس اثر سے ذی علم مصنف متاثر ہوکر چشم پوشی کر گئے ہین!!

واقعہ قرطاس سے پہلی حالت پیغمبرؐ

ذی علم مصنف قبل شروع کرنے بیان واقعہ قرطاس کے آنحضرت کے مرض کی حالت بیان کرتے ہین کہ "وہ کبھی بخار کی شدت ہوجاتی تہی اور کبھی اسقدر افاقہ ہوجاتا تہا کہ مسجد مین جاکر نماز ادا فرماتے تہے۔ عین وفات کے دن نماز فجر کے وقت طبیعت اسقدر بحال تہی کہ آپ دروازہ تک آئے اور پردہ اٹہا کر لوگون کو نماز پڑہتے دیکھا تو نہایت محظوظ ہوئے

[۱] دیکھو حاشیہ نمبر ۷ صفحہ ۱۶۴ جز ۵ منح الباری شرح صحیح بخاری۔

اور تبسم فرمایا"

ذی علم مصنف کے اس مسلمہ حالت بیماری پیغمبرؐ سے ("جبکہ حالت مرض مین پیغمبرؐ نے قرطاس اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ مین تمہارے لئے ایسی کتاب لکھدون کہ تم آئندہ گمراہ نہو - اوسکے جواب مین صحابہ نے یہ کہا ہے کہ پیغمبرؐ کو درد کی شدت ہے اور پیغمبرؐ کو ہذیان ہے بہکی باتین کر رہے ہین اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے -") غور کرنے والے پیغمبرؐ کے ارشاد اور صحابہ کے جواب سے نتیجہ نکال سکین گے کہ پیغمبرؐ کی اس واقعہ کے وقت حالت مرض کیسی تہی؟

آیا اونکو درد کی شدت تہی؟ اور اونکو ہذیان تہا یا نہین؟ اور حضرت عمرؓ اور صحابہ نے ہذیان کی نسبت پیغمبرؐ کو اوسوقت کس غرض سے دی؟ -

بیان واقعہ قرطاس

ذی علم مصنف واقعہ قرطاس یون بیان کرتے ہین کہ "آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ مین تمہارے لئے ایسی چیز لکہونگا کہ تم آئندہ گمراہ نہوگے - اسپر حضرت عمرؓ نے لوگون کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے - حاضرین مین سے بعضون نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتین کر رہے ہین (نعوذ باللہ) روایت مین ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہین"

پہر ذی علم مصنف اس واقعہ کو بہ ظاہر تعجب انگیز ظاہر کرکے یہ کہتے ہین کہ "ایک معترض کہسکتا ہی کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسولؐ اللہ صلعم بستر مرگ پر ہین اور امت کی درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہین کہ لاؤ

مصنف کا ظاہری تعجب صحابہ کی عدم تعمیل ارشاد آنحضرتؐ پر

مین ایک ہدایت نامہ لکہدون جو تمکو گمراہی سے محفوظ رکہے - یہ ظاہر ہے کہ گمراہی کو بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اوس

مین سہو خطا کا احتمال نہین ہو سکتا - باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پروائی ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کچھ ضرورت نہین ہمکو قرآن کافی ہے - طرہ یہہ کہ بعض روایتون مین ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تہا (نعوذ باللہ)"

پہر ذی علم مصنف اپنے ظاہری تعجب کے بعد مسلمانون کے دو مختلف گروہونکی طبع آزمائیون کا ذکر کر کے اپنی یہہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ اصول درایت سے کسی نے کام نہین لیا - اور جو واقعہ جس طریقہ سے روایتون مین منقول ہے اوس سے کسی امر پر استناد ہو سکنے یا نہو سکنے کے لئے ان امور کو پیش نظر رکہنا چاہتے ہین کہ -

امور قرار دادہ مصنف بنابر استناد امور مندرجہ روایات قصہ قرطاس متضمن قدح ابن عباسؓ	"(۱) آنحضرت تیرہ دن بیمار رہے (۲) کاغذ قلم طلب کرنے کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے دوشنبہ کے دن انتقال

فرمایا اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے - (۳) اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ موجود تہے لیکن یہہ حدیث بہت سے طریقون سے مروی ہے چنانچہ صرف صحیح بخاری مین ۷ طریقون سے مذکور ہے با اینہمہ بجز عبد اللہ بن عباسؓ کے اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بہی منقول نہین - (۴) عبد اللہ ابن عباسؓ کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کی تہی - (۵) اوس موقع پر وہ موجود نہ تہے اور یہہ معلوم نہین کہ یہہ واقعہ اونہون نے کس سے سنا"

اسپر یہہ حاشیہ بہی لکہا ہے کہ "بخاری باب کتابۃ العلم مین جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس واقعہ مین موجود تہے اس لئے محدثین نے اسپر بحث کی ہے اور بہ دلائل قطعیہ

ثابت کیا ہے کہ وہ موجود نہ تہے۔

"(۶) تمام روایتون مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت ؐ نے کاغذ و قلم مانگا تو لوگون نے کہا کہ رسول اللہ بہکی ہوئی باتین کر رہے ہین۔"

قرطبی کی تاویل متعلق لفظ ہذیان

پہر علامہ قرطبی کی تاویل کو جسپر اونکو ناز ہے کہ "لوگون نے یہہ لفظ (ہجر ہذیان) انکار و استعجاب کے طور پر کہا تہا یعنی یہ کہ آنحضرت کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے خدانخواستہ آنحضرت ؐ کا قول ہذیان تو نہین کہ اسپر لحاظ نہ کیا جائے۔" تحریر کرکے ذی علم مصنف یہہ رائے دیتے ہین کہ۔

مصنف کی استدلالی رائے نسبت ہذیان

"بخاری اور مسلم کی بعض روایتون مین ایسے صاف الفاظ ہین کہ جس مین اس تاویل کا احتمال نہین۔" اور اپنی رائے نسبت ہذیان یہ ظاہر کرتے ہین کہ "جب اور کوئی واقعہ یا قرینہ آنحضرت کے اختلال حواس کا کہین کسی روایت مین مذکور نہین تو صرف اسقدر کہنے سے کہ قلم و دوات لاؤ لوگون کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تہا فرض کرلو کہ انبیاء سے ہذیان سرزد ہو سکتا ہے لیکن اس کے یہہ تو معنی نہین کہ وہ معمولی بات بہی کہین تو ہذیان سمجہی جائے۔ ایک پیغمبر کا وفات کے قریب یہہ کہنا کہ قلم و دوات لاؤ مین ایسی چیز لکہدون کہ تم آیندہ گمراہ نہو اس مین ہذیان کی کیا بات ہے۔"

حاشیہ پر نکتہ سنجون کے اس مضمون آفرینی کی کہ "رسول اللہ لکہنا نہین جانتے تہے اس لئے آپکا یہ فرمانا کہ مین لکہدون ہذیان کا قرینہ تہا۔" اس سخن سے تردید کرتی ہین کہ "لکہنے کے معنی لکہوانے کے بہی آتے ہین۔"

بالآخر ذی علم مصنف اس روایت کے قابل استدلال ہونے کے لئے یہہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ "راوی نے روایت مین وہ واقعات چہوڑ دئے ہین جن سے لوگونکو یہہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ؐ ہوش مین نہین ہین اور بیہوشی کی حالت مین قلم دوات

طلب فرمارہے ہین - اور اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ مین تمام صحابہ مین سے صرف حضرت عبد اللہ بن عباس راوی ہین، اور اونکی عمر ۱۳ - ۱۴ - برس کی تہی اور وہ موجود نہ تھے"

ذی علم مصنف اس الزام سے بچنے کے لئے کہ وہ بخاری اور مسلم کی حدیث پر شبہ کرنے والے قرار پاتے ہین یہ بہی کہتے ہین کہ "بخاری، اور مسلم کی کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہین زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان، اور حضرت عمرؓ کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جاوے"

ذی علم مصنف یہ بہی قبول کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اسی اثنار مین وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین۔ عین وفات کے دن آپ کی حالت اسقدر سنبہل گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا"

مصنف کی استدلالی رائے کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے جمہور مورخین و محدثین اور علمار کے خلاف تیرہ سو برس کے بعد واقعہ قرطاس کی بابت ایک ایسی انوکہی رائے ظاہر کی ہے جس مین ایک چہرہ کی تصویر دورخی کہینچی ہے۔

تصویر کے نصف چہرہ کو جب دیکہا جاتا ہے تو اور ہی رنگ نظر آتا ہے اور جب دوسرے حصہ پر نظر کی جاتی ہے تو دوسرا روپ دکہائی دیتا ہے اونکی تقریر ایسی مذبذب ہے جس سے یہ امر صاف نہین ہوتا کہ وہ اس کل واقعہ کو مشتبہ جانتے ہین یا صرف اوس حصہ کو کہ جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب مین حضرت عمر اور صحابہ نے پیغمبرؐ کے ارشاد کو ہذیان بتایا۔

ذی علم مصنف کو جنہون نے محققانہ طور پر تاریخی حیثیت سے اس تصنیف کا دعوےٰ کیا ہے لازم تہا کہ وہ بلاخوف صاف صاف ظاہر کرتے کہ اونکی تحقیق مین تمام واقعہ قرطاس غلط ہے یا اوسکا وہ حصہ جو ارشاد پیغمبرؐ کے جواب مین صحابہ نے ہذیان

کی نسبت ہیثمی کو دی ہے ٹھیک نہیں ہے۔

اصل واقعہ قرطاس کی صحت اور غیر صحت اسبات پر موقوف ہے کہ وہ کل روایتین (جو بہت سے طریقون سے مروی ہین اور صرف صحیح بخاری مین سات طریقے سے مذکور ہے جیساکہ ذی علم مصنف قبول کرتے ہین) واقعی ہین یا موضوعی؟ گو بحالت صحت واقعہ کے واقعہ کے بیان کی نوعیت پر یا بیان کے الفاظ کے معنی پر بحث ہو سکے۔ لیکن اس سے اصل واقعہ کے وقوع مین شبہ نہین ہو سکے گا بلکہ اوس بحث سے یہ لازم آویگا کہ وہ واقعہ وقوع مین ضرور آیا ہے۔

ابن عباس سے جو بہت سے طریقون سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے اوس کے راوی جداگانہ ہین اور اوس سے یہ ظاہر ہے کہ ابن عباس نے متعدد موقعونپر اس واقعہ کو مختلف لوگون کے سامنے بیان کیا ہے جسکا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ ابن عباس نے اس واقعہ کو لوگون کے سامنے بیان نہین کیا بلکہ یہ امر قطعی ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ ابن عباس نے اس واقعہ کا اظہار موقع بموقع کیا ہے اور اسی سبب سے کہ متعدد موقعونپر ابن عباس نے اس واقعہ کو ظاہر کیا ہے اور اس کے جداگانہ راوی ہین کوئی آجتک ان روایات کو جنمین اس واقعہ کا بیان ہے وضعی نہین کہہ سکا۔ اور نہ ذی علم مصنف کو گنجایش ملی ہے کہ وہ ایسی روایات کو جو بہت سے طریقون سے وارد ہوئی ہین وضعی کہہ سکین اور نہ عبداللہ بن عباس کی نسبت کسی نے کذب وبہتان کا الزام لگایا ہے بلکہ اونکو حبر عالم اور مفسر قرآن مجید مانا ہے۔ اور ذی علم مصنف

روایات بابتہ توثیق ابن عباس

نے اونکو شاگرد حضرت علیؑ کا قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری مین روایت ہے ابن عباس سے کہ "چپٹا لیا مجھکو رسول اللہ نے اپنے سینے سے اور فرمایا الہی سکھادے اوسکو حکمت" اور ایک روایت مین ہے "بار الہا علم دے اوسکو کتاب کا اور حکمت کا"

ذی علم مصنف نے بھی عبد اللہ بن عباس پر کسی کذب وبہتان کے الزام لگانے
سے اپنے آپ کو بری رکھا ہے جن جن راویون نے ابن عباس سے اس واقعہ کو روایت
کیا ہے نہ اونکی نسبت آجتک کسی نے یا خود ذی علم مصنف نے یہ کہا ہے کہ "اون
راویون نے ابن عباس پر تہمت اور افترا باندھا ہے"

ایسی حالت مین یہ امر ماننا لازم آتا ہے کہ ابن عباس نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ
اصلی اور سچا ہے - اور وہ روایتین جس مین اوسی واقعہ کا بیان ہے صحیح ہین - اور
اس امر کی قدح محال ہے کہ واقعہ قرطاس وقوع مین نہین آیا -

قصہ قرطاس مین ابن عباس کی جرح کی حقیقت

ذی علم مصنف نے عبد اللہ ابن عباس کی نسبت اس روایت کے متعلق جو جرحین کی
ہین اگر وہ اون واقعات اور حالات پر (جو دیگر روایات مین منقول ہین اور اون
روایتون پر جو زمانہ مرض پیغمبرؐ سے متعلق ہین جس سے خود ذی علم مصنف نے یہہ نتیجہ
نکالا ہے کہ "تمام مدت بیماری مین آنحضرت کی نسبت اور کوئی واقعہ اختلال حواس
کا کسی روایت مین کہین مذکور نہین - آنحضرت اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ
رہے اور اس اثنا مین وقتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین عین وفات
کے دن آپکی حالت اسقدر سنبھل گئی تھی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا"
اور اون روایتون پر جو اس واقعہ کے متعلق عبد اللہ ابن عباس سے خود ذی علم
مصنف قبول کرتے ہین کہ "وہ بہت سے طریقون سے مروی ہے یہانتک کہ صرف صحیح
بخاری مین سات طریقون سے ذکر ہے) یکجائی نظر کرتے تو اون کو اون جرحون
اور اون شبہون کی جو عبد اللہ بن عباس کی نسبت متعلق اس واقعہ کے
کئے ہین جرات وگنجائش نہوتی - لیکن نہین - ذی علم مصنف نے ان تمام امور
پر نظر کرلی ہے - اونہون نے شبہے اور جرحین عبد اللہ بن عباس پر اس روایت

کے متعلق اوس پاسداری سے کہین ہین کہ جس نے اس تصنیف پر بغرض پاک دکہائی حضرت عمر کے برانگیختہ کیا ہے مگر ذی علم مصنف کا قصہ قرطاس نہ قبول کرنے سے منشا یہی ہے کہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ پر اور حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر، اور پہر حضرت عمر کے استخلاف پر جو حضرت ابوبکر نے کیا سخت حملہ اور ابطال لازم آتا ہے اور حضرت عمر پر کہ جو مانع وصیت پیغمبر کے ہوئے، ایک مذموم الزام قائم ہوتا ہے کہ جسکا اثر صرف اُن کے تقرر خلافت پر نہین بلکہ اُن کے ایمان پر بہی پڑتا ہے، اور اُن کے اسی منشا نے خود اون سے یہ کہلوایا ہے کہ "بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکہہ سکا اس سے کہین زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ صلعم کی نسبت ہذیان، اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جاوے" جسکا صریح نتیجہ یہ ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ حضرت عمر پر الزام قبول کرین ابن عباس پر الزام قبول کرتے ہین لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت بزور قبول کرانے کے بیان مین ذی علم مصنف حضرت عمرؓ کی نسبت یہ کہتے ہین کہ "حضرت عمر نے فاطمہؓ کے گہر کے دروازے پر کہڑے ہوکر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہین تاہم اگر آپ کے یہان لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو مین ان لوگون کی وجہہ سے گہر مین آگ لگا دونگا، اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہین کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہمکو نہین معلوم ہوسکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہہ نہین ہے، حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچہہ بعید نہین حقیقت یہ ہی کہ اس نازک وقت مین حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتہہ جو کارروائیان کین اُن مین گو بعض اعتدالیان پائی جاتی ہون لیکن یاد رکہنا چاہیئے کہ انہین بے اعتدالیون نے اٹہتے ہوئے فتنون کو دبا دیا" (صفحہ ۱۷ حصہ اول الفاروق)

جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ بمقابلہ بنت رسول اللہ کے اپنے نزدیک مجہول راوی کی قدح نہ کرکے، حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کی درایت سے، حضرت عمر کی حرکت قصد احراق خانہ فاطمہؑ اور حضرت عمر کی بے اعتدالیون کو تسلیم کرتے ہین، اسی طرح مصنف کو لازم تہا کہ بمقابلہ پیغمبرؐ کے عبد اللہ ابن عباس کی قدح قیاسی نہ کرکے ایسی روایت مین جو سات طریقون سے صرف ایک صحیح بخاری مین ہو، حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کی درایت سے، حضرت عمر کی حرکت منع قرطاس، پیغمبرؐ کو نسبت ہذیان کی دینے اور انکی بے اعتدالیون کو، جو اس قصہ مین ہوئین

ابن عباس نے بیان واقعات قصۂ قرطاس مین کچہہ ترک نہین کیا

قبول کرلیتے۔ عبد اللہ بن عباس نے وہ واقعات چہوڑ نہین دے ہین جنسے لوگون کو یہ خیال پیدا ہوا آنحضرت ہوش مین نہین تہے اور بیہوشی کی حالت مین قلم دوات طلب فرمارہے تہے بلکہ اون کے نزدیک ایسے واقعات کا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حالت بیہوشی کی سمجھی جاوے وجود ہی نہین تہا۔ اور ابن عباس پر کچہہ موقوف نہین کسیکے نزدیک بہی پیغمبرؐ کی حالت بیہوشی کی نہین تہی۔ یہان تک کہ اس زمانہ مین بہی محقق مورخ مصنف نے قبول کیا ہے کہ "تمام مدت بیماری مین آنحضرتؐ کی نسبت کوئی واقعہ اختلال حواس کا کسی روایت مین کہین مذکور نہین اور آنحضرتؐ اس واقعہ کے بعد چار دن تک زندہ رہے اور اس اثنا مین دفعتاً فوقتاً بہت سی ہدایتین اور وصیتین فرمائین۔ عین وفات کے دن آپکی حالت اسقدر سنبہل گئی تہی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا"۔

ایسی حالت مین عبد اللہ بن عباس کہان سے اور کیونکر وہ واقعات بیان کرتے جن سے آنحضرت کے ہوش مین نہونے اور بیہوشی کی حالت مین کاغذ و قلم طلب فرمانے کا لوگون کو خیال پیدا ہوا۔

ابن عباس موید ہذیان نہ تھے

درحقیقت عبداللہ بن عباس اس امر کے کہ "آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں قلم و کاغذ طلب فرما رہے ہیں مخالف تھے۔ وہ اس کے موید نہیں تھے کہ "یہ خیال کہ آنحضرت ہوش میں نہیں ہیں اور بیہوشی کی حالت میں کاغذ و قلم طلب فرما رہے ہیں" صحیح تھا یا ایسے خیال کی گنجائش تھی ابن عباس کے نزدیک پیغمبرؐ ہوش میں تھے اور بیہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت عمر اور صحابہ نے جو پیغمبرؐ کی نسبت یہ کہا کہ "شدت مرض کی سبب سے ہذیان ہے" یہہ بیان ابن عباس کے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ تھا۔ ابن عباسؓ کا یہ مقصود ہے کہ حضرت عمر اور صحابہ نے بہ حیلہ غلط اور غیر صحیح کے ہذیان کی تعبیر پیغمبرؐ کی نسبت کر کے ارشاد پیغمبرؐ کی تعمیل ہونے دی اور امر خلافت کو جھگڑے میں ڈالدیا اور اوس وقت کو کہ جو پیغمبرؐ بنیاد اختلاف امر خلاف کو تحریراً ہی بتانا چاہتے تھے ٹالدیا۔

قصہ قرطاس میں مقصود ابن عباس کا روایات طرق مختلفہ سے

یہہ مقصود عبداللہ بن عباس کا ان روایتوں سے صاف صاف پایا جاتا ہے جو بہت سے طرقوں سے منقول ہوئی ہیں جنکا حاصل مضمون یہہ ہے کہ "جسوقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا یا جبکہ شدت ہوئی نبی کو مرض موت میں، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ دوات، یا شانہ یا دوات یا لوح و دوات، تاکہ لکھدوں میں تمکو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اوس کے تم گمراہ ہو پس کہا حضرت عمر نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور درد مندی نے" اور ہذیان ہے پیغمبرؐ کو" اور تمہارے پاس قرآن ہے" بس کافی ہے ہمارے لئے کتاب خدا" پس اختلاف کیا اور جھگڑہ کیا اون لوگوں نے" اور نہیں سزاوار ہے نبی کے پاس جھگڑہ، بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت، اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ حضرت عمر نے کہا تھا اور کہا لوگوں نے ہجر (ہذیان) کیا ہجر

کیا رسول اللہ نے، اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے ہجر کی
آیا ہجر کیا اوس نے سمجھو تو ہیمبرؐ سے، جب جھگڑے کی باتیں بڑھ گئیں اور بیہودگی زیادہ
ہو گئی، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اسی حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون
کہ وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ میرے
پاس سے، نہیں سزاوار ہے میرے پاس جھگڑا کرنا۔ بس چلے گئے لوگ رد
کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر۔ ابن عباس کہتے ہین سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ
کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہ اور اونکی کتاب کے، یا یہ کہا کہ حائل ہوئی۔
درمیان ہمارے اور درمیان کتاب رسول اللہ کے" ابن عباس نے یہ بھی کہا
ہے کہ "دن پنجشنبہ کا اور کیا دن پنجشنبہ کا مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر
روئے یہانتک کہ آنسو اون کے سنگریزون پر بہ گئے یا اون کے رخسارون پر گویا
موتیون کی لڑی تھی"

روایات بالا کا نتیجہ ان مضامین روایات سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عباس
نے پیغمبرؐ کی حالت وقت طلب کاغذ و دوات کے بیماری کی یا شدت مرض کی
ظاہر کردی ہے لیکن وہ اونکو مختل الحواس یا اونکی حالت ہذیان کی نہین جانتے
تھے اور حضرت عمر نے اور جس کسی نے پیغمبرؐ کے کلام کو ہذیان کی نسبت دی اور جسپر
باہم صحابہ کے جھگڑا ہوا، اوسے سمجھتے تھے جس کے سبب سے امتناع تحریر کتابت
پیغمبرؐ کا ہو گیا۔ چنانچہ ابن عباس نے جو یہ کہا ہے کہ "دن پنجشنبہ کا اور کیا دن
پنجشنبہ کا" اوسکی شرح مین کرمانی نے یہی کہا ہے کہ "وہ تعجب کرتے ہین
اوس دن کے امر عظیم پر اور مکروہ جانتے ہین امتناع کتابت کو"
پیغمبرؐ نے جب اپنی نسبت صحابہ سے یہ سنا کہ وہ بیماری اور درد کی
شدت سے ہجر (ہذیان) کی حالت مین ہین اور صحابہ نے باہم اختلاف اور جھگڑا

کیا۔" اوسپر پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ "چھوڑ دو مجھکو اوس حالتمین کہ جس حالت مین مین ہون اور وہ بہتر ہے اوس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو" یا یہ فرمایا کہ "اوٹھہ جاؤ میرے پاس سے نہین سزاوار ہے میرے پاس جہگڑہ کرنا" اور لوگ اٹھہ کر چلے گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے جو قرطاس و دوات طلب کیا تھا اوس وقت نہ حالت ہذیان کی تھی نہ اختلال حواس کی اس لئے کہ جواب ارشاد پیغمبرؐ کے حضرت عمر اور صحابہ نے جو کچھہ کہا اور جہگڑہ کیا اوس سب کو پیغمبرؐ نے بخوبی سمجھہ لیا اور اوسکے بعد جو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا وہ ویسا ہی عقل و دانش کا ہے جیسا کہ نبیؐ کے لئے ہونا چاہئے تھا۔

صحابہ نے پیغمبرؐ کے آخری ارشاد اٹھکر چلے جانیکو کیون نہ ہذیان سمجھا

حضرت عمر و صحابہ نے جو آخر ارشاد پیغمبرؐ کی تعمیل کی اور اٹھہ کر چلے گئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ بھی پیغمبرؐ کی حالت ہذیان نہین سمجھتے تھے اور ہذیان کا حیلہ محض دفع الوقتی تھی۔

اگر آخری ارشاد کو بھی پیغمبرؐ کے ہذیان سمجھتے اور یہہ جانتے کہ پیغمبرؐ پریشان اور بہکی ہوئی باتین کرتا ہے تو ہرگز آخر ارشاد پیغمبرؐ کی بھی تعمیل نہ کرتے اور اٹھکر نہ چلے جاتے۔ ایسی حالت مین ابن عباس کیسے قائل ہوسکتے تھے کہ پیغمبرؐ کی حالت ہذیان کی ہے جو اونکی تائید کے متعلق واقعات کہین سے بہم پہونچا سکتے جسکے چھوڑ دینے کا الزام ذی علم مصنف عبد اللہ ابن عباس پر لگاتے ہین اور یہہ چاہتے ہین کہ خلاف واقعہ واقعات کا اونکو دکہانا چاہئے تھا۔

ہمارا تعجب حضرت عمر و صحابہ پر

ذی علم مصنف نے ابن عباس پر جو الزام چھوڑ دینے واقعات کا لگایا ہے مجھکو اوسپر اوسقدر تعجب افسوسناک نہین ہے جسقدر حضرت عمر و صحابہ پر کہ وقت طلب کاغذ و دوات کے تو پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت دی اور جہگڑہ کیا جس سے امتناع کتابت رسولؐ کا ہوا اور

بعد اوسکے جو پیغمبرؐ نے ارشاد کیا اوسکو زبان نہ سمجھا۔ مگر یہ وہی مثل ہے کہ "ایک خون کرے اور دوسرا اوسپر خاک ڈالکر چھپا دے"!!

ابن عباس پنجشنبہ کو یاد کرکے کیون رویا کرتے تھے؟

عبد اللہ بن عباس جو دن پنجشنبہ کو یاد کرکے زار و قطار روئے ہین اوسیدن کے روز مصیبت ہونے کا اونکو یقین تھا۔ اور وہ مصیبت کیا تھی؟ امتناع کتابت پیغمبرؐ۔ اور اون کے عندیہ مین وہ امتناع کتابت مصیبت کیون تھی؟ وہ یقین رکھتے تھے کہ تحریراً ابھی خلافت کے لئے پیغمبرؐ علیؑ کے نام کی تصریح اور تعین فرمانیوالے ہین۔ اوس امتناع کتابت سے یہ مصیبت طاری ہوئی کہ خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکل گئی جس خاندان مین کہ ابن عباس تھے۔

شروح شارحین بابتہ کتابت پیغمبر صلعم

شارحین نے اوس کتاب کی جسکا لکھنا پیغمبرؐ چاہتے تھے یہ شرح کی ہے کہ "اوس کتاب مین نص ہوگی اون ائمہ کے لئے جو بعد پیغمبرؐ کے ہونگے" یا نبی نے ارادہ کیا تھا کہ لکھکر تعین کردین کسیکو صحابہ سے واسطے خلافت کے تاکہ نہ واقع ہو جھگڑہ اختلاف بعد پیغمبرؐ کے، اور پہونچاوے اونکو وہ طرف گمراہی کے"!

بہرحال کسی کے لئے اوس کتاب سے نص ہوتی لیکن امت پیغمبرؐ پر امر خلافت کے اختلاف اور نزاع کی (جس سے مذہب اسلام کا تنزل ہوگیا اور وہ اپنے صحیح مرکز پر قائم نہین رہا) مصیبت نہ پڑتی۔ مگر ایک موقع پر خود حضرت عمر فرماتے ہین کہ پیغمبرؐ علیؑ کے نام کی تصریح اوس کتاب مین کرنے والے تھے جسکا ابن عباس کو یقین تھا اور جس کے امتناع کو اونہون نے مصیبت کہا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ "مین اوائل خلافت مین خلیفہ ثانی کے پاس گیا

حضرت عمرؓ کا اقبال کتابت مین علیؑ مرتضیٰ کے نام کی تصریح اور اوس مین اپنی مزاحمت کرنے کی بابتہ

اونہون نے سخت قسم دیکر نسبت علی مرتضیٰؑ کی پوچھا۔ آیا اونکے نفس مین ادعائے خلافت سے کوئی چیز باقی ہے۔؟ مین نے کہا کہ ہان۔ پھر اونہون نے پوچھا کہ وہ گمان کرتے ہین کہ اونکی خلافت پر نص رسول خدا کی ہے؟ مین نے کہا کہ ہان اور اس سے زیادہ مین یہ بھی کہتا ہون کہ مین نے اپنے باپ سے جسکا کہ حضرت علیؑ دعوے کرتے ہین پوچھا تھا اونہون نے بھی اونکی تصدیق کی خلیفہ صاحب نے کہا کہ رسول خدا نے اون کے حق مین کبھی کبھی چند امور کہے ہین کہ وہ نہین ثابت کرتے ہین اور اون سے قطع عذر نہین ہوسکتا ہے وہ صریح نہ تھے اور کبھی اوس محبت کے سبب سے کہ جو اون کے ساتھ رسولخدا کو تھی پیغمبرؐ نے چاہا کہ اون کے حق مین کچھ کہین اور حق سے طرف باطل کے اونکے اب مین میل کر جاہین ۱ اور مرض موت مین چاہا کہ اون کے نام کی تصریح بھی کردین مین نے اون کو روکا بہ سبب محبت اسلام اور شفقت امت کے۔ بحق خانہ کعبہ کہ ہرگز قریش اونپر اتفاق نہ کرتے اور اگر وہ خلافت کو لے لین تو قریش چارون طرف سے اونپر یورش کرینگے۔ پس آنحضرت بہی سمجھے اور جو کچھ کہ اون کے دل مین تھا یعنی تصریح اون کے نام کی نہ کی اور جو کچھ کہ ہونے والا تھا ہوا ۱؎

حضرت عمرؓ کے اقبال سے استدلال

اس روایت سے خود حضرت عمرؓ کے بیان سے وجود واقعۂ طلب قرطاس کا اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے اور یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اپنی اوس کتاب مین جسکو وہ لکھنا چاہتے تھے خلافت کے لئے علیؑ مرتضیٰ کے نام کی تصریح اور اونکا تعین چاہتے تھے اور یہی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ کے فرمان کی تعمیل مین حضرت عمرؓ نے مزاحمت کی جس کے سبب سے تعمیل

۱؎ کتاب مستند از احمد بن ابی طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد۔ ۱۲ منہ

فرمان پیغمبر کی نہین ہو سکتی - اور یہہ بہی علانیہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمداً پیغمبر
کے فرمان کی تعمیل کو روکا اور بذریعہ مزاحمت تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کا اپنے اوسی سخن
کو گردانا کہ جو پیغمبرؐ کے مواجہہ مین اوسوقت کہا تہا کہ "شدت درد کی ہے اور پیغمبرؐ
کو ہذیان ہے اور ہمکو کتاب اللہ کافی ہے" جسپر باہم صحابہ کی جہگڑہ ہوا اون کے
اٹہاوے جانے اور پیغمبرؐ کے پاس سے چلے جانے کی نوبت آئی - اور اون کلمات کا
محض بغرض حیلہ امتناع تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے کہنا اور اونکا اصلی مطابق
واقعہ کے ہنونا خود قول حضرت عمرؓ سے (جو اس روایت مین منقول ہے اور حضرت عمر نے
اپنا دلی منشا ظاہر کیا ہے کہ "پیغمبرؐ سے علی کے امر مین چند امر صادر ہوئے کہ وہ امر
قطع عذر نہین کرتے تہے اور کبہی کبہی بسبب اوس محبت کے جو پیغمبرؐ علی کے ساتھ
رکہتے تہے چاہتے تہے کہ حق سے طرف باطل کے اون کے بیان مین میل کر جائین اور مرض
موت مین چاہا کہ تصریح اون نام کی کردین - مین نے منع کیا اونکو اس بات سے کہ قریش
ہرگز اسپر اتفاق نہ کرینگے") صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ دل مین اون کے جو بات تہی
اوسکو پیغمبرؐ کے سامنے ظاہر نہین کیا اور جو بات کہ دل مین تہی اوس کے خلاف امتناع
تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کے لئے پیغمبر کو نسبت شدت مرض اور ہذیان کی دی جسکا نتیجہ
یہہ ہے کہ حضرت عمر کے دلمین کچہہ اور تہا اور پیغمبرؐ کے سامنے کچہہ اور کہا۔

بنظر اوس تحقیق کے جو مین نے ظاہر کیا یہ امر اچہی طرح قابل اطمینان کے ہے

نتیجۂ استدلال

کہ واقعۂ قرطاس صحیح تہا اور حضرت عمر کی مزاحمت کی سبب
سے تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کی نوبت نہ آئی اور پیغمبرؐ کی نسبت جو ہذیان کا کلمہ کہا گیا
وہ خلاف واقعہ اور مصنوعی تہا اور ابن عباسؓ نے کسی اون واقعات کو نہین چہوڑا
جنسے لوگونکو یہہ خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ہوش مین نہین ہین اور بے ہوشی کی حالت
مین قلم دوات طلب فرما رہے ہین بلکہ کسی ایسے واقعات کا وجود ہی نہین تہا اور

نہ ایسے خیالات کی ابن عباسؓ تائید کرنے والے تھے اور نہ امر ہذیان حضرت عمر یا کسی صحابہ کے دماغی طور پر ذہن میں تھا۔ ایسی حالت میں واقعۂ قرطاس صرف قابل استدلال کے ہے۔

واقعۂ قرطاس کے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری بھی راوی ہیں

یہہ امر کہ صرف حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اس روایت کے راوی ہیں نہ صحیح ہے نہ قابل قدح کے۔

صحیح اس لئے نہیں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے بھی دو طریقہ سے یہ روایت منقول ہوئی ہے "جابر سے حدیث ہے تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگا وقت اپنی موت کے صحیفہ (جس پر کچھ لکھا سکتے) تا آنکہ لکھیں اوسمیں ایک نوشتہ، نہ گمراہ ہوں وہ (صحابہ) بعد اوس (نبیؐ) کے کہا راوی نے پس مخالفت کی اوسپر عمر بن الخطاب نے یہاں تک کہ چھوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس سے" [1]

(۱) "حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا موسے بن داؤد حدثنا ابن لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلعم دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیہا کتاباً لا یضلون بعدہ قال فخالف علیہا عمر بن الخطاب حتے رفضہا"

(۲) "دعی رسول اللہ صلعم بصحیفۃ عند موتہ فاراد ان یکتب لہم کتاباً لا یضلون بعدہ وکثر اللغط وتکلم عمر فرفضہا"

"مانگا رسول اللہ صلعم نے صحیفہ وقت موت اپنی کے اور ارادہ کیا یہ کہ لکھیں واسطے اون (صحابہ) کے کتاب، نہ گمراہ ہوں وہ بعد نبیؐ کے۔ پس بہت ہوگیا غل اور شور، اور کی بات جھگڑے کی حضرت عمر نے اور چھوڑ دیا اوس صحیفہ کو یا بازگشت کی اوس صحیفہ سے" [2]

اگر یہ روایت صرف عبد اللہ بن عباس سے منقول ہوتی تو بھی قابل قدح کے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جزء ثالث مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۳۴۶ مطبوعہ مصر

[2] جمع بین الصحیحین حمیدی مسند جابر بن عبد اللہ انصاری حدیث سادس متفق علیہ از افراد مسلم ۱۲

صرف عبد اللہ بن عباس کے راوی قصہ قرطاس ہونے کی دیگر دلیل اول

اس لئے نہین ہتی کہ - ذہبی علم مصنف نے یہ ظاہر کیا ہے کہ " اس واقعہ کیوقت کثرت سے صحابہ موجود تھے " لیکن اون کی تعداد اور نام دلستان نہین بیان کیا تا کہ معلوم ہو جاتا کہ کثرت کسقدر صحابہ کی ہتی اور کون کون صحابی اوس وقت اوسوقت موجود تہے ؟

لیکن اصلی بات یہ ہے کہ کتابون مین تعداد صحابہ اور نام کل صحابہ حاضرین کے مذکور نہین ہین -

دوسری دلیل

کسی واقعہ کے بیان کرنے کی ضرورت اوسی شخص کو ہوتی ہے کہ جسکو اس کے بیان کرنے کی احتیاج ہو - عبد اللہ بن عباس سے جو بہت سے طریقون سے یہ واقعہ مروی ہے اوسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عباس کو اس واقعہ کی بیان کرنے کی ضرورت تہی دیگر صحابہ کو جنہون نے حضرت ابو بکر کی خلافت کو بتائید اور حمایت اور مرضی حضرت عمر کے بیعت کر کے قبول کر لیا تہا وہ اس واقعہ کو کسطرح سے ظاہر نہین کر سکتے تہے کہ واقعہ قرطاس واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کو باطل کرنے والا تہا اور اسیوجہہ سے کسیوقت تک اپنی زندگی مین وہ صحابہ اسواقعہ کو روایت نہین کر سکتے تھے کہ اوسکا بیان اون کے حقمین ضرر پہونچانے والا تہا -

تیسری دلیل

روایتون مین جسطور سے یہ واقعہ منقول ہوا ہے قرینہ یہ چاہتا ہے کہ یہ واقعہ پیغمبر کے اندر گہر کے حجرہ بی بی عائشہ مین وقوع مین آیا ہے - حجرہ کی کی وسعت پر اور اس امر پر کہ وہ زنانخانہ پیغمبر کا تہا نظر کر کے بخوبی اندازہ اسبات کا ہو سکتا ہے کہ کسقدر کثرت سے صحابہ موجود تہے اور کون کون صحابہ قابلیت اہلی رکھتے تھے کہ ایسے حجرہ مین داخل ہو سکیں ! -

عبد اللہ بن عباس کی کمسنی کی حقیقت

یہ امر کہ عبد اللہ بن عباس کی عمر اس

وقت کل تیرہ چودہ برس کی تہی قابل اعتراض لائق مصنف کے نہین ہو سکتا۔ یہہ ظاہر ہے کہ بارہ برس کے سن کا لڑکا گرم ملک مین خاندان بنی ہاشم کا کہ جس گھر مین امارت چلی آتی تہی بالغ اور جوان قبول کیا جا سکتا ہے اور تیرہ چودہ برس کی عمر مین اونکی حالت کسیطرح قابل اسکے تصور نہین کیجا سکتی کہ اون کے بیان پر کوئی شبہ ہو سکے اور اکثر کم سن لڑکون کی خصوص حسنین علیہم السلام سے روایات اور احادیث پیغمبرؐ اہل سنت کے یہان لیگئی ہین اور مستند مانی گئی ہین۔

یہ امر کہ عبد اللہ بن عباس خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے مانا جانا بہت دشوار ہے۔

عبد اللہ بن عباس کے واقعہ کے وقت موجود نہ ہونے کی حقیقت

خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ بخاری کے باب کتابۃ العلم مین جو حدیث مذکور ہے اوس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس اسواقعہ مین موجود نہ تھے اور محدثین نے جو اسپر بحث کر کے یہ رائے دی ہے کہ وہ موجود نہ تھے یہہ رائے کسیطرح قطعی نہین سمجھی جا سکتی۔

عبد اللہ ابن عباس کا کہ قریب قرابتدار رسولؐ کے تھے اوس گھر مین اور اوس موقع پر موجود ہونا نہایت قرین قیاس ہے۔

کتب اہل سنت مین بہت احادیث پیغمبرؐ ایسی موجود ہین کہ جس مین وقت پر حاضر ہونا راوی کا روایت مین درج نہین ہے اور ایسی تمام روایات قبول کی گئی ہین۔ ایسی حالت مین اگر ابن عباس کا موجود ہونا روایت مین مذکور نہو تو اس سے کچہ قدح روایت پر نہین ہو سکتی۔

اگر فرض کیا جائے کہ عبد اللہ ابن عباس وقت واقعہ کے موجود نہ تھے

تو مجبر او ن کا موجود ہنونا مانع اسکا ہنین ہو سکتا کہ جو واقعہ تحقیقی اونہون نی بیان کیا ہے وہ مستند نہ مانا جاوے

یہہ واقعہ ایک بڑا عظیم الشان واقعہ ہے جیسا کہ مصنف نے قبول کیا ہے اور جسکی نسبت یقین ہے کہ اوسوقت اوسکی عام شہرت اور شیوع ہیجانی کے ساتھ ہو گیا تہا۔ اوس جلسہ مین جیسا کہ حضرت عمر کا موجود ہونا تحقیقی ہے ویسے ہی علی مرتضے کا۔ اور یہہ بہی ظاہر ہے کہ بہت کچہہ علی مرتضے سے عبد اللہ بن عباس نے ہر ایک چیز کا علم حاصل کیا ہے۔

خاندانی واقعات کا اہل خاندان کو گو وہ بوقت وقوع کسی واقعہ کے موجود ہنون صحیح علم ہوتا ہے۔ یہہ واقعہ ابن عباس کا خاندانی واقعہ ہے اگر وقت وقوع واقعہ کے وہ موجود بہی ہنون تو بلحاظ اون امور کے جو بیان کئے گئے علم اس واقعہ کا عبد اللہ ابن عباس کو یقینی زیادہ اوس سے ہو گیا تھا کہ اگر اون کی موجودگی مین وہ واقعہ ظہور مین آتا اور اون کو اسکا علم ہوتا۔

خاندانی واقعات اہل خاندان سے گو وہ وقت وقوع واقعہ کے موجود ہنون اسیطرح سے قبول کئے جاتے ہین جسطرح کہ وہ بیان کرین۔

ایک فرضی مثال مثلاً فرض کرو کہ پیغمبر ایک وقت گھر مین موجود ہنون اور کوئی واقعہ اون کے گھر مین پیش آئے اور پیغمبر جب گہر مین آوین اور اون کو وہ واقعہ معلوم ہو اور اوس واقعہ کو صحیح قبول کرکے باہر آکر صحابہ سے یہ فرماتی کہ میرے گہر مین ایسا واقعہ ہوا تو کیا صحابہ یہہ کہہ سکتے کہ آپ وقت وقوع واقعہ کے موجود نہ تہے اس لئے آپکا بیان قابل سند کے ہنین ہے۔

فرضی مثال کی حقیقی نظیر اس مثال کو فرضی ہنین سمجھنا چاہئے بلکہ متعدد روایات مین ایسے واقعات ملین گے یہان تک کہ بی بی عائشہ سے صحیح بخاری مین

یہہ روایت منقول ہے کہ ''پس غضبناک ہوئین فاطمہ اور بات نہ کی یہان تک کہ مر گئین''
''فغضبت فاطمہ ولم تتکلم حتی ماتت''

اور یہہ روایت صحیح مانی گئی ہے حالانکہ بی بی عائشہ نہ اوس وقت موجود تہین کہ جب فاطمہؑ حضرت ابوبکر سے ناخوش ہوئین، نہ اوس وقت موجود تہین جب حضرت ابوبکر سے حضرت فاطمہؑ نے کلام نہین کیا، نہ اوس وقت موجود تہین کہ جب حضرت فاطمہ مرین مگر یہہ تمام واقعات اس لئے صحیح مانے جاتے ہین کہ بی بی عائشہ کے خاندان کے متعلق ہین اور اون کے عہد زندگی مین گذرے ہین گو وقت وقوع واقعات کے وہ موجود نہین

فن درایت کا ایک مسلمہ اصول

بنظر اسی قسم کے واقعات کے فن درایت مین قبول کیا گیا ہے کہ ''اگر کسی کو کسی واقعہ کا علم عینی نہو مگر وقوع واقعہ اوس شخص کے عہد مین ہوا ہو تو اوس واقعہ کو اوس شخص کا بیان کرنا بمنزلہ اسی کے صحیح مانا جائیگا کہ اوس شخص کو اوس واقعہ کا علم عینی ہے''

ایسی حالتین جو قدح ابن عباس کی بیان پر ذی علم مصنف نے کی ہی اہل تحقیق کی نگاہ مین مطلق اوسکی وقعت نہین ہوسکتی اور یہہ امر قابل دیکھنے کے تہا واقعہ قرطاس کا واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ پر کیا اثر پڑتا ہی- ذی علم مصنف نے واقعہ قرطاس کی اخیر مین جہان یہہ ظاہر کیا ہی کہ ''

حضرت ابوبکر بگمان صحت پیغمبرؐ اپنے گہر واپس گئے

عین وفات کے دن آپ کی حالت اسقدر سنبہل گئی تہی کہ لوگون کو بالکل صحت کا گمان ہوگیا''

اوسی کے ساتہہ یہ بہی کہتے ہین کہ ''اور حضرت ابوبکر اسی خیال سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تہا واپس چلے گئے'' مگر مجہکو افسوس ہے کہ ذی علم مصنف کو زمانہ نے اس امر کے لکہنے کا موقع دیا کہ ''حضرت ابوبکر اسی خیال (گمان صحت پیغمبرؐ) سے اپنے مکان کو جو مدینہ منورہ سے دو میل پر تہا واپس چلے

گئے ‘‘ لیکن اس تحریر کا موقع ذی علم مصنف کو زمانہ نے نہ دیا کہ ’’ حضرت ابوبکر بگمان صحت پیغمبرؐ کے مدینہ سورہ کے باہر جا کر شامل لشکر اسامہ کے ہو گئے ‘‘ یا حضرت ابوبکر کے دلی خیال کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ وہ باوصف سخت تاکید پیغمبرؐ کے شامل لشکر اسامہ کے نہوسے اور اپنے گھر جا کر مورد تخلف جیش اسامہ ہو گئے۔

وفات پیغمبرؐ کے وقت حضرت عمرؓ کی ازخود رفتگی پر مصنف کا قیاس

ذی علم مصنف وفات پیغمبرؐ سے جماعت اسلام کو بے اندازہ صدمہ ہونے کے ذکر کے وقت بنظر عام روایت حضرت عمر کی النسبت یہ کہتے ہیں کہ ’’ حضرت عمر اسقدر ازخود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہہ کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اوسکو قتل کر ڈالونگا ‘‘ لیکن ذی علم مصنف اس روایت کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں کہ ’’ اور قراین اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا اسی واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کر لی ہے لیکن مشکل یہہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہو سکتیں ‘‘

حضرت عمر کی ازخود رفتگی مخالف تعلیم پیغمبرؐ تھی

حضرت عمر کا جو حالت اس روایت میں بیان کی گئی ہے اوس سے یہہ الزام حضرت عمر پر ضرور عائد ہوتا ہے کہ اونپر پیغمبرؐ کی صحبت اور تعلیم کا مطلق اثر نہیں ہوا تہا اور باوصف اس کے کہ وقت طلب قرطاس کے جو اونہوں نے فرمایا کہ ’’ ہمارے لئے کتاب خدا بس ہے ‘‘ اوسکے معنی بہی خوب حل ہوتے ہیں کہ قرآن میں تو خدا فرماتا ہے ’’ اور نہیں ہے محمدؐ الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کم ہے محمدؐ مگر رسول بالتحقیق کہ گذر گئے ہیں پہلے

افائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم ؕ } اوس سے بہت رسول پہر کیا اگر مر جاے یا قتل ہو جائے پہر جاؤگے تم اولٹے پاؤں ؕ اور خلاف اس کے حضرت عمر موت پیغمبر کے قائل نہ ہوکر یہ اعلان کرین کہ وہ جو شخص یہہ کہیگا کہ آنحضرت نے وفات پائی اوسکو قتل کر ڈالونگا ؕ

حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ پیغمبر کی وفات کے قائل کو قتل کر ڈالونگا، ایک معمولی بات ہے وہ ہمیشہ ناواجب قتل پر آستینیں چڑھاکر ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن پیغمبر کی موت کا قائل نہ ہونا اونکا اور پیغمبر کو قابل موت نہ جاننا خلاف آیۃ قرآنی کے، اوس امر کا مورد بناتا ہے کہ جو آخر آیۃ میں ارشاد خداوندی ہے۔

حضرت عمر کی از خود رفتگی پر قیاس مصنف کی حقیقت

اسی قسم کے الزامات سے بچانے کے لئے مصنف قیاس اور قرائن سے اوس اعلان حضرت عمر کو اپنی طبع زاد ایک نئی پالیسی حضرت عمر کی قرار دیتے ہین کہ وہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا ؕ

ہم بڑی خوشی سے ذی علم مصنف کی اس نکتہ سنجی سے اتفاق کر سکتے ہین اور اس قرینہ سے قطعی متفق ہین کہ وہ مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تہا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر تہا ؕ مگر ذی علم مصنف نے اس موقع پر یہ خیال نہین فرمایا کہ وہ منافق کسکو کہتے ہین؟ اور تعریف نفاق کی کیا ہے؟

ہمکو تو اسوقت تک شناخت منافق کی اور پہچان نفاق کی یہی معلوم ہے کہ دل مین کچہہ ہو اور زبان پر کچہہ۔ جو کچہہ دل مین ہو اوس کے خلاف زبان پر ہو۔ مگر ہم اس قیاس اور قرینہ ذی علم مصنف کی کہ وہ مصلحتاً حضرت عمر نے اس

خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا"۔ مادت حضرت عمر سے تابعد کر سکتے ہین کہ اوہون نے وقت طلب قرطاس کے بہی ایسی پالیسی اختیار کی تہی کہ دلی منشا رنواونکا یہ تہا "کہ خلافت کے لئے پیغمبر علی کے نام کی تصریح نکرنے پائین"۔

اور جسکا اوہون نے اپنے اوائل خلافت مین حضرت ابن عباسؓ سے اقبال کیا ہے۔ اسکے خلاف بظاہر یہ کلمہ کہکر کہ "شدت درد سے پیغمبر کو ہذیان ہے" تعمیل ارشاد پیغمبر کو روکا۔ ایسے ہی بعد وفات پیغمبر بہی ضرور حضرت عمر نے بہ خیال اسکے کہ "مدینہ مین کثرت سے منافقین کا گروہ موجود ہے جو فتنہ برداز کے لئے آنحضرت کی وفات کا منتظر ہے" مصلحتاً اس خبر کے پہیلنے کو روکا ہوگا۔

مگر خود ذی علم مصنف اسی قسم کی مشکل پیش آتی ہے کہ "صحیح بخاری وغیرہ مین اس قسم کی تصریحات موجود ہین جو اون کے قیاس کے مطابق نہین ہوسکتین" خود اپنی رائے کو بے وقعت کرکے چاہتے ہین کہ پبلک اوسکو منظور کرے اور ایسی حالت مین نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حالت حضرت عمر کی جو روایت مین درج ہی افسوس ہے کہ قبول ہو کر اون الزامات سے جو اونپر عائد ہوتے ہین وہ بری نہین ہوسکتے اور ذی علم مصنف کی جانکاہی رائگان جاتی ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ، حضرت ابوبکر کی نظر فت اور حضرت عمر کا اختلاف

ذی علم مصنف قصہ سقیفہ بنی ساعدہ یون شروع کرتے ہین کہ "یہ واقعہ بظاہر تعجب سے خالی نہین کہ جب آنحضرت صلعم	حضرات شیخین کے پیغمبر کو بلا دفن وکفن چہوڑ کر سقیفہ چلے جانے پر مصنف کے استعجاب کی مفصل حقیقت

نے انتقال فرمایا تو فوراً خلافت کی نزاع پیدا ہوگئی اور اسبات کا بہی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کی تجہیز وتکفین سے فراغت حاصل کرلی جائے، کس کے قیاس مین آسکتا ہے کہ رسول اللہ انتقال فرمائین

اور جن لوگون کو اون کے عشق و محبت کا دعوے ہو وہ اون کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جاوین اور اس بند و بست مین مصروف ہون کہ سند حکومت اوروں کے قبضہ مین نہ آجائے؟

لیکن اس واقعہ پر تعجب اپنی حد پر ختم نہین ہوتا بلکہ وہ یہہ خبر دیتا ہی کہ انصار ہون یا مہاجران سبکو دعوائے عشق و محبت کا رسول سے تہا جب قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کے وہ اپنے اپنے لئے حصول سند حکومت کے واسطے مصروف ہو گئے تو در حقیقت ایسے لوگون کا دعوائے عشق و محبت کا محض دعوے ہی دعوے تہا اور پیغمبرؐ سے اظہار عشق و محبت کا صرف بغرض حصول سند حکومت کے اور کچھہ نہین سمجہا جاسکتا۔

حضرات شیخینؓ کے مہر و ماہ آسمان اسلام ہونیکی ماہیت	پہر ذی علم مصنف کو تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگون سے (حضرت ابوبکر و عمر)

سی سرزد ہوا جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہین لیکن آسمان اسلام کے مہر و ماہ اوسوقت تسلیم کئے جاسکتے ہین جب اسلام کے قیام اور اوسکے شیوع مین بعد پیغمبرؐ کارنمایان کرکے اپنے چہرون کو تابندہ کیا ہو البتہ سیر اوج جو آسمان تک پہنچے جاتے ہین وہ تخت خلافت پر قدم پہونچ جانے کے سبب سے ہین مگر ذی علم مصنف یہ سچ کہتے ہین کہ اس فعل کی ناگواری اوسوقت اور زیادہ نمایان ہوجاتی ہے جب یہہ دیکہا جاتا ہے کہ جن لوگون کو آنحضرتؐ سے فطری تعلق تہا یعنی حضرت علی اور خاندان بنی ہاشم اونپر فطرتی تعلق کا پورا اثر ہوا اور اسوجہہ سے اونکو آنحضرتؐ کے درد و غم اور تجہیز و تکفین سے ان باتون کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی۔

ساتھہ ہی اسکے ذی علم مصنف یہ امر تسلیم کرکے کہ کتب حدیث

وسیر سے بظاہر اس قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے" یہ کہتے ہیں کہ "لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے" مگر حقیقت دکھانے سے پہلے وہ قبول کرتے ہیں کہ "یہ سچ ہے کہ حضرت عمر (وابوبکر وغیرہ) آنحضرت کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے۔ یہہ بھی سچ ہے کہ اونہوں نے سقیفہ مین پہونچکر خلافت کے باب مین انصار سے معرکہ آرائی کی اور اسطرح ان کوششوں مین مصروف رہے کہ گویا اون پر کوئی حادثہ پیش ہی نہین آیا تھا۔ یہہ بھی سچ ہے کہ اونہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بھی بزور منوانا چاہا گو بنو ہاشم نے آسانی سے اونکی خلافت تسلیم نہین کی" اس کہنے کے بعد اس بحث مین غور طلب باتین قرار دیتے ہین۔

بحث سقیفہ مین مصنف کی چار غور طلب باتین۔

(۱) "کیا خلافت کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چھیڑا تھا؟"

(۲) "کیا یہہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تھے؟"

(۳) "کیا حضرت علی اور بنو ہاشم خلافت کی فکر سے بالکل فارغ تھے؟"

(۴) "ایسی حالت مین جو کچھہ حضرت عمر وغیرہ نے کیا وہ کرنا چاہیے تھا یا نہین؟"

پہلی دو بحثون کے متعلق روایت۔ ذی علم مصنف پہلی دو بحثون کی نسبت یہہ روایت لکھتے ہین "حضرت عمر کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ کے خانہ مبارک مین بیٹھے تھے کہ دفعتاً دیوار کے پیچھے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ ابن الخطاب (حضرت عمر) ذرا باہر آؤ۔ مین نے کہا کہ چلو ہٹو ہم آنحضرت کے بندوبست مین مشغول ہین، اوس نے کہا ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین اکھٹے ہوئے ہین، اس لئے جلد پہونچکر اونکی خبر لو ایسا نہو کہ انصار کچھہ ایسی بات کر بیٹھین جس سے لڑائی چھڑ جائے اوس وقت مین نے ابوبکر سے کہا کہ چلو"

حضرت عمر وغیرہ کے خلافت کی بحث کو نہ چھیڑنے کی حقیقت

پھر ذی علم مصنف اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ "نہ حضرت عمر وغیرہ نے خلافت کی بحث کو چھیڑا تھا نہ وہ اپنی خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو جانا چاہتے تھے"
لیکن اس امر کے ظاہر ہونے سے کہ اس وقت حضرت عمر نے خلافت کی بحث کو نہیں چھیڑا یا اپنی خواہش اور خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو نہیں چلے گئے بلکہ وہ اس حالتمیں حضرت ابو بکر کو ساتھ لیکر گئے ہیں کہ جب اونکو خاص طور پر خبر ملی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہوئے ہیں اور ایسی بات کر ڈالنا چاہتے ہیں جس سے لڑائی چھڑ جاوے، وہ الزام رفع نہیں ہو سکتا کہ "وہ پیغمبر کو بغیر غسل وکفن ودفن کئے چھوڑ کر امر خلافت میں دخل دینے کے لئے اور اپنے واسطے امر خلافت حاصل کرنے کے لئے چلے گئے"

جو روایت ذی علم مصنف نے نقل کی ہے اوس سے ظاہر ہے کہ جس وقت کسی شخص نے دیوار کے پیچھے آکر اطلاع کی ہے اوس وقت حضرت عمر خانہ پیغمبر میں تھے اور پیغمبر وفات پا چکے تھے اوسوقت، کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ علے مرتضٰے اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے بھی اوسی جگہہ موجود تھے اور اونہوں نے بھی وہی اطلاع پائی جو حضرت عمر نے پائی۔

کیا وجہہ ہوئی کہ علے مرتضٰے اور حضرت عباس اور اون کے بیٹے وہی خبر سنکر نہ گئے جس کو حضرت عمر و ابو بکر سنکر چلے گئے؟

کیا پیغمبر یہ فرما گئے تھے کہ بعد وفات میرے قبل تجہیز وتکفین کے امر خلافت کی نسبت کوئی جھگڑا پیش ہو تو اوس کے طے کرانے کے لئے حضرات ابو بکر و عمر چلے جائیں۔ نہیں ان حضرات کا اس خبر کو سنکر چلا جانا اور علے مرتضٰے و حضرت عباس اور اونکے بیٹے کا نہ جانا اسبات کی خبر دیتا ہے کہ حضرت عمر و ابو بکر منتظر

اس موقع کے تھے کہ امر خلافت کے متعلق کوئی بحث شروع ہو اور اوس کو ہم اپنی مرضی کے موافق طے کر لین۔

حضرت عمر کے دل مین قطعی یہہ بات تھی کہ علے مرتضےٰ خلیفہ ہونے پائین اور خلافت خاندان رسولؐ مین نہ رہنے پائے جیسا کہ اون کے متعدد اقوال سے جو کتب تواریخ و سیر مین منقول ہین صاف ظاہر ہوتا ہے۔ (صفحہ ۸۷ کتاب ہذا

جب اونہون نے خبر سقیفہ بنی ساعدہ کی سنی کہ انصار جمع ہو کر ایسی بات کو اوٹہانا چاہتے ہین جس سے لڑائی چھڑ جائے اوسیوقت وہ سمجھ گئے کہ انصار اپنے حق مین امر خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہین اور اونہون نے خلافت کے تخت کی طرف کو قدم بڑہایا ہے جسکا یہہ نتیجہ ہونیوالا ہے کہ خلافت خاندان رسالت سے نکل جائے اور علے مرتضےٰ خلیفہ ہونے پائین تو حضرت عمر کو ایسے مقام پر جانے سے کوئی عمدہ موقع نہین ہو سکتا تہا اور اون کی صرف اسقدر ضرورت باقی رہی تھی کہ انصار سے ایک قدم آگے بڑھ جائین یعنی اپنی ترجیح انصار پر ظاہر کر کے خلافت لے لین۔

اس روایت مین یہ امر بہی قابل غور ہے کہ انصار کے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہونے کی جو خبر دیگئی وہ خبر دینے والے نے بالتخصیص حضرت عمر کو دی ہی اور اونہین کا نام لیکر پکار کے کہا ہے کہ ”باہر آؤ“ جس سے اشعار اسبات کا ہوتا ہے کہ امر خلافت مین نزاع کے چھڑ جانے کے متعلق پہلے سے کوئی منصوبہ اونہون نے کر رکھا تھا یا انکو امر خلافت مین نزاع کے چھڑ جانے کا فوراً بعد وفات پیغمبرؐ کے یقین تہا۔ اور اونہون نے اپنا مخبر لگا رکھا تہا کہ جس وقت اوس منصوبہ اور نزاع امر خلافت کے متعلق کوئی مجمع ہو تو فوراً انکو خبر پہونچائی جائے گو وہ کسی جگہہ اور کسی حال مین ہون۔

اس اشعار کا یہ نتیجہ ہے کہ خود حضرت عمر کی فکر سے امر خلافت کا جھگڑہ شروع ہوا اور خلافت کے سوال کے چھیڑنے کے اصل بانی وہی تھے۔

حضرات شیخین کی پیغمبرؐ سے سچی محبت و عشق کی حقیقت

حضرت عمر و حضرت ابو بکر کو اگر اون کو سچا عشق اور محبت پیغمبرؐ سے تھی تو باوجود سننے اس خبر کے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں بغیر گور و کفن پیغمبر کو جانا نہیں چاہئے تھا اور کچھہ پرواہ نہیں کرنی چاہئے تھی کہ انصار کیا کرنا چاہتے ہیں اور سمجھہ لینا چاہئے تھا کہ بغیر شرکت بنی ہاشم اور مہاجرین جو کچھہ وہ کرینگے وہ نہ جائز ہوگا نہ چل سکیگا۔ اور

اگر اون کے دل میں یہی تھا کہ انصار امر خلافت کے متعلق جو کچھہ کریں گے وہی قائم ہو جاوے گا تو اسکا بھی کچھہ مضائقہ نہیں تھا۔ جن لوگوں کے نزدیک کہ پیغمبرؐ ظاہرا کسی کے لئے استخلاف نہیں کر گئے تھے یا اون کو اپنا قائم مقام نہیں بنا گئے تھے یا استخلاف و قائم مقامی کے لئے کوئی امر صریح نہیں فرما گئے تھے جس سے قطع عذر ہو سکے اون لوگوں کے نزدیک بعد پیغمبرؐ کے سوا یہ تھا کہ کوئی شخص خلیفہ قرار دیدیا جائے۔

اگر مہاجرین کو سوائے اون کے جو نسلی قرابت پیغمبرؐ سے رکھتے تھے شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہ ہجرت کے تھا تو انصار کو بھی شرف حمایت پیغمبرؐ کا بوجہ نصرت کے تھا۔

قرآن میں مہاجر و انصار کی منزلت یا مذلت بدرجہ مساوی بیان کی گئی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو بمقابلہ مہاجرین کے جنمیں سے علی مرتضےٰ اور دیگر بنی ہاشم کو مثل حضرت امیر حمزہ و جعفر طیار کے الگ رکھنا چاہئے انصار نے وہ نصرت پیغمبرؐ کی کی ہے کہ جس کے سبب سے مذہب اسلام قائم

وشائع ہوا اور مسلمانون کی سلطنت قائم ہوگئی۔

ایسی حالت مین اگر انصار اپنے مین سے کسی کو جیسا کہ وہ سعد بن عبادہ کو امیر و خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے تو اوسمین مضائقہ کرنے کی کون بات تہی۔؟ چنانچہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ قرب وفات مین خلیفہ مقرر کرنے کے لئے انصار مین سے ہی سالم مولے ابو حذیفہ اور معاذ بن جبل کو یاد کیا ہے اونکے فضایل بیان کئے ہین - یہ ظاہر ہے کہ اوسوقت سعد بن عبادہ کے امیر قبول کرنے اور ان کے ہاتہہ پر بیعت کرنے والون کی تعداد اوس تعداد سے بہت زیادہ ہوتی جو اوسوقت حضرت ابو بکر کے خلیفہ قبول کرنے اور اون کے ہاتہہ پر بیعت کرنے والون کی تعداد ہتی کہ جو دو یا تین سے زیادہ نہین ہے اور جیسے کہ بعد کو تدبیرون سے آہستہ آہستہ حضرت ابو بکر کی امارت قبول کرنے والون اور اون کے ہاتہہ پر بیعت کرنیوالون کی تعداد بڑھائی گئی ویسے ہی مہاجرین سعد بن عبادہ کی امارت کو قبول کر لیتے مگر حضرت عمر و ابو بکر جو اجتماع انصار کی خبر سنکر سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس نیت اور کس ارادہ سے گئے تہے اور وہان جاکر جو اونہون نے سعد بن عبادہ کے امیر اور خلیفہ ہونے مین مزاحمت کی اور اپنے آپکو خلیفہ قرار دیا اسی سے اونکی خواہش و غرض ظاہر ہوتی ہے وہ خواہش و غرض جس نے کہ پیغمبرؐ کو بے گور و کفن چہوڑنے پر امادہ کیا تہا اور حصول خلافت کو پیغمبرؐ کی گور و کفن چہوڑنے پر مقدم رکہا تہا۔

اگر حضرت عمر و ابو بکر کی نیت سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کی بغیر غرض ذاتی کی خالصۃً للہ محض واسطے نفع مذہب اسلام اور مسلمانون کے ہتی تو حضرت عمر کو چاہیے تہا کہ جیسا اونہون نے حضرت ابو بکر سے کہا تہا کہ ''چلو'' ویسا ہی حضرت علی سے کہتے کہ ''چلو'' اور ایسے ہی حضرت ابو بکر کو نہین چاہیے تہا

کہ وہ بمجرد کہنے حضرت عمر کے بلا پس و پیش کسی امر کے اون کے ساتھہ ہو لیتے
بلکہ اونکو چاہیے تہا کہ وہ حضرت عمر کو صلاح دیتے کہ علی کو بہی ساتھہ لیچلو۔ اور خود
بہی علی سے کہتے کہ تمہارا ساتھہ چلنا بہت ضروری ہے کہ تم مہاجر اور انصار سب
پر افضل ہو جیسا کہ دیگر موقعونپر حضرت ابو بکر نے حضرت علی کی نسبت کہلا ہے یا
حضرت عمر نے بارہا فرمایا ہے کہ "لولا علی لہلک عمر" لیکن حضرت عمر نہ حضرت ابو بکر
علی سے اپنے ہمراہ لے چلنے کو کہہ سکتے تھے اور نہ علی کو اپنے ہمراہ لے جا سکتے تہی۔
وہ سمجہتے تہے کہ اگر علی اوس مجمع مین شریک ہون گے تو ہماری غرض ہرگز پوری نہوگی
حضرت عمر و ابو بکر کو اس سے بہتر موقع نہین مل سکتا تہا کہ جہان بحث خلافت
کی برپا ہو اور علی وہان موجود نہون۔

اسوجہہ سے حضرت عمر اور حضرت ابو بکر سقیفہ بنی ساعدہ مین بمجرد
سننے خبر اپنے مخبر سے بغیر کسی پس و پیش اور بغیر علی سے کچہہ کہے اور بغیر علی
کو ساتہہ لئے چلے گئے۔ ایسے ہی موقع پر اور ایسی صورت مین اونکو اپنے مقصد مین
کامیابی کا یقین تہا اور اسکے خلاف پر عمل سے یعنی نہ چلے جانے پر یا علی کو ساتہہ
لیجانے پر سخت اندیشہ اپنی ناکامی کا تہا ایسی حالت مین گو حضرت عمر و
ابو بکر نے خلافت کی بحث کو اوس وقت بظاہر اپنی طرف سے نہ چہیڑا ہو اور
خود بخود سقیفہ بنی ساعدہ کو نہ چلا جانا دکہایا لیکن اون کا شریک ہونا
قصۂ سقیفہ بنی ساعدہ مین اور جس حیثیت سے کہ وہ شریک ہوئے بدتر
اوس سے ہے کہ جو خود وہ علانیہ بادی اس بحث کے ہوتے۔ یا خوشی سے سقیفہ
بنی ساعدہ کو چلے جاتے۔

قبل گور و کفن پیغمبرؐ کے امر خلافت کو طے کرنے کے لئے جو انصار
سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے تو اونہون نے کیا اچہا کہا جو اون کی اجر سنکر

اوسی مجمع کے شریک ہونے والے اچھے سمجھے جائین - گو یہ مہاجر انصار سے اِس امر مین مخالف تہے کہ کون خلیفہ اور امیر ہو لیکن یہ مہاجر و انصار اِس امر مین متفق تہے کہ امر خلافت خاندان رسالت مین نہ رہے اِس لئے طعن سے جیسے کہ انصار نہین بچ سکتے ہین ویسے ہی مہاجر۔

حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکر کا پیغمبرؐ کو بغیر غسل و کفن چھوڑ کر ہرگز چلا جانا نہین چاہئے تہا گو کیسی ہی خبر اونکو ملی تہی اور گو اونکے نزدیک کیسی ہی ضرورت پیش آئی تہی ضرورت پیغمبرؐ کے کفن و دفن کی ہر ضرورت پر مقدم

جسم اور جان پیغمبرؐ دونون رسولؐ ہوتی ہین

تہی - جان اور جسم دونون رسول ہوتے ہین - جان محمدؐ کو بہی روح رسول کہتے تہے اور جسم محمدؐ کو بہی جسم پیغمبرؐ کہتے تھے - روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تہی اوسوقت بہی پیغمبرؐ کو چھوڑنا نہین چاہئے تہا اور جب روح پیغمبرؐ جسم رسول مین نہین تہی اوسوقت جسم پیغمبرؐ کو بہی چھوڑنا نہین چاہئے تہا۔

جسم پیغمبرؐ کو بلا دفن و کفن چھوڑ جانے والون پر ایک آیۂ قرآنی کا انطباق۔

قبل دفن پیغمبرؐ کے جسم کو اوسکے اہلبیت کے سپرد کر کے جسمین ایک مرد ایک عورت دو بچے تہے چھوڑ کر واسطے طے کرنے معاملہ خلافت کے اپنے حقمین چلے جانے سے مصداق اِس آیۂ کا ہونا پڑتا ہے "اور "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم" نہین ہے محمدؐ مگر رسول، تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اوس سے بہت رسولؐ پہر کیا اگر پیغمبرؐ مرجاوے، یا قتل ہو جائے، پہر جاوگے تم اولٹے پاؤن "

مراد اولٹے پاؤن پہر جانے سے اِس موقع پر یہی ہوسکتی ہی کہ زمانہ جاہلیت مین جو قبائل عرب کی یہہ خصلت تہی کہ طلب جاہ و دولت مفاخرہ منافرت یعنی فضیلت پر برسون جنگ قائم رکہتے تھے

جسکو پیغمبر نے شاکر دیا اہل عرب کی اصلاح کی تہی اوسی مصیبت کی طرف پہر جاؤ یعنی جب پیغمبر قتل ہوجائیگا یا مرجائیگا تو نصلت جلب جاہ و دولت پر عود کر جاؤگے - اور یہ بہی مراد ہوسکتی ہے کہ دین اسلام مین جو اصول امر خلافت اور غیر امر خلافت تمام اخلاق سے متعلق ہین اون سے پلٹ جاوے

بموجب مسئلہ شریعت اشخاص موجودہ کو دفن میت تک موجود رہنا چاہیئے

بموجب اُن قواعد کے جو شریعت مین قرار پائے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ پر حاضر ہو لازم گردانا گیا ہے کہ وہ دفن تک شریک رہے اور اگر کوئی ضرورت شدید تر اوسکو پیش آوے تو باجازت اوسکے وارث کے کہین اور جا سکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر نے پیغمبر کے جنازے کو ایک مسلمان کے جنازے کے برابر بہی نہ جانا اور بغیر رخصت علے مرتضٰے کے جو وارث اور متولی جنازہ رسولؐ تک کے تھے یہہ دونون حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے - اونکو جس حیثیت سے کہ چلے گئے چلاجانا ہرگز لازم نہین تہا جسمین وہ ترک واجب کے عامل ہوئے -

آنریبل حاجی محمد اسمعیل خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڈھ اپنی کتاب "فلاح دارین" کے صفحہ ۹۵ مین "میت کے ساتھہ ہمدردی" کے عنوان سے یہ تحریر فرماتے ہین "انسان جبتک زندہ رہتاہے ہر ایک اسکی خاطر اسکا لحاظ کرتا ہے اس سے نفع ملنے کا موقع رہتاہے پس جب کوئی آدمی مرجائے تو شرافت اور انسانیت یہ ہے کہ اوسکو بیکار تودہ خاک نہ سمجہہ لیا جائے بلکہ اوسکے ساتھہ اب بہی کچہہ ہمدردی کرے، یعنی اوسکی تجہیز و تکفین، اور آخری خدمت یعنی نماز جنازہ اور تدفین مین بہی ضرور شریک ہو - شرعاً نماز جنازہ کی شرکت فرض کفایہ ہے یعنی اگر کوئی بہی نماز مین شریک ہنو تو سب گنہگار ہوتے ہین اور اگر کچہہ لوگ شریک ہوجائین تو سب کے ذمہ کا بار

اتر جاتا ہے۔ لیکن انسانیت کی بات یہہ ہے کہ اوسکے کل دوست احباب یا عزیز قریب میت کے ساتھہ دفن تک ضرور حاضر اور موجود رہین اور عام مسلمانون مین سے بہی ہر ایک مجلس اور مقام سے آن کر دو آدمی جاکر شریک ہون۔ انسان اپنے آپ کو مر القصور کرکے اگر یہہ خیال کرے کہ اوس کی نعش کے ساتھہ بے پروائی کی گئی یا بے التفاتی ہوتی گئی ہی تو ضرور اوسکی روح کو صدمہ ہوگا۔ جن لوگون کے ساتھہ اس نے زندگی مین سلوک کیا ہوگا اون سے ناراض ہوگا۔ جو لوگ اوس کی زندگی مین اوس کے سامنے آکر اظہار محبت یا دوستی کرتے تہے اون کی حقارت اور خود غرضی اوسکی آنکہون کے سامنے پہر جائے گی۔ بس اسی طرح سے دوسرون کا ہی خیال کرکے انسانی اقتضا یہی کہتا ہے کہ مردہ کے ساتھہ مین بہی ضرور ہمدردی کیجائے اور جہان تک ممکن ہو میت کے فاتحہ کے جلسونمین بہی شریک ہونا چاہئیے،، گو حاجی صاحب موصوف نے یہ مضمون بغرض اخلاق مسلمانون کے تحریر فرمایا ہے لیکن جب اوس کا تطابق میت رسولؐ اللہ سے کیا جائے تو مسلمانون کے غور کے قابل ہے کہ فعل ترک جنازہ رسولؐ اللہ آیا اخلاق ہے یا بد اخلاقی؟۔

معاملہ سقیفہ مین مصنف کی تیسری غور طلب بحث کی حقیقت ذی علم مصنف تیسری بحث کی یہہ کیفیت ظاہر کرتے ہین کہ ,,دو اوسوقت جماعت اسلام تین گروہونمین تقسیم کیجاسکتی تہی اول بنو ہاشم جس مین حضرت علیؑ شامل تہے،، دوسرے مہاجرین جن کے رئیس و افسر حضرت ابو بکر و عمر تہے مگر افسوس ہے کہ اوس وقت مہاجرین کا رئیس و افسر حضرت ابو بکر و عمر کو قبول کیا جانا غیر ممکن ہے۔ مہاجرین مین علیؑ مرتضےٰ شامل تہے

اور وقت ہجرت ہمپیمبر کے نکرہین خلافت اور قائمقامی ہمپیمبر کی کرکے ایسے اخیر مہاجر ہوئے کہ جیسے حضرت محمدؐ اخیر ہمپیمبر تہے۔ ریاست و افسری قریش کی حضرت ابوطالب پدر علےؑ مرتضے کو پہونچتی تہی بعد وفات اون کے رئیس و افسر قوم حضرت محمدؐ ہمپیمبرؐ صلعم تہے بعد وفات اون کے اپنے اوصاف ذاتی کیوجہہ سے سوای علی مرتضی کی رئیس و افسر قریش کوئی سمجہا جا نہین سکتا تہا اور وہی رئیس اور افسر مہاجرین کے لئے تہے۔ حضرت ابوبکر و عمر کی نسبت ایسا خیال اوسوقت پیدا ہوا ہے کہ جب اونہون نے خلیفہ ہونے کی عزت حاصل کی ہے۔

تیسرا گروہ ذی علم مصنف بتاتے ہین وہ انصار جن کے شیخ القبیلہ عبادہ تہے۔

جماعت اسلام کے تین گروہونین تقسیم کے نتیجہ کی حقیقت۔ بعد تقسیم جماعت اسلام کے تین گروہونمین ذی علم یہ کہتے ہین کہ وہ ان تینون مین سے ایک گروہ بہی خلافت کے خیال سے خالی نہ تہا" لیکن

ذی علم مصنف نے خیال خلافت مساوی حیثیت سے جو تین گروہونمین قائم کرکے ظاہر کیا ہے وہ صحیح نہین ہوسکتا۔ بنو ہاشم کے گروہ کو یقین تہا اور اونکا صحیح یقین تہا کہ وہ حق قدیم خلافت مستحکم اور مستقر رکہتے ہین۔ اور دوسرے گروہ نے تازہ خیال خلافت کا پیدا کیا تہا خواہ وہ گروہ انصار ہو یا حضرت ابوبکر و عمرؓ بمقابلہ حق بنی ہاشم کے انصار اور حضرات شیخین نے خیال خلافت تازہ پیدا کرکے تنازعہ کہڑا کیا۔

ذی علم مصنف حق دیرینہ اور مستحکم والون کو اور تازہ خیال والون کو مساوی درجہ مین رکہتے ہین تا کہ مستحکم اور دیرینہ حق والون کا حق بہی تازہ نظر آنے لگے۔

تینون گروہ کے خیال حصول خلافت کی تشریح وتصریح روایت بخاری سے۔

بہر ذی علم مصنف تینون گروہ کے خیال خلافت کی یون تشریح کرتے ہین کہ وہ انصار نے تو علانیہ اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تہا۔ بنو ہاشم کے خیالات اس روایت سے معلوم ہون گے آنحضرت کی وفات کے دن حضرت علی مکان سے باہر نکلے لوگون نے اون سے پوچہا کہ رسول اللہ کا مزاج کیسا ہے چونکہ آنحضرت صلعم کی ظاہری حالت سنبہل گئی تہی حضرت علی نے کہا خدا کے فضل سے آپ اچہے ہوگئے ہا حضرت عباس نے اون کا ہاتہ پکڑ کر کہا خدا کی قسم تم تین دن کے بعد غلامی کروگے مین آنکہون سے دیکہہ رہا ہون کہ رسول اللہ عنقریب اس مرض مین وفات پائین گے کیونکہ مجہکو اس کا تجربہ ہے کہ خاندان عبد المطلب کا چہرہ موت کے قریب کسطرح متغیر ہوتا ہے۔ آو چلو رسول اللہ سے پوچہہ لین کہ آپ کے بعد یہ منصب خلافت کس کو حاصل ہوگا اگر ہم اس کے مستحق ہین تو رسول اللہ ہمارے لئے وصیت فرمائین گے حضرت علی نے کہا مین نہ پوچہون گا کیونکہ اگر پوچہنے پر آنحضرت نے انکار کر دیا تو پہر آیندہ کو امید نہین رہیگی۔

حضرت عباس وعلی مرتضیٰ کے خیالات کا اقتباس روایت ستدلہ سے

ذی علم مصنف اس روایت سے یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ حضرت عباس کا خیال تو صاف معلوم ہوتا ہے ہا حضرت علی کو آنحضرت کی وفات کا اوس وقت تک یقین نہ تہا اسی لئے اونہون نے کوئی تحریک کرنا مناسب نہین سمجہا اس کے علاوہ اون کو اپنے انتخاب کئے جانے پر بہروسہ نہ تہا۔

ذی علم مصنف نے صحیح بخاری سے اس روایت کو لیا ہے

لیکن یہہ نہین ظاہر کیا کہ یہہ روایت متواتر ہے یا احاد سے ہے اور سند و طریقون سے مروی ہوئی ہے یا ایک طریقہ سے۔

اکثر علمار روایات صحیح بخاری کے کچھہ احادیث کو مصنوعی اور وضعی قرار دی چکے ہین اور ایسی ذی علم مصنف بہی روایت قرطاس کے غیر مستند اور نا قابل استدلال ہونے کے قابل ہو چکے ہین۔

روایت مستدلہ کی سند صحت نہین دی گئی

مین جہان تک دیکھتا ہون یہ روایت احاد سے ہے جسپر وثوق ہو نہین سکتا۔ ذی علم مصنف کو زیبا تہا کہ اس روایت کے مستند اور قابل استدلال ہونے کی اول حجت بیان کرتے مگر اس تصنیف مین جا بجا اون کا یہ رویہ معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت اونکی غرض کو پورا کرنے والی ہوتی ہے بغیر جانچ کے لیلیتے ہین۔ اور جو روایت کہ اون کے خلاف ہوتی ہے گو وہ صحیح ہو اوسپر خواہ مخواہ بے موقع نکتہ چینی کرتے ہین۔ تاہم جو نتیجہ اس روایت سے ذی علم مصنف نکالتے ہین وہ صحیح نہین ہے۔

بنی ہاشم کی مجمع کی خانہ سیدہ مین تین روایتون سے سند۔

پہر ذی علم مصنف اوس مشہور واقعہ کے ظاہر کرنے پر متوجہ ہوئے ہین کہ "آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کے گہر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنو ہاشم اور اون کے اتباع شریک تہے" اور اوس کی سند کے لئے تین رواتین نقل کرتے ہین ایک صحیح بخاری سے جسمین حضرت حضرت عمر کا بیان ہے۔

پہلی روایت بخاری

"ہماری سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اوٹہا لیا تو انصار نے کاملتہً ہماری مخالفت کی اور سقیفہ بنی ساعدہ

مین جمع ہوئے اور علیؓ وزبیر اور اون کے ساتھیون نے مخالفت کی اور مہاجرین ابو بکر کے پاس جمع ہوئے ''

لیکن مہاجرین کا حضرت ابو بکر کے پاس جمع ہونے کا بیان اس روایت مین اجمالی ہے - مہاجرین حضرت ابو بکر کے پاس نہ قبل واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے جمع ہوئے تھے اور نہ سقیفہ بنی ساعدہ مین - بلکہ آیندہ اونہون نے دوسرے اوقات پر متفرق بیعت کی ہے -

دوسری روایت امام مالک

ذی علم مصنف دوسری روایت امام مالک سے اس واقعہ کو اور صاف تحریر کرتے ہین " اور علی وزبیر اور جو لوگ اون کے ساتھ تھے وہ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر مین ہمسی الگ ہوکر جمع ہوگئے

تیسری روایت تاریخ طبری

تیسری روایت تاریخ طبری سے ہے " اور حضرت علی وزبیر نے علیحدگی اختیار کی اور زبیر نے تلوار میان سے کھینچ لی اور کہا کہ جب تک علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جاوے مین تلوار کو میان مین نہ ڈالونگا ''

ذی علم مصنف ان روایتون سے یہ نتائج نکالتے ہین -

روایات بالا سے مہاجر، انصار، اور بنو ہاشم کے علیحدہ علیحدہ تین گروہ ہوجانے کا نتیجہ -

" (۱) آنحضرت کی وفات کے ساتھ ہی خلافت کے باب مین تین گروہ ہوگئے انصار، مہاجرین، بنو ہاشم "

اس نتیجہ کی حقیقت کہ کل مہاجر حضرت ابو بکر کے ساتھ تھے -

" (۲) مہاجرین حضرت ابو بکر کے اور بنو ہاشم حضرت علی کے ساتھ تھے " لیکن یہ صحیح نہین ہے - کل مہاجر شروع سے حضرت ابو بکر کے ساتھ نہین تھے اور نہ صرف بنو ہاشم، حضرت علی کے ساتھ تھے بلکہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر

جس وقت سقیفہ بنی ساعدہ مین پہونچے ہین اوس وقت یہ سب تین مہاجر تھے۔ اور اسوقت یہ نہین معلوم ہوتا تہا کہ وہ کون ہے کہ جس کے ساتہہ وہ دیگر مہاجرین ہین؟ اور وہ کون ہین کہ جو کسی کے ساتہہ ہین۔

تاریخ طبری اور دیگر کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ایک دوسرے کی تواضع خلافت کے لئے کرنے تہے اور ہر ایک قبول خلافت سے انکار کرتا تہا اور ہر ایک دوسرے کے ہاتہہ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور ہر ایک اپنا ہاتہہ دوسرون کی بیعت لینے سے کہینچ لیتا تہا بالاخر حضرت عمر نے کہ قوی تہے بزور حضرت ابوبکر کا ہاتہہ پکڑ کر بیعت کی اور اوسی کی تقلید ابوعبیدہ نے کی۔ بعد اوس کے دوسرے اوقات اور ایام آئندہ پر حضرت ابوبکر کی تدبیر سے دیگر مہاجر اور مسلمانون نے حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر آہستہ آہستہ بیعت کی۔ اونکو یہہ نہین سمجہنا چاہیے کہ وہ پہلے سے حضرت ابوبکر کے ساتہہ تہے۔ چنانچہ کتب تواریخ مین یہہ تصریح ہے کہ وہ جب سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت ہو چکی اور بنی ہاشم علے مرتضٰے کے پاس جمع ہوئے اور اون کے ساتہہ زبیر بن العوام بہی تہے اور بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس اور بنی زہرہ سعد اور عبدالرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے۔

یہہ لوگ مسجد مین تہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ آئے اور حضرت عمر نے سب سے کہا کہ تم لوگ کیون بیٹھے ہو اٹھو اور بیعت کرو اوس وقت حضرت عثمان اور بنی امیہ کہڑے ہوئے اور بیعت کی علی و عباس اور زبیر اور جو لوگ اون کے ساتہہ بنی ہاشم سے تہے اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے گئے۔ اس واقعہ سے صرف یہی ثابت نہین ہوتا کہ دیگر

ساتھ ہوئے ہین بلکہ یہہ بہی ظاہر ہوتاہے کہ عبد الرحمن بن عوف اور حضرت عثمان نے بیعت حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر سقیفہ مین نہین کی بلکہ مسجد نبوی مین بروز آئندہ کی ہے۔

اس نتیجہ کی حقیقت کہ صرف بنی ہاشم حضرت علی کے ساتھ تہے

ایسے ہی علے مرتضےٰ کے ساتھ صرف بنی ہاشم نہین تہے بلکہ بعض مہاجر اور دیگر مسلمان بہی اون کے ساتھ تھے جیساکہ روایات مندرجۂ ذی علم مصنف مین بہی حضرت زبیر کہ جو بنی ہاشم سے نہین تھے اور دیگر ساتہیون مہاجر علے مرتضےٰ کا مذکور ہے۔ (تاریخ طبری)

چنانچہ خود ذی علم مصنف اس واقعہ کے شروع کرنے کے وقت قبول کرتے ہین کہ "حضرت فاطمہ کے گھر مین ایک مجمع ہوا جسمین تمام بنوہاشم اور اون کے اتباع شریک تہے اور حضرت علی اون کے پیش رو تہے۔

پس یہ امر کہ "صرف بنوہاشم حضرت علی کے ساتھ تہے" صحیح نہین ہوسکتا۔ اگر علے مرتضےٰ حضرت ابو بکر کے مقابلہ مین قتال کے لئے اوٹھ کہڑے ہوتے تو اوس وقت معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابو بکر کا ساتھ کون کون دیتا ہے اور علے مرتضےٰ کے ساتھ کون کون ہوتا ہے؟

اس امر کا اندازہ اون روایتون سے ہو سکتا ہے جو کتب تواریخ مین مندرج ہین کہ کون کون لوگ علے مرتضےٰ کا ساتھ دینے کو اور حضرت ابو بکر سے مقابلہ کرنے کو تیار تہے اور علے مرتضےٰ کو قتال کے واسطے امادہ کرتے تہے یہان تک کہ ابوسفیان نے علے مرتضےٰ سے یہ کہا تہا کہ "مین تمہاری حمایت کے لئے میدان سوارون سے بہر دونگا"۔ مگر علے مرتضےٰ امادۂ جنگ نہین ہوئے

لہ تاریخ طبری۔

کہ مذہب اسلام ہنوز تازہ تہا اور باہم مسلمانون کے امر خلافت پر جنگ ہونے سے دین اسلام تباہ ہو جاتا اور محض خلافت کے لئے جنگ کرنے سے طمع خلافت سمجھی جاتی تہی ۔ خود علے مرتضٰے نے حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور اونکو اون کی حالت پر چہوڑا کہ یہ امور خود علے مرتضٰے کے اقوال سے ظاہر ہوتے ہین مگر وقت قتال بیشک سقیفہ بنی ساعدہ مین جن لوگون نے، اور اون لوگون نے جنہون نے اوس کے بعد اہستہ اہستہ حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر جو بیعت کی تہی وہ حضرت ابوبکر کا ساتہہ دیتے ۔

جسوقت کہ علی مرتضٰے نے انصار سے اپنا استحقاق خلافت ظاہر کیا تہا اوس وقت انصار نے صاف کہدیا تہا کہ اب تو ہم ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کر چکے ہین ایسی حالت مین کچہہ شبہہ نہین ہے کہ ایک بڑا گہمسان باہم مسلمانون کے ہوتا اور جس کا نتیجہ بجز تباہی دین اسلام کے اور کچہہ نہین تہا ۔

تیسرا نتیجہ ذی علم مصنف یہ ظاہر کرتے ہین وہ جسطرح حضرت عمر وغیرہ آنحضرت کو چہوڑ کر سقیفہ کو چلے گئے تہے	مصنف کا تیسرا نتیجہ کہ علی ہی پیغمبر کو چہوڑ کر مجمع خانہ فاطمہ مین شریک ہوئے جیسے شیخین سقیفہ مین ۔

حضرت علے بہی آنحضرت کے پاس سے چلے آئے تھے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین بنو ہاشم کا مجمع ہوا تہا"

اس نتیجہ پر ذی علم مصنف یہ رائے ظاہر کرتے ہین وہ سقیفہ مین حضرت علی کا نہ جانا اسوجہہ سے نہ تہا کہ وہ	سقیفہ مین علے مرتضٰے کا نہ جانا عدم ایماء دعوے کے خیال سے تھا اوسکی حقیقت ۔

آنحضرت کے غم والم مین مصروف تہے اور اون کو ایسے پر درد موقع پر خلافت کا خیال نہین آسکا تہا بلکہ اوسکی وجہہ یہ تہی کہ سقیفہ مین مہاجرین والضار

جمع تھے اور ان دونون گروہ مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید
نہ کرتا کیونکہ مہاجرین حضرت ابوبکر کو، پیشوا تسلیم کرتے تھے اور انصار کے
رئیس سعد بن عبادہ تھے"

لیکن جو نتیجہ ذی علم مصنف نے نکالا ہے نہ وہ صحیح ہے نہ اوسپر جو رائے
قائم کی گئی ہے وہ صحیح ہو سکتی ہے۔

جو روایتین کہ ذی علم مصنف نے لکھی ہین اون سے ہرگز ظاہر
نہین ہوتا کہ جس روز پیغمبرؐ نے وفات پائی اور سقیفہ بنی ساعدہ مین قبل
دفن پیغمبر انصار جمع ہوئے اور حضرت عمر و ابوبکر اجتماع انصار کی خبر سنکر
بے گور و کفن پیغمبرؐ کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے گئے اوسی روز قبل
دفن و کفن پیغمبرؐ کے خانۂ فاطمہ مین مجمع ہوا اور حضرت علی بہی قبل کفن و دفن
کے پیغمبرؐ کے پاس سے چلے آئے تھے۔ بلکہ تمام روایتون کتب تواریخ و سیر
سے اچھی طرح سے واضح ہے کہ مجمع خانۂ فاطمہ مین واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ اور
دفن پیغمبرؐ کے بعد بروز ہائے آئندہ ہوا ہے چنانچہ اوسی سقیفہ کی اخیر بحث
مین خود ذی علم مصنف نے لکھا ہے کہ "

انصار کی سقیفہ مین بحث و نزاع

انصار کی بحث و نزاع نے طول پکڑا کہ
قریب تہا کہ تلوارین میان سے نکل آئین۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتاً
حضرت ابوبکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے مین بیعت کرتا ہون ساتھ
ہی حضرت عثمان و ابوعبیدہ جراح و عبدالرحمن بن عوف نے ہاتھ بڑہائے اور پہر تمام
خلقت ٹوٹ پڑی اس کارروائی سے ایک اوٹھتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ
مطمئن ہو کر کاروبار مین مشغول ہو گئے۔ صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رکے
رہے اور حضرت فاطمہ کے گہر مین وقتاً فوقتاً جمع ہو کر مشورہ کرتے رہتے تہے

اور حضرت عمر نے بزور اون سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہین جہکا سکتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے متصف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین روایت

روایت احراق خانہ فاطمہ

نقل کی ہے "حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازہ پر کہڑے ہو کر کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہین تاہم اگر آپ کے یہان لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو مین ان لوگون کی وجہہ سے گھر کو آگ لگا دونگا"

اس نظر بر ذی علم مصنف سے صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت ابو بکر کے ہاتہہ پر اس درجہ بیعت ہو چکی ہے کہ لوگ مطمئن ہو کر کاروبار مین مشغول ہو گئے تب حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً لوگ جمع ہو کر مشورہ کرتے رہتے تہے اوسپر حضرت عمر نے اوس مجمع سے بزور بیعت لینی چاہی ہے اور فاطمہ کے دروازہ پر جا کر گھر جلا دینے کو کہا ہے۔ ایسی حالت مین یہ امر صریح ہے کہ خانہ فاطمہ مین مجمع ہونے کا دن اور وقت وہ نہین تہا کہ جس روز پیغمبر نے وفات پائی اور پیغمبر بے غسل وکفن پڑے ہوئے تھے بلکہ یہ دن اور وقت مجمع کا خانہ فاطمہ مین بعد دفن پیغمبر کے تہا۔ اور اگر واقعہ مجمع خانہ فاطمہ کا اور حضرت عمر کے گھر جلا دینے فاطمہ کا اظہار وارادہ قبل دفن پیغمبر ذی علم مصنف کی رائے کے موافق سمجہا جائے تو یہ حضرت عمر کی نسبت کیا یہ نہ سمجہا جائے گا کہ ایک ہی روز مین پیغمبر کے مرتے ہی قبل دفن وکفن پیغمبر کے خلافت ہی خاندان رسالت مین نہ رہنے دی اور دختر فاطمہ کا گھر ہی جلا دینا چاہتے تھے جس سے بے خانمانی پیغمبر کی کلیۃً ایک ہی دن اور وقت مین ہو جانا لازم آجاوے۔ لیکن نہین۔ کتب تواریخ مین تفصیل سے ہے کہ "جب حضرت ابو بکر کے ہاتہہ پر سقیفہ مین بیعت ہو چکی ہے تب مسجد نبوی

مین بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس، بنی زہرہ سعد اور عبد الرحمن بن عوف
کے پاس، اور بنی ہاشم معہ زبیر بن عوام علی کے پاس جمع ہوئے تھے۔
حضرت عمر کی تہدیدی اشتعالک سے اورون نے تو حضرت ابوبکر
کے ہاتھہ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس اور زبیر معہ اپنے ساتھیون کے
اوٹھکر اپنے گھرون کو چلے گئے۔

جب حضرت ابوبکر کو معلوم ہوا کہ کچھہ لوگ علے مرتضٰے کے پاس جمع
ہین اونہون نے حضرت عمر کو اون کے پاس بہیجا۔ حضرت عمر نے آنکر پکارا۔
اون لوگون نے باہر آنے سے انکار کیا، اوسپر حضرت عمر نے کہا کہ مین اس
گھر کو جلا دونگا۔ اون کے ساتھیون نے کہا کہ اس گھر مین تو فاطمہ اور حسنین بہی ہین،
حضرت عمر نے کہا کہ، ہون، اسپر وہ سب لوگ گھر سے باہر آگئے"۔ جس سے کچھہ
شبہہ نہین رہتا کہ اس واقعہ مجمع خانہ فاطمہ اور حضرت عمر کا دروازہ سیدہ پر جانے
کا اور گھر جلا دینے کے ارادہ ظاہر کرنے کا دن، دفن پیغمبر سے کئی روز کے بعد کا تہا۔
اور علیمرتضٰے کی نسبت یہ قرار دینا کہ وہ قبل دفن پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ کے پاس سے
مجمع خانہ فاطمہ مین چلے آئے تھے کسیطرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اور حضرت عمر و ابوبکر
کی طرح علی کو پیغمبرؐ کے جنازہ کو چہوڑ کر خلافت کے خیال مین مبتلا بتانا وہ مسلمان
تو قبول کر سکتے ہین کہ جو بتائید رائے ذی علم مصنف کے حضرات ابوبکر و عمر کے پیغمبرؐ
کو بے دفن و کفن چہوڑ کر خلافت کے خیال مین سقیفہ بنی ساعدہ مین چلے جانے کو
امر مذموم نہین جانتے ہین لیکن وہ مسلمان ہرگز قبول نہین کر سکتے کہ جو ایسے
فعل کو مذموم جانتے ہین۔

سقیفہ مین علیمرتضٰے کا نہ جانا اس وجہ سے نہین تہا کہ سقیفہ مین مہاجر

بلکہ پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین مین مصروف رہنا اون کا کار منصبی تہا۔ یعنی قائم مقام پیغمبرؐ یا اوس کا خلیفہ برحق جس کی نسبت پیغمبر اپنا منشا ظاہر کر گیا ہو، یا امام کہ جس کے ہاتہہ مین بعد پیغمبرؐ کل عملی کارروائی شریعت کی رہتی ہے مجبور ہے اور اوس کا فرض ہے کہ سب کامون سے مقدم پیغمبرؐ کی تجہیز و تکفین سمجھے۔ چنانچہ جس وقت انصار سے علیہ السلام نے اپنا استحقاق خلافت کا ظاہر کیا اور انصار نے یہ جواب دیا کہ "سقیفہ بنی ساعدہ مین آپ نہین آئے" اوسپر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا مین پیغمبرؐ کو بغیر غسل و کفن کے چہوڑ آتا؟" اسپر انصار خاموش ہوگئے۔

یہ امر غیر ممکن تہا کہ علیہ السلام قبل کفن دفن پیغمبرؐ کے کہین جا سکتے، لیکن بعد فراغ کفن و دفن پیغمبرؐ کے اونہون نے اپنے اظہار حق سے مہاجر اور انصار کے سامنے کوتاہی نہین کی۔ البتہ بذریعہ جنگ کے اپنے حق کو طلب نہین کیا کہ جسمین دین اسلام تباہ ہوتا تہا اور جنگ محض بہ طمع خلافت سمجہی جاتی

علیہ السلام کی سقیفہ نہ جانے کی وجہ یہ نہین ہوسکتی ہے کہ سقیفہ مین مہاجر و انصار جمع تہے اور اون دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا بلکہ بنظر اون واقعات کے کہ جو پیغمبرؐ علیہ السلام کے ساتہہ فوراً اور فعلاً عمل مین لائے تہے اور وہ تازہ پیش نظر مہاجر اور انصار کے تہے اگر علیہ السلام سقیفہ بنی ساعدہ مین ہوتے تو کسی مہاجر و انصار کو ہرگز یہ جرات نہین ہوسکتی تہی جبکہ اون کے سواجہ مین وہ وجوہ اپنے استحقاق کے بیان کرتے (جیسا کہ اونہون نے وقت طلب بیعت جو اون سے حضرات ابوبکر و عمر نے چاہی تہی۔ یا دوسرے اوقات پر مہاجر و انصار کے سامنے اظہار اپنے حق کا کیا ہے یا مجلس شورائے مین جبکہ حضرت عثمان خلیفہ قبول کئے گئے بیان کئے ہین) تو کوئی

متنفس سقیفہ بنی ساعدہ مین سوائے اون کے اور کسیکو خلیفہ قرار نہین دے سکتا تہا اور تنہا حضرت عمر یا بعض اونکے طرفدار مخالفت یا اختلاف کرتے تو کچھہ پیش نہ جاتی۔

عدم موجودگی علیؑ مین انصار علیہ رتضے سے بیعت کے خواہشمند تہے

علیہ رتضے کو بحالت اپنی غیر حاضری کے ہی یہ خطرہ نہین تہا کہ کوئی مہاجر و انصار کسی اور کو خلیفہ قرار دین گے۔ تاریخ طبری مین جسکی روایتین جابجا مصنف لیتے ہین و نیز تاریخ کامل مین (جسکی قبولیت عام کو ذی علم مصنف تسلیم کرتے ہین اور بتائید علامہ ابن خلکان اوس کو خیار التواریخ قبول کرتے ہین۔) موجود ہے کہ وہ سقیفہ مین بحالت غیر حاضری علیہ رتضے کے ہی بعض انصار نے یہ کہا کہ ہم بجز علی کے اور کسی سے بیعت نہ کرین گے[1]

ایسی حالت مین یہ رائے ذی علم مصنف کی کہ وہ حضرت علی کا نہ جانا اسوجہہ سے تہا کہ سقیفہ مین مہاجرین (مہاجر صرف دو تین ہی تہے) و انصار جمع تھے اور ان دونون گروہون مین سے کوئی حضرت علی کے دعوے کی تائید نہ کرتا[1] محض قیاس ہے اور جسکا عمل کسی واقعۂ تحقیقی پر نہین۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین کسیکا آنا جانا صرف اسی امر پر تہا کہ کوئی اوسکے دعوے کی تائید کرے تو حضرت عمر و ابوبکر بہی ہرگز نہ جاتے۔ کیونکہ سوائے ان دو تین مہاجرون کے مجمع کثیر انصار کا تہا اور حضرت عمر و ابوبکر کو ہرگز یہ امید نہ تہی کہ انصار حضرت ابوبکر کے ہاتھہ پر بیعت کرین گے چنانچہ سعد بن عبادہ رئیس انصار نے مرتے دم تک حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی خلافت کو قبول نہین کیا نہ اون کے ہاتھہ پر بیعت کی۔ لیکن حضرت عمر نے انصار کے دعوے کو اس لفظ سے قطع

[1] طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۸۱۷ و تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۱۲۵-۱۲ منہ

کیا تہا کہ ''الائمۃ من قریش'' جسکو سنکر علیمرتضے نے فرمایا کہ ''درخت کی جڑ کو پکڑا اور میوے کو ضایع کیا'' جس سے مراد یہہ ہے کہ درخت کی جڑ قریش ہین اور میوے اوس درخت کے ہم اہلبیت پیغمبرؐ ہین - اگر علیمرتضے اوس موقع سقیفہ پر موجود ہوتے جہان معاملہ خلافت کا طے ہوتا تہا تو یقین کرنا چاہئے کہ مہاجر و انصار علی مرتضے کے قبول کرنے مین کچہہ بہی عذر نہ کر سکتے -

اگرچہ انصار کے رئیس سعد بن عبادہ تہے مگر خود وہ علیمرتضے کو رئیس و امیر قبول کرتے اور اوس وقت مہاجرین حضرت ابوبکر کو پیشوا تسلیم نہین کرتے تھے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین کہ ''حضرت ابوبکر کو پیشوا اوس وقت تسلیم کیا ہے جبکہ حضرت ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کی گئی ہے'' بلکہ خود حضرت ابوبکر حضرت علی کو اپنا پیشوا قبول کر لیتے جیسا کہ بعد قبول خلافت کے اظہار ارادہ اقالہ بیعت کے وقت خطبہ

سقیفہ مین خود حضرت ابوبکر بہی علی کو خلیفہ قبول کرتے -	مین فرمایا ''جبکہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی موجود ہے'' اور حضرت

عمر نے اون کے ارادہ سے اون کو باز رکہا جیسا کہ تحریری آخری وصیت پیغمبرؐ کے مانع ہوئے -

جو کچہہ ہوا بجا تہا یا بیجا؟ اور نیکے نتیجہ کی حقیقت	آخر بحث کی نسبت کہ ''جو کچہہ ہوا وہ بیجا تہا یا بجا؟'' ذی علم مصنف یہہ ظاہر کرتے ہین کہ ''

ہر شخص جو ذرا بہی اصول تمدن سے واقفیت رکہتا ہو بآسانی سمجہہ سکتا ہے کہ آنحضرت نے جس وقت وفات پائی مدینہ منورہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا تہا جو مدت سے اسبات کے منتظر تہے کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹہہ جائے تو اسلام کو پامال کر دین اس نازک وقت مین آیا یہہ ضروری تہا کہ لوگ جزع و فزع اور گریہ و زاری مین مصروف رہین یا یہہ کہ فوراً

خلافت کا انتظام کر لیا جائے اور ایک منتظم حالت قائم ہو جاوے"۔

مصنف کے نتیجہ سے پیغمبر پر چند الزام کا عائد ہونا۔

ذی علم مصنف کی اس تقریر پر یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر ذرا بھی اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تھے یا نہین؟ اور پیغمبر کو یہہ علم تہا یا نہین کہ مدینہ منافقون سے بہرا ہوا پڑا ہے اور وہ مدت سے اسبات کے منتظر ہین کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹھہ جاوے تو اسلام کو پامال کر دین؟۔ اور یہ منظر اوس حالت کے آیا اون کو ضرور تہا کہ وہ اپنی زندگی مین خصوص اخیر حصہ زندگی مین خلافت کا کوئی انتظام کر جاوین اور اوسی کے بموجب منتظم حالت قائم ہو جاوے؟ اور جس کسی کو وہ خلیفہ تجویز کرین اوس سے بہتر کوئی شخص منتخب کر سکتا تہا؟۔ یا یہہ کہ اوس نازک وقت مین انتظام خلافت اور تقرر خلیفہ ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین جسمین منافق کثرت سے ہون کہ مدینہ منافقون سے بہرا پڑا ہوا تہا؟ اور آیا پیغمبر یہہ سمجہتے تھے کہ بعد اون کے لوگ جس کسیکو خلیفہ مقرر کرینگے وہ پیغمبر کے مجوزہ سے عمدہ ہوگا۔؟

اور آیا پیغمبر یہہ جانتے تھے یا نہین کہ امر خلافت مین بعد اون کے نزاع ہوگا اور اسکا کیا اثر دین اسلام اور مسلمانون کی سلطنت پر پڑیگا۔؟

پیغمبر اسلام کے اعلے اصول تمدن کے جاننے والے ہونیکی تائید پیٹر اعظم شاہنشاہ روس و نپولین بوناپارٹ کے اقوال۔

ہر مسلمان خصوص جنہون نے پیغمبر کو دیکہا تہا اور علماء اسلام قائل چلے آتے ہین کہ پیغمبر اسلام اعلے درجہ پر اصول تمدن سے واقفیت رکہتے تھے۔ اور غیر دین اسلام والے بہی مثل پیٹر اعظم شہنشاہ روس

کے یہان تک قائل ہوئے ہین کہ "محمد رسول اللہ اول درجہ کے حکیم اور فلاسفر تھے۔ آج تک زمانہ مین اون جیسا عقلمند پیدا نہین ہوا۔ اسلامی سلطنت کی ترقی اور قیام کے لئے جو اصول اونہون نے مقرر کئے ہین وہ وہ ایسے برجستہ ہین کہ اون سے بڑھکر ہونا ناممکن ہے"

نپولین بونا پارٹ کا یہ مقولہ تہا کہ "کل مقبوضہ ممالک مین ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان رائج کرنے کے لئے سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نظر نہین آتا۔ خلیفہ وقت کے فرائض منصبی مین داخل ہی کہ جہان جہان کلمہ گو ہون خواہ دنیا کے کسی حصہ مین رہتے ہون اون کے معاملات مین بے تکلف مداخلت کرسکے اور وہ اوسکے خدمات کی بجاآوری مذہبا اپنے اوپر فرض عین سمجھین گے اور یہ بات اور یہ اتحاد کسی اور مذہب اور ملت کو دنیا مین حاصل نہین" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب اسلام ایک اعلےٰ اصول تمدن پر قائم کیا گیا ہے۔

سبب تنزل و انحطاط اسلام از نپولین بونا پارٹ۔

جب نپولین بونا پارٹ سے یہ پوچھا گیا کہ "موجودہ زمانہ مین اسقدر تنزل اور انحطاط کا کیا باعث ہے" تو اوس نے جواب دیا کہ "اوسکی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہین کہ بعض نفس پرست اور خود غرض آدمیون رخنہ اندازی کی ہے اور اپنی نفسانیت کے لئے مسلمانون کی متفق جماعت مین تفرقہ ڈالا ہے یہی تفرقہ اس تنزل کا سبب ہے"

تنزلِ اسلام کا بنیاد پہر سقیفہ مین رکہا گیا

مسلمانون کو یاد کرنا چاہئے کہ بنیاد تفرقہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ڈالی گئی ہے کہ جو تنزل کا باعث ہوئی ہے اور اوس بنیاد کا پہلا پتھر واقعہ قرطاس کے وقت

رکھا گیا تھا۔

پیغمبرؐ سے زیادہ مدینہ مین منافقین کی موجودگی کا حال کون جان سکتا تھا

اس سے بھی کوئی مسلمان عالم انکار نہین کرسکے گا کہ پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی نہین جان سکتا تھا کہ مدینہ منورہ منافقون سے بھرا ہوا پڑا ہے جو مدت سے اسبات کے منتظر ہین کہ رسول اللہ کا سایہ اوٹھ جاوے تو اسلام کو پامال کردین جن منافقون کی انواع و اقسام کی خبر قرآن مین موجود ہے۔

بلحاظ اصول تمدن و سلطنت داری پیغمبرؐ کا فرض

جو کوئی اصول تمدن اور اصول سلطنت داری سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ ضرور اسبات کا قائل ہوگا کہ پیغمبرؐ کو اوس نازک حالت مین تمدن اور سلطنت کے برقرار رکھنے کے لئے ضرور تھا کہ اپنی زندگی خصوص اخیر حصہ زندگی مین کسیکو منتظم خلافت مقرر کرجائین تاکہ منافقون کی طرف سے جو خطرہ ہے اوسکی بنیاد اوکھڑ جاوے اور اس نوعیت سے پیغمبرؐ کا مزاق کسیکو معلوم ہی ہو۔ مسلمانون کو بنی بنائی سلطنت معہ عمدہ اوس کے منتظم کے بغیر کسی خرخشہ کے ملے۔ اور کوئی خراب اثر وفات پیغمبرؐ سے سلطنت مسلمانون پر نہ پڑ سکے۔

پیغمبرؐ اپنے عہد مین ہر صحابی کے حالات کا عملی تجربہ کر چکے تھے

اس سے بھی کوئی انکار نہین کرسکتا کہ پیغمبرؐ کو اپنے عہد مین ہر صحابی اور ہر مہاجر اور انصار کا تجربہ ہو چکا تھا کہ کون کس کس قسم کی لیاقت رکھتا ہے اور کس کس کے کیا کیا خیالات ہین۔ پیغمبرؐ بلحاظ اپنے تجربہ کے اور بنظر حالت موجودہ کے جسکو بعد اپنے منتظم اور خلیفہ تجویز کر جائین اوس سے بہتر مذہب اسلام کو اوس کے صحیح مرکز پر چلانے والا

چلانے والا ہو نہین سکتا تہا۔

مصنف کے قصۂ سقیفہ پر الزامی نتائج کی حقیقت

مین پیغمبرؐ جو کوئی اسکا قایل ہنو اوسکو اسبات کا قایل ہونا پڑیگا کہ پیغمبرؐ نہ اصول تمدن سے آگاہ تھے نہ اصول سلطنت داری سے، اور نہ اون کو اپنے صحابہ اور اپنے عہد کے مسلمانون کے کچہہ خیالات معلوم تہے کہ اون کا رخ امر خلافت کے متعلق کسطرف ہے۔ ایسے قایل ہونے سے پیغمبرؐ پر نا قابلیت اور جہل کا اطلاق ہوگا جو قطعی خلاف واقعہ ہے۔

اگر کوئی اسبات کا قایل ہو کہ پیغمبرؐ نالایق اور جاہل نہین تھے مگر اون کو ضرور نہین تہا کہ وہ اپنی زندگی اور خصوص اخیر حصہ زندگی مین کسی کے لئے استخلاف کرتے تو اوسکو اسبات کا قایل ہونا پڑے گا کہ خود پیغمبرؐ منافقون کے خطرے کو اور امر خلافت کے نزاع کو عمداً اور دیدہ و دانستہ چہوڑ گئے اور جس کی وجہہ سے دین اسلام نہ تمام دنیا مین پہیل سکا اور نہ اپنے صحیح مرکز پر چل سکا، اور امر خلافت کی باہمی نزاع سے درمیان مسلمانون کے خونریزی ہو کر خاندان رسالت تباہ اور دین اسلام برباد ہو گیا گویا اوس کے خود پیغمبرؐ بادی ہوئے کہ جو بانی اسلام کی شان کے خلاف تہا۔

اس فروگذاشت عظیم کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے کار مفوضی کو نا تمام چہوڑا اور تبلیغ رسالت مین قصور کیا۔ وہ رسالت کہ جسکی شریعت قایم کرکے دنیا کو دین سے الگ نہین رکہا ہے اور اوس نے توحید، اور تمدن، سیاست مدن، معاش، معاد کے کامل مسایل بتا دئے ہین اور اوس کے متعلق احکام نافذ کر دئے ہین جن کی تعمیل

بغیر ایسے شخص کے جسکو پیغمبرؐ منتظم قرار دے ہو نہین سکتی تہی۔

یہہ امر کسیطرح سمجہہ مین نہین آسکتا کہ جو کام خود پیغمبرؐ کو کرنا ضروری تہا اوسکو یعنی نزاع امر خلافت کے طے کرنے اور خلیفہ کی قرار دینے کو بعد اپنے ایسے لوگون کے ہاتہہ مین چہوڑ جاوین کہ جنمین کثرت سے منافق ہون کہ جن سے مدینہ بہرا پڑا ہوا تہا اور جو مدت سے منتظر تہے کہ پیغمبرؐ کا سایہ اوٹہہ جاوے تو اسلام کو پامال کردین۔

اگر پیغمبرؐ کو اپنی زندگی مین ضرورت تعین خلیفہ کی نہین تہی یا کسی کے لئے استخلاف نہین کیا تہا کہ جو پیغمبرؐ کے دم نکلتے ہی فوراً دین اسلام کے بموجب خلافت کا چلانے والا ہو، تو وقت وفات پیغمبرؐ سے تا تقرر خلیفہ کے جو بعد وفات پیغمبرؐ قرار دیا جاوے جو امور کہ خلاف امر نہی کے لوگون سے سرزد ہون اون کی سزا دہی کا اختیار کسکو ہو سکتا ہی؟ کیا یہہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ "فترۃ" مین ایسے پیغمبرؐ نے کہ جسکا دین قیامت تک تبدیل ہونے والا نہو لوگون کی مہار چہوڑ دی تہی کہ وہ جس طرف چاہین چلے جاوین۔ اور اون کے بے راہ ہو جانے کا تدارک کوئی نہ کر سکے، یا یہہ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اپنے تقرر سے ماقبل زمانہ کی بابت بہی دار و گیر کا اختیار رکہنے والا ہوگا لیکن یہہ دونون امر خلاف عقل اور اصول تمدن اور سیاست مدن کے ہین۔

جب تک یہ امر قبول نہ کیا جائے کہ پیغمبرؐ اپنی زندگی مین خصوصاً آخر حصۂ زندگی مین دین اسلام کے قائم اور برقرار رکہنے والے اور اوسکی بموجب سلطنت مسلمانون کو چلانے والے کو بتا اور جتا گئے ہین تب تک وہ خدشات اور شبہات جن سے قصور پیغمبرؐ کی ذات برآمد

نامذ ہوتے ہین رفع نہین ہو سکتے۔

سقیفہ مین انصار کے دبا دینے سے اور حضرت ابوبکر کے انتخاب کے جواز کی حقیقت۔

ذی علم مصنف بعد ظاہر کرنے اوس نازک حالت سے جسکی وجہہ سے وہ انتظام خلافت جزع اور فزع اور گریہ وزاری وفات پیغمبرؐ پر مقدم قرار دیتے ہین یہ کہتے ہین کہ وہ انصار نے اپنی طرف سے خلافت کی بحث چھیڑ کر حالت کو اور نازک کر دیا کیونکہ قریش جو انصار کو اسقدر حقیر سمجھتے تھے کہ جنگ بدر مین جب انصار اون کے مقابلہ کو نکلے تو عتبہ نے آنحضرت کو مخاطب کرکے کہا کہ محمدؐ ہم نا جنسون سے نہین لڑ سکتے کسطرح انصار کے آگے سر تسلیم خم نہین کر سکتے تھے۔ قریش پر کیا موقوف ہے تمام عرب کو انصار کی متابعت سے انکار ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے سقیفہ مین جو خطبہ دیا اوس مین صاف اپنے خیال کو ظاہر کیا اور کہا۔ ان العرب لا تعرف ہذا الامر الا لہذا الحی من قریش۔ اس کے علاوہ انصار مین خود دو گروہ تھے، اوس و خزرج، اور ان مین باہم اتفاق نہ تھا۔

اسمین یقین ضرور تھا کہ انصار کے دعوے خلافت کو دبا دیا جاوے اور کوئی لائق شخص فوراً انتخاب کر لیا جاوے۔ مجمع مین جو لوگ موجود تھے اون مین سب سے با اثر اور بزرگ اور معمر حضرت ابوبکر تھے اور فوراً اون کا انتخاب ہو ہی جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع مین پھنس گئے تھے اور بحث طول پکڑ کر قریب تھا کہ تلوارین میان سے نکل آئین۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتاً حضرت ابوبکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا کہ سب سے پہلے مین بیعت کرتا ہون ساتھ ہی حضرت عثمان

ابوعبیدہ جراح، اور عبدالرحمن بن عوف نے بہی ہاتہ بڑہائے اور پہر تمام خلقت ٹوٹ پڑی"۔

مین ذی علم مصنف کی اس رائے سے اتفاق کرتا ہون کہ ضرور انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہئے تہا، گو ان وجوہ سے نہین جو ذی علم مصنف نے ظاہر کئے ہین بلکہ ان وجوہ سے کہ جن سے حضرت ابوبکر کا ہی خلیفہ ہونا چاہئے تہا۔

قرآن اور مذہب اسلام نے مسلمانون کے لئے خواہ وہ مہاجر ہون یا انصار، جب مسلمان ہو کر خدمت اسلام بجالائے عزت اور شرف کی منزلتین اور ان کے حقوق برابر کر دئے تہے اور بعد اسلام وخدمت اسلام کے کوئی مہاجر کسی انصار کو اور کوئی انصار کسی مہاجر کو حقیر نہین سمجہہ سکتا تہا۔

درمیان مہاجرین و انصار کے جو بہائی چارہ قرار دے دیا تہا اوسکا کیا مطلب تہا۔ البتہ مہاجر ہون یا انصار ان مین جو کوئی اعلے درجہ شرف کا رکہہ سکتا تہا وہ اوسکی ہر پہلو کی فضیلت ہتی جس پر سقیفہ بنی ساعدہ مین مطلق لحاظ نہین کیا گیا۔ اور جب کسی حقیقی افضل کو مہاجر و انصار خلیفہ قبول کر لیتے تو عرب وغیر عرب کسیکو موقع اختلاف کا باقی نرہتا۔ اور نہ کسیکی ناتفاقی پیش رفت ہو سکتی تہی اور امتیاز افضل مین اختلاف غیر ممکن تہا کہ اسباب فضیلت اوس وقت سب کی نگاہ مین تازہ تہے البتہ دل کی سچائی ہر شخص کی درکار تہی۔ اس بنا پر مین بیشک ضرور سمجہتا ہون کہ " انصار کے دعوے خلافت کو دبا دینا چاہئے تہا"۔

بعد دبا دئے جانے دعوے انصار کے یہہ رائے ذی علم مصنف

سقیفہ مین کسی لایق شخص کے فوراً انتخاب کئے جانے کی حقیقت	کی کہ "اور کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کر لیا جاوے" ناقص اور ناتمام

تحقیق پر مبنی ہی۔

پہلے بسلسلۂ واقعۂ سقیفہ بنی ساعدہ کے، واقعات عہد پیغمبرؐ کی بابت جیسا کہ مین اوپر لکھ چکا ہون ذی علم مصنف کو یہ طے کرنا تھا کہ "پیغمبرؐ اپنی زندگی اور اخیر حصۂ زندگی مین علم تقضا کے لئے استخلاف کر چکے تھے یا نہین؟" اگر استخلاف کر چکے تھے تو کچھ ضرورت کسی اور کے انتخاب کے نہین تھی لیکن ذی علم مصنف نے کسی وجہ سے اپنے آپ کو اس بحث سے بچا لیا ہے۔ حالانکہ یہ بحث حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پانے کی صحت وغیر صحت پر تقدم اور بہت کچھ اہمیت رکھتی تھی۔ اور ایک ایسے محقق مورخ کو جیسے کہ ذی علم مصنف نے اپنی شان ظاہر کی ہے، اوس سے گریز زیبا نہین تھا۔ مگر

ذی علم مصنف نے مذہبًا، جو اعتقاد آبائی اون کا چلا آتا تھا اوسیکو اپنے ذہن مین رکھ کے بغیر تحقیق امر اہم اور مقدم کے یہ رائے ظاہر کر دی ہے کہ "کوئی لایق شخص فوراً انتخاب کر لیا جاتا" اور لیاقت کو اوس مجمع مین حضرت ابوبکر پر صرف ان الفاظ پر منحصر کیا ہے کہ "وہ سب سے بااثر، اور بزرگ اور معمر تھے" لیکن جہان ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے نسب اور سن رشد اور تربیت سے بحث کی ہے یا جہان اور واقعات اون کے دبدبہ اور جلالت کے دکھائے ہین وہان یہ پایا جاتا ہے کہ اگر خدا جھوٹ نہ بلائے تو اون کو پیغمبرؐ سے بھی زیادہ بااثر قرار دیا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ کہین تو حضرت عمر کو ذی علم مصنف سب سے زیادہ بااثر قرار دیتے ہین اور کہین یہ فرماتے ہین کہ "حضرت ابوبکر سب سے زیادہ بااثر تھے"، جب ہے طریقہ ذی علم مصنف کا یہ ظاہر ہوتا

ہے کہ جس موقع پر جیسی ضرورت ہوتی ہے ویساہی اوکی زبان سے نکل جاتاہے۔

یہ امر بہی تعجب مین ڈالنیوالاہے کہ ذی علم مصنف نے حضرت ابوبکر کے اعتبار لیاقت کے لئے مجمع کی قید جہان انتخاب ہوا لگائی ہے۔کیا اوس مجمع کے لئے خلیفہ منتخب کرنے کی ضرورت تہی! مگر نہین۔حضرت ابوبکر تو کل امت رسول اور کل مسلمانون کی سلطنت اسلام کی خلیفہ قبول کئے گئے ہین۔ایسی حالت مین کل امت رسُول اور کل مسلمانون حاضر وغیر حاضر سے کسی ایسے شخص کا منتخب کرنا لازم ہتا کہ جسمین فضیلت سے وہ اوصاف ہون جو عموماً سلطان ہونے کے لئے ضروری ہین۔لیکن باثر، اور بزرگ، اور معمر، ہونے کے اوصاف کہین اصول انتخاب مین نہین ملتے۔یہہ بہی سمجہہ مین نہین آتا کہ باثر ہونے کی کیا مراد ہے؟ آیا یہ مراد ہے

حضرت ابوبکر کے باثر ہونے کی حقیقت

کہ وہ جسقدر اوصاف انبیاء اور حکمار نے جسکا اشارہ قرآن مین موجود ہے اخلاق حمیدہ کے قرار دئے ہین وہ کسی شخص مین ایسی نوعیت سے موجود ہون کہ اون کا اثر وہ ہر دوسرے شخص پر ڈال سکے۔

مجہکو یقین نہین آتا کہ کوئی شخص قایل اس صفت کا حضرت ابوبکر مین ہوسکے۔اگر حضرت ابوبکر مین یہہ صفت ہتی تو افسوس ہے کہ زمانہ نے اون کو خلیفہ کی جگہہ پیغمبر کیون نہ بنایا۔ذی علم مصنف کو چاہئے ہتا کہ۔بجائے صفت باثر کے یہہ کہتے کہ وہ سب سے زیادہ لیاقت خلافت حضرت ابوبکر مین تہی،

حضرت ابوبکر کے بزرگ اور معمر ہونے کی حقیقت

بزرگ اور معمر، کی صفت نہین معلوم ہوتا کہ آیا وہ ایک ہی صفت کا بیان ہے کہ ہم معنی الفاظ فارسی اور عربی مین اوسکو لائے ہین یا بزرگ کا لفظ بمعنی مقدس کے بولا ہے۔

اگر بزرگ اور ہمسر ہم معنی ہین جس سے مراد کبیر السن ہی ہوتی ہے تو اون سے زیادہ عمر کے لوگ بہی اوسوقت موجود تہے یہان تک کہ خود حضرت ابوبکر کے باپ حضرت ابوقحافہ اوس وقت زندہ تہے زیبا یہ تہا کہ اون کے والد بزرگوار کو خلیفہ مقرر کردیا جاتا بیٹے کو باپ پر سن کی فضیلت دیکر خلیفہ مقرر کرنا اگر قابل مضحکہ امر نہین تو حیرت ناک ضرور ہے کہ ان دونون حالتونمین سننے والون کا منہ کہلتا ہے۔

اگر بزرگ سے مراد مقدس ہے تو اون کا ایسا تقدس جو سب سے زیادہ ہو ذی علم مصنف کو بیان کرنا ضرور تہا۔

حضرت ابوبکر کے فوراً منتخب ہوجانے کی کہانی حضرت عمر کی زبانی

یہہ رائے ذی علم مصنف کی کہ وہ حضرت ابوبکر کا فوراً انتخاب ہوجاتا لیکن لوگ انصار کی بحث و نزاع مین پہنس گئے تہے ایک ایسی رائے ہے کہ جسکی کوئی سند نہین، نہ روایت نہ درایت، اور خلاف قول حضرت عمر کے ہے جو اونہون نے خطبہ اپنے عہد مین جبکہ سرگذشت سقیفہ بنی ساعدہ ظاہر کی ہے فرمایا ہے کہ ”سقیفہ بنی ساعدہ مین انتخاب حضرت ابوبکر کا فلتہ“ بے سوچے سمجہے ناگہان ہوا اور خدا نے اوسکی شر سے ہمین بچا لیا“ جسکی مراد یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے نزاع کی باعث عجلت اور گہبراہٹ مین بے سوچے سمجہے جو انتخاب اون کا ہوگیا اوسمین اندیشہ شر کے پیدا ہوجانے کا تہا جس سے خدا نے بچا لیا اگر کسی دوسرے محل اور وقت پر موقع انتخاب خلیفہ کا ہوتا اور سوچ سمجہکر انتخاب کیا جاتا تو حضرت ابوبکر کا انتخاب نہوتا برخلاف اس کے ذی علم مصنف[۱]

[۱] تاریخ الخلفا للسیوطی مطبوعہ لاہور و صحیحین صفحہ ۵۴ و الفاروق جلد ۲ ۱۲ منہ

یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ "اگر انصار کا جھگڑہ ہوتا تو فوراً اون کا انتخاب ہوجاتا" مسلمان غور کرلین کہ حضرت عمر کی رائے نسبت انتخاب حضرت ابوبکر کے قابل تسلیم ہے یا حضرت شبلی ذی علم مصنف اس عہد کی،

ذی علم مصنف نے یہہ نہین بتایا کہ "حضرت ابوبکر کا وہ فوراً انتخاب اگر انصار کے جھگڑے مین لوگ نہ پہنستے تو کس موقع پر اور کسوقت ہوجاتا؟ اور اوسکی کیا صورت ہوتی؟" آیا بعد وفات پیغمبرؐ جبکہ تدبیر تجہیز و تکفین ہو رہی تہی اور خانہ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر و عمر اور علی و عباس اور اون کے بیٹے اور حسنین اور فاطمہ موجود تہین اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہونے تو قبل دفن پیغمبرؐ کے خانہ پیغمبرؐ مین حضرت ابوبکر فوراً منتخب ہوجاتے؟ یا اگر انصار خانہ پیغمبرؐ مین آتے اوس وقت قبل دفن پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکر کا انتخاب فوراً ہوجاتا؟ یا بعد دفن پیغمبرؐ کے لوگ مسجد نبوی مین جمع ہوتے جسمین علیمرتضے اور بنو ہاشم اور دیگر مہاجر و انصار شامل ہوتے اوسوقت حضرت ابوبکر بلا نزاع اور اختلاف کے فوراً خلیفہ قبول کرلئے جاتے؟ یا جو شخص جہان موجود ہوتا خبر وفات رسولؐ پاکر فوراً حضرت ابوبکر کو خلیفہ مان لیتا؟

سوائے ان موقعون اور وقت و صورت کے اور کوئی موقع اور وقت اور صورت حضرت ابوبکر کے انتخاب اور قبول خلافت کے لئے پیدا نہین ہوسکتی ہے مگر بلحاظ اون واقعات اور حالات زمانہ کے جس نے لوگون کے ارادون اور خواہشون اور دل کی کیفیتون کو دکہا دیا حضرت ابوبکرؓ کا فوراً انتخاب اور قبول خلافت کسیوقت اور موقع اور حالت مین نہین ہو سکتا تہا بجز اوسی صورت کے جو پیش آئی اور جسکا ذکر حضرت عمرؓ نے کیا ہے۔

ذی علم مصنف نے پورے وہ واقعات اور وہ گفتگوئین کہ

کہ جو باہم حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور ابو عبیدہؓ مہاجرون کے اور انصار کے ہوئین تحریر نہین کی ہین جس سے معلوم ہو جاتا کہ کیا کیا حجتین اور استحقاق کے وجوہ مہاجرین موجودہ اور انصار نے پیش کئے تھے؟

اور وہ حجتین اور دلیلین کیا وقعت رکھتی تہین؟ اور اون سے کسکا استحقاق پیدا تہا؟ تاہم ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ ظاہر ہے کہ وہ وقت ایسا گہبراہٹ اور عجلت اور خوف کا تہا کہ انتخاب کے متعلق اوس مجمع مین کسیکی رائے کو یہ نہین کہا جا سکتا کہ صحیح تہی خصوص اس حالت مین کہ ہر کسی نے پیغمبرؐ کی مرضی اور منشار کو یا اون کے کسی قول یا فعل کو جو تجویز خلیفہ کے متعلق ہو سکتا تہا اپنے دل سے فراموش کر دیا تہا اور اپنی نظر کو وہان تک نہین پہونچنے دیا تہا جس ایسی حالت انتخاب کو حضرت عمرؓ نے فلتۃ یعنی بے سوچے سمجھے "ناگہان" قبول کیا ہے اور خدا نے جس کے شر سے بچا لیا تہا۔ ایسے انتخاب کو کوئی صحیح قبول کر سکتا ہے؟۔

مہاجرین سقیفہ کی حالت

تین چار مہاجر جو اس وقت موجود تھے اون مین سے ہر ایک اپنے اوپر دوسرے کی فضیلت قبول اور اوس کو انتخاب کر کے اوس کے ہاتھہ پر بیعت کرنا چاہتا تہا اور وہ قبول خلافت سے انکار کرتا تہا۔ حضرت عمرؓ نے بزور ہاتھہ حضرت ابوبکرؓ کا دبا کے کہ اون مین دو آدمیون کی فوتہ تہی بیعت کی ہے[1]

کیا یہہ امر قابل تعجب اور افسوس کے نہین ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو قابل کسی منصب کے قرار نہ دیتا ہو اور قبول خلافت سے انکار کرتا ہو خلاف شریعت کے بالجبر اوسکو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔؟

یہہ انتخاب اوس حیثیت سے نہین تہا کہ تمام مہاجر اور انصار

---

[1] صفحہ ۲۲۰ ریویو ہذا ۲؎ تاریخ طبری و دیگر کتب تواریخ۔

حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف کے بیعت کرنیکی حقیقت

اور اصحاب رسولؐ اور تمام خلقت نے کسی مجمع مین اتفاق کرکے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا ہو بلکہ بقول خود ذی علم مصنف کے، "سقیفہ بنی ساعدہ مین الفاظ کی بحث و نزاع کے طول سے قریب تھا کہ تلوارین کھیچ جائین اول حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدیا اور حضرت عثمان اور حضرت ابوعبیدہ جراح اور عبد الرحمن بن عوف نے ہاتھ بڑھائے" لیکن اس وقت حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف کا بیعت کرنا تسلیم نہین ہو سکتا کیونکہ دوسری روایت سے عبد الرحمن بن عوف اور حضرت عثمان کا بیعت کرنا مسجد نبوی مین اوس وقت واضح ہوتا ہے کہ جب بنی امیہ حضرت عثمان کے پاس — بنی زہرہ سعد اور عبد الرحمن بن عوف کے پاس جمع ہوئے اور بنی ہاشم علی کے پاس، اور اون کے ساتھ زبیر بن العوام بھی تھے۔

حضرت عمر کے تہدیدی اشتعالک سے حضرت عثمان و بنی امیہ اور عبد الرحمن بن عوف نے معہ قبیلہ بنی زہرہ کے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور علی اور عباس و زبیر معہ اپنے ساتھیون کے اٹھکر اپنے گھرون کو چلے گئے جسکا صاف

حضرت ابوبکر کا انتخاب مشورہ اور اتفاق سے نہین ہوا۔

نتیجہ یہہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کا انتخاب کسی مشورہ اور اتفاق سے قطعی نہین ہوا۔ بلکہ مہاجرین مین سوائے حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح کے اور کوئی وہان موجود ہی نہ تھا۔

حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کے ہاتھ مین ہاتھ دیدینا اور کسی دوسرے کا ہاتھ بڑھانا جس حیثیت سے ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین اوس سے صورت انعقاد و خلافت کی حضرت ابوبکر پر اور اون کے ہاتھ پر بیعت کی پیدا نہین

ہوتی تھے -- بصورت ظاہر الیسا عمل محض لغرض باز رکہنے انصار کے اون کے دعوے سے تہا نہ کہ حقیقی انتخاب حضرت ابو بکر کا اور اون کے ہاتہہ پر بیعت صرف ایک چال تہی کر چلگئی -

حضرت ابو بکر سے بیعت کے لیئے تمام خلقت کے ٹوٹ پڑنیکی حقیقت

یہہ امر کہ "پہر تمام خلقت ٹوٹ پڑی" صحیح نہین ہے - سقیفہ مین نہ تمام مخلوق ہتی نہ تمام مخلوق اون پر ٹوٹ پڑی ہے - البتہ کتب تواریخ سے یہ ضرور پایا جاتا ہے کہ بعض انصار نے سقیفہ مین بیعت کی لیکن سعد بن عبادہ انصار کے سردار نے تا دم مرگ حضرت ابو بکر و عمر کے ہاتہہ پر بیعت نہین کی اور جب اون سے حضرت ابو بکر نے کہلا بہیجا کہ "اب تو تمہاری قوم نے بہی بیعت کر لی ہے تم ہی آؤ اور بیعت کرلو" اونہون نے جواب دیا کہ "قسم خدا کی جب تک میرے ترکش مین جتنے تیر ہین ان سب سے تمکو مجروح نکرلون اور تم سے اپنی تلوار اور نیزے کو خضاب نہ کرلون اور جب تک تلوار میرے ہاتہہ مین رہیگی خدا کی قسم ہرگز بیعت نکرونگا"

جب اون پر بیعت کے لئے تہدید کی گئی ہے "تو قیس لیسر سعد نے ایک دن حضرت عمر سے کہا کہ میری نصیحت قبول کرو، سعد نے قسم کہائی ہے کہ تمہاری بیعت نکریگا اور اوس سے بالجبر بیعت نہ لینی چاہئے اور نہین تو اوسکے قتل کے ساتہہ قبیلہ خزرج قتل ہو جائیگا اور قبیلہ خزرج کے ساتہہ قبیلہ اوس اور قبیلہ اوس کے ساتہہ اہل یمن، اور یہہ مقدور تمہارا نہین ہوسکیگا اور تمہاری ضعف سے زیادہ ہے"

سعد بن عبادہ کا قتل

"عہد خلافت حضرت عمر مین سعد بن عبادہ سعد بن عبادہ ایک روز بازار مدینہ مین ملے - حضرت عمر نے کہا کہ ای سعد بیعت کرو یا اس شہر

سے باہر چلے جاؤ۔ سعد نے کہا کہ جس شہر میں تم امیر ہوا اوس میں رہنا میرا احرام ہے اور شام کو چلے گئے۔ آخر کار سعد بن عبادہ کو بخاطر حضرت عمر کے شام کے باغ میں خالد بن ولید نے کچھہ تیر انداز ساتھہ لیجاکر درختون کی آڑ میں تیر سے قتل کیا اور پیش حضرت عمر جو سعد سے ناخوش تھے خون سعد سے اپنی سرخروئی حاصل کی۔

سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کی بیعت کے بعد دوسرے لوگون نے تدبیرون اور کوشش کے بعد جس کسی نے بیعت کی ہے آہستہ آہستہ اوقات مختلف پر بیعت کی ہے

مالک بن نویرہ کا قتل

قصہ مالک بن نویرہ تمام کتب تواریخ مین درج ہی کہ وہ سردار قوم بنی حنیف عرب بادیہ سے تہا اور وہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہونا قبول نہیں کرتا تہا اور اوس نے حضرت ابوبکر کے روبرو کچھہ گفتگو کی وہ قایل تہا کہ علیمرتضے کو رسول نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے مالک بن نویرہ کو مانعین زکوۃ سے قرار دیا حالانکہ اوس نے صدقات کو اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کردیا اور یہ کہتا تہا کہ پیغمبر نے ہمکو یہ حکم نہین دیا ہے کہ ہم تم کو زکوۃ دین اور نہ تمکو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہم سے زکوۃ طلب کرو۔ پھر کسواسطے تم ہم سے زکوۃ مانگتے ہو کہ جس کے طلب کے لئے خدا اور رسول نے تمکو مقرر نہین کیا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر نے خالد کو معہ ستو سوار کے اوس کے قتل کرنے کے لئے بہیجا اور خالد نے وہ کہ سے اوس کو اور اوس کی قوم کو قتل کرکے قوم کے زن و فرزند کو اسیر کیا جو غلام اور لونڈیان بنائے گئے اور خالد نے زوجہ مالک پر شب قتل اوس کے تصرف کیا۔ حضرت عمر خالد کو واجب القتل قابل سزا جانتے تھے

اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر پر خلقت ٹوٹ نہین پڑی تھی بلکہ اون کے انتخاب کو کچھہ خلقت ناجائز جانتی تھی مگر ایسے لوگون کا قتل و قمع کیا گیا۔

اگر تمام خلقت حضرت ابوبکر پہ ٹوٹ ہی پڑتی تو اوس سے صحت انتخاب

لازم نہین آسکتا تہا۔

تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ عام خلقت کم عقل ہوتی ہے مگر خاص اونکے عقلا رسے ہوتے ہین۔ ہمارے ہندوستان مین عام خلقت کے لئے "بہیڑیا چال" مشہور ہے کہ جس طرف کو بے سوچے سمجھے اور گڑہا کہائی بغیر دیکھے ایک بہیڑ مونہہ اوٹہادیتی ہے اوسی کے پیچھے بہیڑین چلی جاتی ہین۔

صحت انعقاد خلافت کے لئے ارباب دانش کا جسکو علمار نے اہل حل و عقد کہا ہے اتفاق اور شریک مشورہ ہونا ضرور ہے۔ ذی علم مصنف کی تحریر سے یہ تو ظاہر ہے کہ "ارباب حل وعقد نے حضرت ابوبکر کو مشورہ کرکے بالاتفاق خلیفہ قرار نہین دیا" مگر یہ ظاہر نہین ہوتا ہے کہ کس کس صحابی نے مہاجرین سے اون کا بہ دل خلیفہ ہونا قبول کرکے بیعت کی جس سے حضرت ابوبکر پر بیعت کی کیفیت منکشف ہوکر عام خلقت کا ٹوٹ پڑنا ظاہر ہوجاتا۔ لیکن

ذی علم مصنف کے خیال مین حضرت ابوبکر پر عام خلقت کے ٹوٹ پڑنے کے بعد صرف بنوہاشم باقی رہگئے تھے اون کا بیان یون کرتے ہین کر "اس

بنی ہاشم کے ساتھہ سلوک عدم بیعت ابوبکر پر۔

کارروائی (حضرت ابوبکر کے ہاتہہ مین ہاتہہ دیے جانے اور عام خلقت کے ٹوٹ پڑنے) سے ایک اوٹہتا ہوا طوفان رک گیا اور لوگ مطمئن ہوکر کاروبار مین مشغول ہوگئے۔ صرف بنی ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر مین وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمر نے بزور اون سے بیعت لینی چاہی لیکن بنوہاشم حضرت علی کے سوا اور کسی کے آگے سر نہین جہکا سکتے تھے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر مین نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہ کے گھر کے دروازہ پر کہڑے ہوکر کہا کہ یا بنت رسول اللہ

خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہین تاہم اگر آپکے ہان لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو مین ان لوگون کی وجہہ سے گھر مین آگ لگا دونگا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہین کرسکتے کیونکہ اس روایت کے رُواۃ کا حال ہمکو نہین معلوم ہوسکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہہ نہین ہے۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھہ بعید نہین۔ حقیقت یہ ہے

حضرت عمر کی تیز مزاجی اور بے اعتدالیان بمقابلہ جناب سیدہ

کہ اس نازک وقت مین حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھہ جو جو کارروائیان کین اون مین گو بعض بے اعتدالیان پائی جاتی ہون۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اہنین بے اعتدالیون نے اوٹھتے ہوئے فتنون کو دبا دیا، بنو ہاشم کی سازشین اگر قائم رہتین تو اسیوقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیان برپا ہو جاتین جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقع ہوئین"

اگرچہ یہ امر صحیح نہین ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ کے گھر مین لوگ جمع ہوکر مشورہ کرتے تھے اوس وقت سوا بنو ہاشم کے کل مہاجر و انصار نے حضرت ابوبکر کا خلیفہ ہونا قبول کرلیا تہا یا اون کے ہاتھہ پر کل مہاجر و انصار کی بیعت ختم ہو گئی تھی اور صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر قائم رہ گئے تھے تاہم اس تحریر سے یہ امر ظاہر ہے کہ بنو ہاشم نے، جنکا خاندان سردار قریش اور سردار ملک عرب کا رہا ہے اور خود سید العرب علیہم تضلے نے جن کے سوار اور کسی کے اگے بنو ہاشم سر نہین جہکا سکتے تھے اور یہ ہی خاندان عرب مین خاص النخاص تہا، حضرت ابوبکر کو خلیفہ قبول نہین کیا تہا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ قرار پانے کے خلاف مشورہ کرتے تھے۔ اور درحقیقت سوا بنو ہاشم کے دیگر صحابہ رسول

جنکا ذکر کتب تواریخ مین درج ہے مثل طلحہ، و زبیر اور سعد بن ابی وقاص، و مقداد بن اسود، و سعد بن عبادہ، اور اسید بن الحصین اور سلمہ بن اسلم و سلمان فارسی نے تخلف بیعت حضرت ابو بکر سے کیا تھا اور خانہ فاطمہ مین مشورہ کے لئے جمع ہوتے تھے اور علی مرتضےٰ کی طرف میل اور رجحان رکھتے تھے۔

جب علی مرتضےٰ اور بنو ہاشم اور دیگر صحابہ رسول صلعم جو اہل حل و عقد کا رتبہ رکھتے تھے اور عام خلقت سے نہین تھے سقیفہ مین موجود نہ تھے تو چاہیئے تھا کہ ان صحابہ اور بنو ہاشم کی رائے کا انتظار کیا جاتا کہ ان کی تعداد اوس تعداد سے بہت زیادہ تھی کہ جنہون نے سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابو بکر کو خلیفہ قرار دیا تھا اور اول بیعت کی تھی یعنی حضرت عمر و ابو عبیدہ جراح، مگر نہین اون کو اون کی حالت پر نہین چھوڑا خصوص بنی ہاشم، اور اون مین سے خاص النجواص علی مرتضےٰ کے ساتھ حضرت ابو بکر کے قبول خلافت کیلئے اون شدائد کا برتاؤ کیا گیا جس کا ایک شمہ ذی علم مصنف نے ظاہر کر کے قبول کیا ہے اور حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی کے حرکات کو اون کی بے اعتدالیون سے تعبیر کیا ہے کہ جنکو ہمیشہ علماء ہم پہلو ذی علم مصنف کے چھپاتے رہے ہین حالانکہ وہ واقعات شدائد کافی تفصیل سے کتب تواریخ اسلام مین درج ہین لیکن وہ شدائد فاطمہ اور علی اور حسنین علیہ السلام پر اور تندی اور تیز مزاجی کا وصف اور اون کی وہ حرکت بے اعتدالیون کی نہ کہین قانون اخلاق کے کسی باب مین ملتی ہین اور نہ کہین سیاست مدن کی کسی فصل مین۔

جس پہلو اور حیثیت سے ذی علم نے واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ لکھا ہے مراہل نظر تقلید کی عینک اوتار کر دیکھے کہ انتخاب حضرت ابو بکر کا بیجا ہوا یا بجا؟۔ اور وہ صحیح خلیفہ رسولؐ یا بادشاہ مسلمانون کے قرار پا سکتے ہین یا نہین؟۔

ذی علم مصنف نے بحث سقیفہ کے متعلق جو باتین غور طلب قرار دی تہین اون کو وہ دکہا چکے اور مجھکو بہی جو کچہہ ذی علم مصنف کی تحقیق اور رائے

سقیفہ مین حضرات شیخین کو کیا کرنا چاہیے تہا؟ —

کی بابتہ کہنا تہا کہہ چکا ۔ لیکن مجھکو اپنی طرف سے یہ دکہانا باقی ہے کہ حضرت عمر و حضرت ابوبکر اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تہے تو اون کو وہان کرنا کیا چاہیے تہا؟ جسکا تعلق اوسی امر سے ہے جس کو سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث مین ذی علم مصنف نے امر اخیر قرار دیا ہے یعنی وہان جو کچہہ کیا وہ بیجا تہا یا بجا؟ ۔

جب حضرت عمر و ابوبکر جنازہ پیغمبر کو بے گور و کفن چہوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ مین پہونچے تہے راہ مین اون کو ابوعبیدہ جراح ملگئے جیساکہ کتب تواریخ اسلام مین موجود ہے اور غالباً وہی مخبر حضرت عمر کے ہونگے جنہون نے دیوار خانہ پیغمبر کے پیچہے سے حضرت عمر کو بلایا تہا اور اوس روایت مین جو ذی علم مصنف نے لکہی حضرت عمر نے اپنے بیان مین نام اون کا کسی مصلحت سے نہین لیا ۔

اوس وقت چاہیے تہا کہ انصار سے یہ کہا جاتا کہ قبل تجہیز و دفن پیغمبر کے اس امر کو کہ کس کو بعد رسول خلیفہ قبول کیا جائے ملتوی رکہو ۔ آؤ چلو، اول پیغمبر کے جنازہ سے فراغت کرلین پہر مسجد نبوی مین یہ امر طے کر لیا جاوے گا کہ اوس وقت تمام مہاجر و انصار موجود ہونگے ۔ اگر انصار اس امر کو نہ مانتے تو انصار کے سامنے جیسا کہ "الائمۃ من قریش" بیان کیا تہا پیغمبر کا بطور نقضے کی نسبت استخلاف یا مرضی اور منشار پیغمبر جو بمنزلہ استخلاف کے تہا جس کو حضرت عمر وغیرہ جانتے تہے اپنی سچائی دل سے ظاہر کرتے کہ بہت کچہہ اوس کے متعلق پیغمبر فرماچکے تہے اور عمل کر چکے تہے اور وہ پیغمبر کا ارشاد و عمل ایسا دیرینہ نہین ہوگیا تہا کہ یہ حضرات

سلہ صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۶ ۔ ریویو ہذا ۔

اوسے بہول گئے ہوں بہت کچہہ ان حضرات کی نگاہ میں تازہ تہا۔
درحقیقت بعد وفات رسول اللہ مین امر غور اور تحقیق طلب تھے (۱) آیا قرآن مین کوئی ہدایت یا حکم تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول اللہ کوئی جانشین ہو؟ (۲) اگر قرآن مین ایسی کوئی ہدایت یا حکم نہین تہا تو قول رسول اللہ مین ایسا کوئی حکم اور ہدایت تہی یا نہین؟ - (۳) اگر قول رسول مین بہی ایسا کوئی حکم اور ہدایت نہین تہی تو رسول اللہ کے طرز عمل سے ایسا کوئی قیاس پایا جاتا تہا یا نہین کہ بعد وفات رسول کون شخص خلیفہ قبول کیا جاسکتا ہے؟ سقیفہ بنی ساعدہ مین جہان ابتدائی بحث تقرر خلیفہ کی ہوئی وہان امور مذکرہ کی بابت کوئی بحث پیش نہین ہوئی اور نہ اوسپر کوئی مباحثہ ہوکر تقرر خلیفہ کا ہوا پس جب تک کہ اُن امور پر بحث ہوجاتی تب تک کسیکا خلیفہ رسول مقرر ہونا صحیح قرار نہین پاسکتا اور بغیر بحث امور مذکرہ کے جو کسیکو خلیفہ قبول کیا گیا وہ مطابق دین اسلام کے خلیفہ رسول نہین سمجہا جاسکتا ہے اور کل مسلمانون پر اوس کی اطاعت لازم نہین آسکتی ہے کیونکہ ایسا تقرر ادن لوگون کی رائے سے عمل مین آیا ہے جو نہ خود اپنے لئے دعوے دار عصمت اور محفوظ عن الخطا ہونے کے تھے، نہ اوس کے لئے جسکو مقرر کیا گیا اور نہ وہ خود اپنے لئے جو مقرر کیا گیا - بلکہ ایسا تقرر مثل روئیدگی خس و خاشاک کی ہے جو اعلے ترین عمارتون پر پیدا ہو جاتی ہے اگر اس روئیدگی کو اور خس و خاشاک کو سالانہ مرمت مین صاف نہ کیا جائے تو عمارت کی خوبصورتی اور استحکام کو گزند پہونچتا ہے۔

علی مرتضےٰ کے بعد پیغمبر صلعم خلیفہ ہونے کے دلائل

یہ امر بہت قابل تعجب کے ہے کہ حضرت ابوبکر نے قریب اپنی رحلت کے حضرت عمر کے لئے استخلاف کیا - اور حضرت عمر نے (جبکہ اون کو اپنے زخم شکم سے امید

زلیست کی نہین رہی تہی) مجلس شورے کی ممبر مقرر کر کے تعین خلیفہ اون پر منحصر رکہا کہ جو بذریعہ وصیت کے استخلاف ہے۔ حضرت عثمان کو اپنے ایسے قتل کے سبب سے کہ جسمین ذرا بہی مہلت زلیست نہین ملی موقع کسی کے استخلاف یا امر خلافت کے انتظام کا بعد اپنے بذریعہ وصیت کے مطلق نہین ملا۔ ورنہ وہ بہی مثل حضرت ابوبکر و عمر کے جنکی سیرت پر عمل کرنا وقت قبول خلافت قبول کیا تہا کسی کا استخلاف یا کسی کے لیئے وصیت کر جاتے۔

طریقہ استخلاف شیخین نے کہان سے سیکہا تہا؟

اب یہ سوال ہے کہ اگر پیغمبر استخلاف نہین کر گئے تہے یا پیغمبر سے وہ امور جو بمنزلہ استخلاف کے ہون سرزد نہین ہوے تہے یا پیغمبر کا منشا اور مرضی اس امر کے لیئے ظاہر نہین ہوا تہا تو مسئلہ یا طریقہ استخلاف یا بذریعہ وصیت کے تعین خلیفہ جو بمنزلہ استخلاف کے ہے حضرت ابوبکر و عمر نے کہان سے سیکہا تہا؟۔

کیا حضرت ابوبکر اور کیا حضرت عمر نے پیغمبر کی صحبت مین دین اسلام کی اسقدر بہی تعلیم نہین پائی تہی کہ وہ یہ جان سکتے کہ مذہب اسلام ہیبر وملت ابراہیم کا ہے؟۔ جو امور ملت ابراہیم کے بعد حضرت اسمعیل کے لوگون نے خراب کر دیے تہے اون کی اصلاح پیغمبر صلعم نے امر و نہی کے ذریعہ سے کی اور جن امور مین کہ تفصیل کی ضرورت تہی اون کو صراحت سے بیان فرما دیا

ملت ابراہیم کے طریقہ جانشینی مین آنحضرت نے کچہہ تغیر نہین کیا

اور جو امور کہ صحیح طور پر برقرار چلے آتے تہے اون کو قبول کر کے صرف تازہ کر کے دکہا دیا۔ اون مین نہ کسی امر کی حاجت تہی نہ نہی کی اور نہ کسی تفصیل کی، اور امر جانشینی اسی صورت آخر کو شامل تہی جسکو پیغمبر نے تازہ کر کے دکہا دیا تہا۔

گیا اونہون نے یہی یہ نہین سمجہا تہا کہ مذہب اسلام مین دین و دنیا دو

چیزین علیحدہ علیحدہ نہین ہین اور قرآن صرف مجموعہ پند و نصائح کا نہین ہے بلکہ اوس مین اور شریعت مین جو قرآن کے موجب پیغمبر نے قرار دی امور تمدن اور سیاست مدن، قائم کئے گئے ہین - اور اصول سیاست مدن، مذہب اسلام مین اکثر وہی امور تسلیم کئے گئے ہین جو قدیم حکمار اور فلاسفرون نے اور انبیار، سابقین کے مسلمہ تھے - ؟ اور

علی مرتضے کے بعد پیغمبر خلیفہ ہونے کی تائید دستور قدیم ملک عرب سے

کیا دستور ملک عرب یہی معلوم نہین تہا کہ جزیرہ عرب مین شیوخ یعنی سردارا قبایل کے ہاتھہ مین ہر ایک قبیلہ کی حکومت ہوتی تھی جو شخص بہ سبب دولت یا بوجہہ کسی صفت کے تمام قبیلہ مین اعلے گنا جاتا تہا وہی اوس قبیلہ پر حکومت کرتا تہا اور مجموعہ شیوخ تمام قبائل کے جزیرہ عرب پر اسیطرح حکومت کرتی تھے - صلح و جنگ انفصال خصومات بالکلیہ انہین شیوخ کے ہاتھہ مین تہا -
اور ہر قبیلہ و قوم مین ایک امیر جو اپنے خاندان مین کسی وجہہ سے افضل ہوتا تہا چلا آتا تہا اور بعد ایک دوسرے کے قوم و قبیلہ بلکہ اوسی خاندان والے اوسی کے قریب تر رشتہ دار افضل کو امیر قبول کر لیتے تھے ؟ -

کیا یہ بہی نہین جانتے تھے کہ قبیلہ قریش مین نسل حضرت اسمعیل سے حضرت ہاشم کو امارت قوم اور حفاظت خانہ کعبہ پہونچی اور اون سے یکے بعد دیگرے حضرت عبد المطلب جد پیغمبر اور حضرت ابو طالب پدر علی مرتضے پر منتہی ہوئی

اگر حضرت محمد صلعم پیغمبر نہ مانے جاتے تو اپنے دیگر اوصاف کی وجہہ سے بعد حضرت ابو طالب کے حضرت محمد صلعم امیر قبیلہ قریش کے بموجب دستور قدیم ملک عرب کے قبول کئے جاتے اور بعد اون کے علی مرتضے - لیکن حضرت ابو طالب کے اخیر زمانہ زندگی مین حضرت محمد کی صفت نبوت اور رسالت ظاہر ہونے لگی

اور بعد وفات حضرت ابو طالب کے مذہب اسلام نے جو تعدد امارت قبائل عرب کا تھا اوس کو مٹا کر کل قبائل عرب کو شامل امارت قبیلۂ قریش کے کر لیا۔ مگر دستور قدیم امارت اور خلافت کے متعلق جو چلا آتا تھا اوس وسعت قومی اور ملکی نے اوس مین کچھہ خلل نہین ڈالا بلکہ آنحضرت صلعم کو کل قبائل نے اپنا امیر اور سلطان قبول کر لیا اور اوسی دستور قدیم کو اوس وقت پیغمبرؐ نے قبول کر کے اور اپنے آپکو امیر کل قبائل عرب کا سمجھہ کر آہستہ آہستہ اور وقتاً فوقتاً اصلاح امور کل قبائل عرب کی کر کے اوس کام کو اپنے عہد مین پورا کر دیا۔

مثل اپنی ذات کے پیغمبرؐ کا علی سے کار تبلیغ رسالت لینا

کیا علیمرتضےٰ سے جب کوئی کام لیا جاتا تھا خواہ وہ محض امر تبلیغ رسالت سے متعلق ہو جیسے سورۂ برات کا کفار اور مشرکین مکہ پر پہونچانا جس مین علیمرتضےٰ نے ظاہر کیا ہے کہ مین رسولؐ خدا کا رسولؐ ہون[۱]، یا یمن کو ہدایت کے لئے علیمرتضےٰ کا بھیجا جانا جس مین اون کے ہاتھہ پر لوگ مسلمان ہوئے[۲]۔ خواہ وہ کام سرداری لشکر سے متعلق ہو۔ خواہ حملہ وقت جنگ سے ہو۔ خواہ کسی کام مین امانت ولفرت پیغمبرؐ کو علی سے مطلوب ہوتی تھی۔ اوس مین خصوصیت نیابت اور قائمقامی پیغمبرؐ کی نہین ہوتی تھی؟۔ یعنی جو کام بہ نفس نفیس خود پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہ کام پیغمبرؐ مثل پیغمبرؐ کی ذات کے علیمرتضےٰ علیہ السلام سے لیتے تھے اور بجائے اپنی اون کو سمجھتے تھے۔ اور علیمرتضےٰ اوسی حیثیت سے بہ قائمقامی پیغمبرؐ خدا صلعم

---

[۱] خصائص امام نسائی و تفسیر در منثور سیوطی و ازالۃ الخفاد ترمذی و عبر از ابن خلدون و تاریخ ابو الفدا و معالم التنزیل بغوی و تاریخ سعید بن مسعود گازرونی و ریاض النضرہ و ذخائر العقبے و تاریخ ابن کثیر و تذکرہ خواص الامۃ، و تفسیر ثعلبی و تفسیر شیخ فقیہ بن یوسف، و تفسیر تلخیص کواشی و عمدۃ القاری و فتح الباری شرح صحیح بخاری و جمع الجوامع و مناقب اخطب خوارزم و مستدرک حاکم ۱۲ منہ۔

[۲] کتب صحاح و مسند امام احمد جز اول صفحہ ۱۱۸ و اخطب خوارزم تاریخ خمیس روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹

ادس کو انجام دیتے تھے۔

علی کو پیغمبرؐ کا کبھی کسی کا ماتحت کرکے نہ بھیجنا

پیغمبرؐ نے علیمرتضیٰ کو کسی وقت اور کسی موقع پر کسی کا ماتحت کرکے نہین بھیجا البتہ حضرات شیخین کو علیمرتضیٰ یا کسی دوسرے کا اکثر ماتحت کیا ہے۔

پیغمبرؐ کا عملی کار تبلیغ رسالت کو اپنی زندگی مین بقبضہ علیمرتضیٰ رکھنا اور سلب نہ کرنا

پیغمبرؐ نے علیمرتضیٰ سے جو کام لئے۔ اور علیمرتضیٰ نے جو کارروائی کی اور ہر امر مین فتحمندی حاصل کی جس کا نتیجہ دین اسلام کا قائم ہو جانا اور قومی سلطنت سلمانون کی پیدا ہو جانا ہوا پیغمبرؐ نے ادس کارروائی کو اپنی زندگی مین علیمرتضیٰ کے قبضہ مین رکھا اور اپنے اخیر زمانہ تک علیمرتضیٰ کے ادس اختیار عملی کو سلب نہین کیا۔ جس سے مرضی اور منشاء پیغمبرؐ صریح ظاہر ہوتا تہا کہ وہ علی سے کار خلافت اور سلطنت ہمیشہ کو برابر لینا چاہتے ہین۔

طرق تقرری بادشاہ آئندہ

کیا حضرات شیخین یہ بہی اصول نہ جانتے تھے کہ کسی سلطان کے مرنے کے بعد تین ذریعے ادس کے خلیفہ یعنی جانشین اور بادشاہ آئندہ ہونے کے ہئے ہین۔ اول استخلاف۔ دوسرے قرابت تیسرے انتخاب ؟ ۔ یعنی کسی سلطنت اور خلافت فی الارض کا موجودہ سلطان اور بادشاہ اپنی زندگی مین جس کسی کے لئے استخلاف کر جاوے اور ادس کو اپنا ولیعہد مقرر کردے تو وہ استخلاف اور ولیعہدی ذریعۂ حق خلافت اور سلطنت کا ادس کے لئے ہوگا۔ اور اگر یہ نہو تو سلطان اور بادشاہ کا قرابت دار جو لائق تر ہو مستحق خلافت ہوگا۔ اور قرابت حق خلافت کے لئے ذریعہ ہوگی۔ اور اگر یہ بہی نہو تو وہ لوگ جو قابلیت انتخاب کرنے کی رکھتے ہین جس کسی کو منتخب کرین

منتخب خلیفہ یا بادشاہ مین چند ضروری اوصاف کا ہونا۔ لیکن ضرور ہے کہ انتخاب کے وقت شرافت خاندانی، اور علم، اور شجاعت، اور سخاوت کو پیش نظر رکھین۔

اگر کسی مین یہ سب اوصاف اعلےٰ درجہ کے موجود ہون اور سوائے اوس کی دوسرے کا انتخاب کیا جاوے تو وہ انتخاب غلط ہوگا۔

اگر حضرات شیخین ان امور کو نہین جانتے تھے تو چاہیے تہا کہ کسی عالم کو بلاتے اور اوس کے آنے تک معاملہ طے کرنے خلافت مین توقف کرتے جیسا کہ اپنے عہد مین بارہا علیمرتضےٰ سے دریافت کرکے امور اہم کے طے کرنے پر عمل کیا ہے۔ اور اگر اون امور کو جانتے تھے اور استخلاف پیغمبرؐ باشارا اور مرضی پیغمبرؐ جو بمنزلہ استخلاف کے تہی اوس کو نہین جانتے تھے یا نہین مانتے تھے تو قرب و قرابت رسول جو علیمرتضےٰ کو پیغمبرؐ کے ساتھہ تہا جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا تہا اور وہ بہی اصولاً ذریعہ استحقاق خلافت کا تہا اوس کو انصار کے سامنے پیش کرتے اگر شیخین نے اس سے بہی گریز کیا اور جس کی وجہہ اون کا دل جانتا ہوگا تو اون کو چاہیے تہا کہ امر انتخاب کو انصار کے سامنے پیش کرتے اور صحیح طریقہ انتخاب کا عمل مین لاتے اول کل صحابہ اور مسلمانون کو جمع کرکے یہ دریافت کرنا تہا کہ کون کون دعوے دار خلافت مین اور کیا کیا وجوہ اپنے استحقاق کے رکہتے ہین۔ پہر انتخاب کرنے والے افضیلت شرافت نسبی و خاندانی اور علم اور شجاعت اور سخاوت ہر دعوے دار کو پیش نظر رکہکر انتخاب کرتے۔

یقین کرنا چاہیے کہ جب اس صحیح طریقہ سے انتخاب کیا جاتا تو بہی سوائے علیمرتضےٰ کے کوئی منتخب نہین ہوسکتا تہا۔

علی مرتضےٰ کی شرافت نسبی شرافت نسبی اور خاندانی علیمرتضےٰ کی وہی

تھی کہ جو پیغمبرؐ کی۔ پدر پیغمبرؐ اور پدر علی مرتضےٰ فرزندان حضرت عبد المطلب ماں جائی بھائی تھے۔ پیغمبرؐ اور علی مرتضےٰ کی دادی ایک تھین۔ بموجب ارشاد پیغمبرؐ کے پیغمبرؐ اور علی ایک نور ہین اور ایک جڑ سے دو شاخہ درخت ہین۔ علی کا گوشت اور خون پیغمبرؐ کا گوشت اور خون ہے۔

خدا نے قرآن مین علی کو نفس پیغمبرؐ فرمایا ہے۔ علی سے بہتر شرافت نسبی اور خاندانی مین بعد پیغمبرؐ کے کوئی نہین ہو سکتا تھا۔

علی مرتضےٰ کا علم

علم علی مرتضےٰ کا وہی تھا کہ جو پیغمبرؐ نے اپنا علم تعلیم کیا تھا علی مرتضےٰ نے مثل فرزند کے اور پیدائش سے اپنی جوانی تک جب تک پیغمبر زندہ رہے زیر سایہ عاطفت پیغمبرؐ کے تعلیم و تربیت پائی اور شروع سے پیغمبرؐ نے اوسی دین پر اون کو چلایا کہ جسپر خود پیغمبرؐ تھے۔ علی مرتضےٰ نے برابر اوسی گھر مین تعلیم و تربیت پائی جس گھر مین کہ پیغمبرؐ تھے اور جس گھر مین کہ قرآن نازل ہوا تھا۔

شروع سے جیسے قرآن نازل ہوتا گیا ویسے ہی پیغمبرؐ اون کو سکھاتے تھے اور حقیقی معنے اور مراد ہر آیت کی علی مرتضےٰ پر ظاہر ہو جاتی تھی[1]۔

جو کچھ پیغمبرؐ پر القا ہوتا گیا وہی پیغمبرؐ علی پر القا کرتے گئے اوسی تعلیم خاص مین پیغمبرؐ نے تمام علم الہی اور علم اولین اور آخرین کی علی مرتضےٰ کو تعلیم دی اور تمام راز مذہب اسلام اور حقیقت دین کے بتا دئے[2]۔

علی مرتضےٰ کو ہمیشہ پیغمبرؐ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک خاص وقت ایسا ہوتا تھا کہ جیسا ایک خاص وقت پیغمبرؐ کو خدا کے ساتھ ہوتا تھا[3]۔ اسی وجہ سے

---

[1] اخطب خوارزم و تذکرہ خواص الامہ و زین الفتے از عاصمی و تفسیر در منثور سیوطی (عندہ علم الکتاب) و اتقان

[2] کتاب الافراد دار قطنی و اخطب خوارزم و مسند ابو یعلی و محب طبری در کتاب ذخائر العقبے و ریاض النضرہ و مسند امام احمد حنبل و خصائص نسائی۔ و زین الفتے علامہ عاصمی ۱۲ منہ

[3] خصائص نسائی و ارشاد مرشد صفحہ ۱۱۷۔ ۱۲ منہ

پیغمبرؐ نے علی کی نسبت فرمایا کہ "مجھکو یہ بمنزلہ ہارون کے ہے موسےٰ سے مگر بے شک بعد میرے نبی نہین ہے"[1] جس سے باستثنا امر نبوت کے یہ امور علی کے لیے باقی رہ جاتے ہین کہ وہ وزیر اور ناصر پیغمبرؐ تھے اور ناموس شریعت پر قائم ہونے والی اور تصریح کرنے والے کلیۃً واسطے احکام شریعت کے تھے اور خلیفہ ہونے پیغمبرؐ کا حق رکھتے تھے۔

حضرت موسےٰ نے خدا سے ہارون کے لیے یہی چاہا تھا کہ "کردے تو میرے واسطے وزیر میرے اہل سے ہارون میرے بھائی کو، اور استوار کر تو اوس کو میرے بار کے اوٹھانے اور شریک کر اوس کو تو کام مین میرے" ("واجعل لی وزیراً من اہلی ہارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری") وہی منزلت علی کی پیغمبرؐ نے فرمائی ہے اور یہ فرمانا پیغمبرؐ کا کہ "اقضیٰ کم علی بعدی"[2] اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قضا چونکہ انواع علوم کی طرف محتاج ہے۔ رسولؐ نے علی کو اول عمر سے تربیت دیکر بذریعہ علم کے اعلےٰ مراتب کمال نفسیہ کو پہونچا دیا تھا اور پیغمبرؐ نے جو یہ فرمایا کہ "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا"[3] اوس سے مقصود یہ ہے کہ۔ پیغمبرؐ علوم اسلامیہ اور اسرار حکمیہ کے منبع ہین اور قرآن اور سنت، علوم اسلامیہ اور اسرار حکمیہ کو شامل ہے اوس کے مصدر ہین اور اوس کو احاطہ کیے ہوے ہین۔ اور علی اوس اسرار اور علوم کی تفریع اور اجمال کی تفصیل سے ہدایت کرنے والے ہین اور احکام اوس کے کلیۃً جاننے والے ہین۔ اور قوت استعداد اون کی ایسی کامل ہوگئی تھی کہ اون کو بے راہبر کے چلنے مین کمال ہوگیا تھا اور بمقابلہ

---

[1] ینابیع المودۃ ومستدرک حاکم وسیرت ابن ہشام جزو ثالث صفحہ ۳۷ و ۳۸ ومطالب السؤل ومرقاۃ شرح مشکوۃ از ملا علی قاری وخصائص نسائی ۱۲ منہ
[2] روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۳۔
[3] کتاب مناقب ابن مغازلی وخصائص مولفہ ابوالحسن شاذان وترمذی مستدرک وجمع الجوامع سیوطی وتاریخ کبیر طبری وارشاد مرشد صفحہ ۵۳۔

تمام مخلوق کے اسرار کی مہولتین کرسکتے ہین اور ماخذ کے نزدیک ہوگئے ہین۔

اور یہ فرمانا پیغمبرؐ کا کہ "قرآن علی کے ساتھہ ہے اور علی قرآن کے ساتھہ اور حق اوسی طرف کو پھرتا ہے جس طرف کو علی پھرتا ہے" ظاہر کرتا ہے کہ علی کو ہر قسم کے علوم دینیہ اور حکمیہ مین اسقدر درجہ کا کمال ہوگیا تھا اور بعد پیغمبرؐ علی سے بہتر کوئی شخص عالم نہین تھا۔

علی مرتضےٰ کی شجاعت

شجاعت علیمرتضےٰ کی زمانہ پر ظاہر ہے کہ جب پیغمبرؐ کار رسالت پر مبعوث ہوئے اور مذہب اسلام کا ظاہر اور جاری کرنا چاہا علیمرتضےٰ نے زیر اطاعت پیغمبرؐ کے بلاخوف بہ کمال جرات اوس کی تعمیل کی اور کسی وقت اوس کی تعمیل مین علیمرتضےٰ سے سستی ظہور مین نہ آئی۔

امر رسالت مین پہلے مسئلہ توحید بذریعہ عمل کے جاری کرنا شرک کا مٹانا تھا اور شرک مٹ نہین سکتا تھا جب تک کہ وہ لوگ جو مزاحم اوس مسئلہ کے تھے اور سوائے ذات کبریائی وحدہ لاشریک کے دوسرون کو خدا قرار دیتے تھے وہ اور اون کے بت معبود نابود نہ کئے جائین۔

تمام نامور کفار اور مشرکین جو مسئلہ توحید کے مخالف تھے علیمرتضےٰ کے ہاتھہ سے قتل ہوئے۔ لڑائیون مین جن جن مقامات پر کہ اونہون نے جنگ کی اور شجاعان عرب کو قتل کیا اون کے مقامات حرب مشہور ہین۔ اور اون کی جنگ قیامت تک معروف رہیگی کبھی میدان جنگ سے فرار نہین کیا۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمے رہے اور کبھی کسی لشکر سے خوف نہین کھایا کوئی دشمن مقابلہ مین نہ آیا کہ زندہ پھرا ہو اور ایک ضرب نہین لگائی کہ حاجت دوسری کی رہی ہو۔ جو بہادر کہ آپکے ہاتھہ سے مقتول ہوا اوسکی قوم مباہات کرتی تھی۔

ا‌ه صواعق محرقہ۔

عمرو ابن عبدود مقتول کی بہن نے اپنے اشعار مین کہا ہے کہ اوس کا قاتل شجیع یگانہ و دلیر بے مثل پسر بادشاہ مکہ ہے اوس کے کشتہ کے لئے عیب و عار نہین اگر کسی اور کے ہاتہہ سے مارا جاتا تو عمر بہر اوس کو روتی۔ [۱]

علیمرتضے نے جیسے کفار اور مشرکین کو تہ تیغ اور مطیع کیا ویسے ہی تمام بت مکہ اور طائف کے بلا جہجک علیمرتضے کے ہاتہہ سے توڑے گئے یہان تک کہ نبیؐ کے دوش مبارک پر قدم رکھکر بالا دست بتون خانہ کعبہ کو علی نے زمین پر گرا دیا۔

علیمرتضے کی قوت بازو سے جو پیغمبرؐ کے قوت بازو تہے ہر قسم کی فتحمندیان حاصل ہوئین اور تمام واقعات کا نتیجہ مذہب اسلام کے قائم اور سلطنت کا قرار پا جانا ہے۔

مولوی احسان اللہ صاحب عباسی وکیل گورکہپور اپنی مصنفہ تاریخ اسلام مین لکہتے ہین کہ "ہوش سنبہالنے کے بعد علی سے ایسے ایسے نمایان کام ہوئے اور اشاعت اسلام مین ایسی کچہہ مدد ملی کہ آنحضرتؐ کے نزدیک یہ بہت ہی زیادہ ممتاز اور پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرتؐ کو اُن کے ساتہہ تہا اوس سے قطع نظر کرکے دیکہئے جب بہی مسلمانون کی جماعت مین علی سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تہا۔ شجاعت، تہور، راستی، اتقا، دانشمندی، سخاوت، توکل اسلام کے جان نثار محمدؐ صلعم پر جان قربان کرنے والے، جس پہلو سے دیکہو یہہ شخص اپنا ثانی نہین رکہتا تہا۔ اِن کو پیغمبری کا درجہ نہین ملا ورنہ ہارون نے موسیٰ کے ساتہہ اتنا نہین کیا جتنا علی نے محمدؐ صلعم کے ساتہہ کیا۔"

علی مرتضے کی سخاوت

علیمرتضے کی شجاعت جیسے مشہور زمانہ ہتی ویسے ہی اون کی سخاوت۔ حقیقت مین وصف سخاوت وصف شجاعت

[۱] تاریخ خمیس دیار بکری۔

کو لازمی ہے جس کسی مین وصف شجاعت ہوگا ضرور ہے کہ اوس مین وصف سخاوت ہو۔ قانون قدرت شجاع کو سخی بھی پیدا کرتا ہے۔

علیمرتضےٰ کی جود وسخا کے اون کی سیرت مین کثرت سے واقعات مروی ہین وہ نخلستان یہود مین اپنے ہاتھ سے پانی دیتے تھے یہان تک کہ ہاتھ زخمی ہو جاتے تہے اوس کی اجرت کو تصدق کرتے تھے اور خود پتھر شکم پر باندھ لیتے تہے۔ کبھی سائل سے "نہین" نہین کیا۔

اون کے واقعات سخا کا ذکر جابجا قرآن مین ہے۔ ایک وہ واقعہ ہی کہ "ایک سائل نے مسجد نبوی مین سوال کیا اوس کو کسی نے کچھہ نہ دیا پس بلند کئے اوس سائل نے ہاتھہ اپنے طرف آسمان کے اور کہا کہ خداوندا تو گواہ رہنا کہ اس وقت مین نے مسجد رسول مین سوال کیا پس کسی نے مجھکو کچھہ نہ دیا اور حضرت علی اوس وقت رکوع مین تہے اونہون اشارہ کیا دست راست کی اونگلی سے، طرف سائل کے اور اونگلی مین اون کی ایک انگشتری تہی، پس سائل نے آگے بڑھکے وہ انگشتری اون کی اونگلی مین سے اوتار لی اس پر "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وہم راکعون" یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ "سوائے اس کے نہین ہے کہ ولی تمہارا اللہ ہے اور رسول اوس کا اور وہ لوگ کہ ایمان لائے ہین، ایسے لوگ کہ قائم کرتے ہین نماز کو اور دیتے ہین زکوٰۃ درحالیکہ رکوع کرنے والے ہین"[۱]

ایک وہ واقعہ ہے کہ "علیمرتضےٰ نے تین روزے رکہے اور شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لئے اور حضرت فاطمہ نے اوس کو پیسا اور روٹیان پکائین

[۱] مرقاۃ شرح مشکوۃ وکنز العمال وتذکرہ خواص الامہ وکفایۃ الطالب ومناقب ابن مغازلی وتفسیر درمنثور تفسیر بیضاوی۔ تفسیر نیشاپوری تفسیر معالم التنزیل بغوی وتفسیر کشاف محی الدین عربی تفسیر کبیر رازی و تفسیر ثعلبی ۱۲۔ منہ والبطشۃ الالہیہ یعنی مناظرہ کلیمہ۔

تین روز تک مسکین و یتیم و اسیر نے آکر مانگا کہ "اے اہلبیت محمدؐ ہم کو کہانا دو" تین روز روٹیاں برابر اون کو اہلبیتؑ نے دیدین اوس پر سورہ دہر نازل ہوے "ویطعمون الطعام علے حبہ مسکینًا و یتیمًا و اسیرًا الخ" جسمین یہ آیت ہے" اور کہلاتے ہین وہ کہانا اوپر حب اوس (خدا) کے مسکین و یتیم و اسیر کو" ؎۱

ایک وہ واقعہ ہے کہ "ایک مرتبہ علی کے پاس سوا چار درہم کے اور کچہہ نہ تھا پس علی نے ایک درہم رات مین ایک درہم دن مین ایک درہم پوشیدہ ایک درہم علانیہ تصدق کردیا اوس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ" وہ لوگ کہ خرچ کرتے ہین

"الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرًا و علانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون" ؎۲	(راہ خدا مین) مال اپنے کو رات مین اور دن مین، پوشیدہ اور ظاہر، پس واسطے اون کے اجر ہے اون کا،

نزدیک پروردگار اون کے کے، اور نہین ہے خوف اون پر اور نہ وہ غمگین ہونگے"
یقین کرنا چاہیے کہ علیؑ مرتضےٰ سے افضل کسی مین وصف سخاوت بہی نہین تہا
اب غور کرنا چاہیے کہ ایسی حالت مین جو کچہہ حضرت عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ مین کیا وہ اون کو کرنا چاہیے تہا یا نہین؟ — اور حضرت ابوبکر کو جو خلیفہ قرار دیا وہ کس اصول پر مبنی تہا؟ اور کون مجبوری اون کے خلیفہ مقرر کرنے پر تہی؟ اور کس بنا پر کوئی کہہ سکتا کہ جو کچہہ ہوا وہ بجا تہا؟ ہان وہی اصول تہا جسکو خود حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ قرار دینا "فلتۃ" ناگہان بے سوچے سمجہے تہا جس کے شر سے خدا نے بچالیا" ؎۳

ایسے تقرر سے کوئی خلیفہ برحق قرار نہین پاسکتا اور نہ اوس کو یہ حق

؎۱ تفسیر بیضاوی تحت تفسیر آیہ یوفون بالنذر و زین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتی و تفسیر نیشاپوری و معالم التنزیل و کشاف ۱۲ منہ ؎۲ تفسیر معالم التنزیل بیضاوی ثعلبی واحدی تفسیر کبیر رازی۔
؎۳ صحیحین و تاریخ الخلفاء و الفاروق حصہ دوم ۱۲ منہ

ہوسکتا ہے کہ وہ کسی کے لئے استخلاف کرے - استخلاف کا حق وہ شخص رکھہ سکتا ہے جو

جائز اور صحیح طور پر بادشاہ قرار پایا ہو -

جن واقعات اور امور کو مین نے ظاہر کیا ہے اون کو ذی علم مصنف نے

حضرت ابوبکر کی خلافت پر رائے عمداً ترک کر کے اون پر کوئی محققانہ رائے

ہنین لکہی ہے اس لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچہہ ہوا اوس کے متعلق کوئی عندیہ

ذی علم مصنف کا کہ وہ بجا ہوا یا ہنین جاتا - اور جب تقرر حضرت ابوبکر خلافت پر

صحیح ہنین ہوسکتا کہ وہ کسی اصول پر مبنی تہا تو پہر حضرت عمر کو ہرگز حق ہنین تہا کہ وہ

حضرت ابوبکر کے لئے اون لوگون سے بزور بیعت لینا چاہین جو خانہ فاطمہ مین جمع

ہوتے تہے - جنہین فاطمہ علی اور حسنین علیہم السلام بہی داخل تہے اور نہ حضرت عمر کو یہ

جائز ہوسکتا تہا کہ وہ امادہ حضرت فاطمہ کے گھر جلانے کے ہوجا دین -

ایسی تہدیدز بر اطاعت لانے کے لئے اوس وقت روا ہوسکتی ہے جب کوئی صاف

یہ کہے کہ حضرت ابوبکر ایسے برحق خلیفہ تہے کہ علی وفاطمہ اور جو لوگ کہ فاطمہ کے گھر مین

جمع ہوتے تہے وہ سب باغی اور واجب القتل تہے -

ذی علم مصنف یا کوئی اور اوس فرقہ مسلمانون مین جس مین وہ اپنے آپکو

ظاہر کرتے ہین صریح اس بات کا قایل ہنین ہے کہ علی وفاطمہ اور جو لوگ کہ خانہ فاطمہ

مین جمع ہوتے تہے وہ باغی اور واجب القتل تہے - اس لئے اوس وقت جو کچہہ

تندی اور تیز مزاجی کے حرکات حضرت عمر سے سرزد ہوئے یا نہایت تیزی

اور سرگرمی سے جو کارروائیان کین جنہین بے اعتدالیان پائی گئین وہ سب

ناواجب اور بے محل قرار پائینگی -

ایک مشکل مسئلہ اہل سنت

یہ ایک عجیب مسئلہ مشکل جس کا

حل محال ہے تبولی کرایا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر کئے جانے سے جو تو

مخالفت کرنے والے تھے وہ قابل اطاعت حضرت ابوبکر ہی قرار دے جائین اور جو کوشش اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے کی جاوے اوس کو مکروہ اور ناپسند ہی کیا جاوے۔

امر صریح یہی ہے کہ یا تو مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت قرار دیا جاوے اور اون کے زیر اطاعت لانے کے لئے جو تہدیدی تدبیر عمل مین لائی گئی وہ روا اور پسندیدہ مانی جائے - یا مخالفت کرنے والون کو واجب الاطاعت نہ مانا جائے - اور اون کے زیر اطاعت لانے کی کوشش کو ناواجب کہا جائے۔

اگر علیمرتضےا معاملہ خلافت حق پر تھے اور خلافت حق اہلبیت پیغمبرم کا تھا تو حضرت ابوبکر کا نصب خلافت پر ناحق تھا اور علیمرتضے اور اہلبیت پیغمبر پر جو سختیان اون کے مطیع کرنے کے لئے کئے گئے وہ ناواجب تھے - اور

اگر حضرت ابوبکر کا نصب خلافت پر حق تھا اور علیمرتضے اور اہلبیت پیغمبرم واجبی نصب ابوبکر سے سرکشی کرنے والے تھے تو اون کے ساتھ اون کے مطیع کرنے کے لئے اوس سے زیادہ سخت عمل کرنا روا ہو سکتا تھا جو کچھہ کر کیا گیا۔

حل مسئلہ مشکل سے مصنف کا گریز اور اوس کا نتیجہ لازمی حضرت عمر سے بیزاری۔

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی محققانہ رائے سے اس مشکل مسئلہ کو صاف طے نہ کر کے اور حضرت عمر کی حرکات تندمزاجی اور بے اعتدالیون کو خلاف مسلک اپنے قدما کے قبول کر کے اپنے فرقہ کے مسلمانون کو اور زیادہ مشکل مین ڈالا ہے - لیکن اون کے فرقہ کے مسلمانون کو اگر سچی محبت اور مودۃ ذوی القربیٰ پیغمبرم کی ہے کہ جو امت پیغمبرم پر بموجب نص قرانی (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) کو واجب کی گئی ہے تو حضرت عمر کے حرکات تندمزاجی اور بے اعتدالیان جسقدر کہ

ذی علم مصنف نے بمقابلہ علی و فاطمہ اور حسنین کے قبول کی ہین کہ یہ سب ادہی گہر
ہین تھے جس کے جلا دینے کا ارادہ حضرت عمر نے ظاہر کیا ہے حضرت عمر سے نفرت
پیدا کرنے کے لیے کافی ہین ۔ مسلمان باسانی حرکات تند مزاجی اور بے اعتدالیون
حضرت عمر کا یہ نتیجہ نکال سکتے ہین جبکہ وہ یہ تصور کرین کہ پیغمبرؐ اوسوقت موجود تھے
جس وقت حضرت عمر سے وہ حرکات تیز مزاجی کے اور وہ بے اعتدالیان سرزد
ہوئین اور جس غرض سے کہ وہ سرزد ہوئین ۔ اور پہر سوچین اور ایمان
سے اپنے دل کی شہادت لین کہ اوس وقت پیغمبرؐ کی کیا مرضی ہوتی اور
پیغمبرؐ حضرت عمر کو مرحبا اور شاباش کہکر اون کی پشت ٹھونکتے یا کیا کلمہ
اون کے حق مین مونہہ سے نکالتے ۔ کیونکہ فاطمہ کے حق مین تو وہ یہ فرما گئے تھے کہ
فاطمہ پارہ جگر میری ہے جس نے اوسے اذیت دی اوس نے مجھے اذیت دی
اور جس نے مجھے اذیت دی اوس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت
دی پس وہ کافر ہے ۔"

مصنف کا عذر ثانی حضرت عمر کی بے اعتدالیون سے فتنہ کا دبنا۔

ذی علم مصنف نے جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر
کے خلیفہ مقرر ہونے پر بلا تحقیق اپنا عذر
ظاہر کیا ہے ویسا ہی یہ اون کا عذر ہے
کہ وہ انہین حضرت عمر کی بے اعتدالیون
نے اوٹھتے ہوے فتنون کو دبا دیا ۔ بنو ہاشم کی سازشین اگر قائم رہتین تو اوسی
وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیان برپا ہو جاتین
جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقعہ ہوئین ۔"

ذی علم مصنف کو پہلے یہ طے کرنا تھا کہ وہ فتنہ کیا تھا جس کو حضرت عمر
کی بے اعتدالیون نے دبا دیا ؟ ۔ اور وہ فتنہ کس نے اوٹھایا تھا ؟ اول فتنہ

کو تحقیق کر لیا جاوے تب اوس پر کوئی رائے دی جا سکتی ہے کہ آیا حضرت عمر کی
بے اعتدالیون نے اوس فتنہ کو دبا دیا - یا اوس فتنہ کو مضبوط اور مستحکم کیا -

مقصود فتنہ جسکو حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے دبا دیا -

ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذی علم مصنف حضرت ابو بکر کے نصب خلافت کی مخالفت
کو فتنہ جانتے ہین اور علیمرتضے و بنی ہاشم اور اون کے ساتھیون کو جو خانہ فاطمہ مین
حضرت ابو بکر کی خلافت پر مخالفت کا مشورہ کرتے تھے اور یہ چاہتے تہے کہ علیمرتضے
کو خلیفہ قبول کرین اون کو فتنہ پرداز سمجھتے ہین - اور یہ اون کے ذہن مین ہے کہ
حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوسی مخالفت کو جو فتنہ تہا دبا دیا - لیکن باعتبار
واقعات تاریخی کے جسپر مصنف نے توجہہ نہین کی ایسا نہین ہے -

فتنہ کیا تہا؟

بعد وفات پیغمبر اور قبل دفن پیغمبر معاملہ خلافت کی متعلق
جو امر کہ پیش آیا حقیقت مین وہ فتنہ تہا - چاہیے یہ تہا کہ بعد دفن پیغمبر معاملہ
خلافت کے متعلق جب کسی کو جو کچھ خیال تہا وہ بمجمع تمام صحابہ اور اکابر مسلمانون
کے پیش ہو کر طے کیا جاتا - لیکن ایسا نہین کیا گیا بلکہ ابتدا فتنہ کے
برپا ہونے کی یہ ہوئی کہ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہو کر امر خلافت کو
اپنے حق مین قائم کرنا چاہا حضرت عمر اور حضرت ابو بکر نے وہان پہونچکر اوس فتنہ
کو اس بنا پر تو نہ روکا کہ بعد دفن پیغمبر کے جس وقت کہ تمام صحابہ اور اکابر مسلمان
جمع ہون اوس وقت معاملہ خلافت کو طے کر لینا چاہیے بلکہ نزاع امر خلافت کو
اپنی ایک سمت مخالف انصار کے قائم کر گئے اور حضرت ابو بکر کو خلیفہ بنا کر فتنہ برپا
کیا -

در اصل معاملہ خلافت مین نزاع برپا کرنا فتنہ ہے - حضرت ابو بکر کے خلیفہ
مقرر ہونے کو نہ تسلیم کرنا یا اون کے نصب خلافت پر مخالفت کرنا فتنہ نہین ہو سکتا

خصوص علیمرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے تائید کرنے والے اور یہہ چاہنے والے کہ علیمرتضےٰ کو خلیفہ قبول کرین کہ جن کے یہان امارت قریش مدت سے چلی آتی تہی اور علیمرتضےٰ مین خلیفہ ہونے کی قابلیت ہرطرح تسلیم ہوچکی تہی اطلاق فتنہ پردازی کا ہرگز نہین ہوسکتاہے۔

اسی لئے مین شروع سے یہ کہتا چلا آتا ہون کہ ذی علم مصنف کو پہلے یہ صاف طے کرنا تہا کہ پیغمبرؐ نے علیمرتضےٰ کے لئے استخلاف نہین کیا یا علیمرتضےٰ کے خلیفہ ہونے کے لئے منشار پیغمبرؐ کا نہین تہا۔ یا علیمرتضےٰ حق خلافت پیغمبرؐ کا نہین رکہتے تہے یا اون مین خلافت کی قابلیت نہین تہی۔ اور حضرت عمر نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح اور برحق تہا۔

جب تک یہ امور صاف طور پر طے نہون تب تک علیمرتضےٰ اور بنو ہاشم اور اون کے ساتھی جو خانہ جناب فاطمہ مین واسطے مشورہ کے حضرت ابوبکر کی مخالفت پر اور علیمرتضےٰ کے خلیفہ قبول کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے نہ وہ فتنہ پرداز قرار پاسکتے ہین نہ اون کے اس امر کو فتنہ کہا جاسکتاہے۔ بلکہ

دراصل وہ مشورہ واسطے قائم کرنے امر حق کے قرار پاوے گا جس مین نزاع کرنے والون نے فتنہ اوٹہایا تہا اور اوس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے وہ مشورہ تہا اس بنا پر حضرت عمر کے لئے بے اعتدالیان واسطے دبانے فتنہ کے نہین سمجہی جاسکتین بلکہ واسطے استحکام فتنہ کے قرار پاتی ہین۔

علیمرتضےٰ نے حملہ کیون نہ کیا؟

لیکن اس مین شبہ نہین کہ بنو ہاشم کی سازشین تہین۔ بلکہ مخالفت حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر ہونے پر اگر اس حیثیت سے قائم رہتی کہ حضرت ابوبکر سے مقابلہ اور مقاتلہ کیا جاوے تو اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہ خانہ جنگیان مسلمانون مین برپا ہوجاتین جس کا نتیجہ بجز تباہی

اور بربادی اہل اسلام کے کر تازہ تہا اور کچہہ نہین ہو سکتا تہا - اسی وجہہ سے علیمرتضے نے کہ جن کے دیگر بنو ہاشم تابع تہے اور سوائے بنو ہاشم کے دیگر مہاجر صحابہ اور مسلمان اون کے ساتہہ تھے - حضرت ابو بکر کی خلافت مین خلل نہین ڈالا اور اون کو اون کی حالت پر چہوڑا جیسا کہ علیمرتضے نے ایک مقام پر مقابلہ سے ساکت رہنے کی یہی وجہہ ظاہر فرمائی ہے اور دوسرے مقام پر یہ فرمایا ہے کہ مین مدت تک سوچتا رہا کہ آیا مین حملہ کرون یا امر خلافت کے متعلق جو اندہا دہند کیا ہے اوس پر صبر کرون" اور بالآخر رائے صبر کی قرار پائی -

علیمرتضے کے عدم حملہ کے نتایج

حقیقت مین علیمرتضے نے جو اپنی مخالف خلافت پر حملہ نہین کیا اور اوس خلافت کی برداشت کی - یہ صبر و سکوت اون کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ معصوم تھے اور کوئی خطا اونسے سرزد نہین ہو سکتی تہی -

اون کے ایسے صبر و سکوت نے مسلمانون پر احسان عظیم کیا اور عموماً دین اسلام کو تباہ و برباد ہونے سے بچالیا -

یہ امر نہین ہے کہ حضرت عمر کی بے اعتدالیون نے اوس مخالفت کو جو بنی ہاشم کے خلیفہ مقرر ہونے پر تہی دبا دیا - نہ حضرت عمر کی تندمزاجی یا کوئی بے اعتدالی مخالفت بنو ہاشم کو دبا سکتی تہی - بلکہ خود علیمرتضے کی رائے مخالف خلافت پر حملہ کرنے کی نہین ہوئی - اور یہی مناسب سمجہا کہ مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چہوڑا جائے تاکہ دین اسلام اور قومی سلطنت مسلمانونکی محفوظ رہے -

اگر بنو ہاشم کی مخالفت کو حضرت عمر کی تیز مزاجی کے حرکات اور اون کی بے اعتدالیان دبانے والی ہوتین تو تاریخ اسلام مین مذکور ہوتا کہ جسوقت حضرت عمر سے تیز مزاجی کے حرکات اور اون سے بے اعتدالیان سرزد ہوئین اوسی وقت بنو ہاشم نے اطاعت حضرت ابو بکر کی قبول یا اون کے ہاتہہ پر بیعت کرلی -

تاریخ اسلام پر جب غور کیا جاتا ہے تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عمر کی

علیمرتضٰے کے ساتھیون نے اون کا اتباع کیا

تیز مزاجی کے حرکات اور بے اعتدالیون کی بنوہاشم اور اون کے ساتھیون نے کچھہ پروا نہیں کی - بلکہ جب اونہون نے خود علیمرتضٰی کی یہ رائے دیکھی کہ مخالف سلطنت پر حملہ نہ کیا جائے اور اوس کو اوس کی حالت پر چھوڑا جائے تب اونہون نے اتباع علی مرتضٰے کا کیا - اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی مخالفت سے باز آ رہے -

کچھہ شبہہ نہین کہ علیمرتضٰے نے اپنے صبر و تحمل سے اس وقت مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑ کر اوس جنگ سے کہ جو باہم مسلمانون کے ہوتی دین

جناب امیر کے عہد مین خانہ جنگیون کے اسباب -

اسلام کو تباہی اور بربادی سے بچا لیا - لیکن جو خانہ جنگیان آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ مین واقع ہوئین جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین وہ بے شک صرف درمیان علیمرتضٰے اور حضرت معاویہ کے نہین، بلکہ علی مرتضٰے اور بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر کے بھی اسی سبب سے باہم ہوئین کہ علیمرتضٰے نے جیسے مخالف خلافت کو اوس کی حالت پر چھوڑا تھا اور اوس پر حملہ نہین کیا تھا ویسا ان حضرات کی خواہش ہائے نفسانی اور طمع خلافت نے ہونے دیا - بعض نے نکث بیعت کر کے اور بعض نے خلافت علیمرتضٰے کو قبول نہ کر کے مثل فرزندان و عاملان عثمانی جسکا قبول کرنا ہر طرح سے اون پر لازم تھا مخالفت کر کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے کہ اوس وقت علیمرتضٰے پر رفع کرنا اوس فتنہ کا جو درحقیقت بغاوت تھی واجب تھا چنانچہ اوس فتنہ کے فرو کرنے مین بمقابلہ بی بی عائشہ اور حضرات طلحہ و زبیر علیمرتضٰے نے کامیابی حاصل کی اور بمقابلہ حضرت معاویہ کے فتنہ رفع کرنے مین ذرا کسر باقی رہی تھی کہ حضرت عمرو عاص و زبیر حضرت

حضرت معاویہ کی تدبیر سے اوس وقت جنگ ملتوی ہوگئی اور دوبارہ جنگ کے بندوبست مین علیمرتضے مصروف تہے کہ مسجد کوفہ مین اون کے زخم سر سے اونکی ریش مقدس مخضب ہوگئی جس کی خبر پیغمبر خدا نے دی تہی۔

لیکن بمقابلہ خلافت علیمرتضے کے جو فتنہ برپا ہوا اوس کی بنیاد وہی فتنہ ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین بشرکت حضرات عمر و ابوبکر برپا اور قائم ہوا تہا۔ اور اوسی کے سبب سے ہر کسی کو حوصلہ و جرأت ادعاء خلافت اور اپنے لئے امر خلافت کی کوشش کا پیدا ہوگیا تہا۔

حضرت عمر کی خلافت کے متعلق پالیسی۔ حضرت عمر کی پالیسی ہی تہی۔ اونہون نے صرف حضرت ابوبکر کو خلیفہ بناکر اوس کے استحکام کی کوشش ہنین کی تہی بلکہ اپنے زمانہ خلافت مین خاندان بنی امیہ کو جو دشمن خاندان نبوت تہا بہت تقویت پہونچائی تہی۔ اودہر حضرت معاویہ کو گورنر شام مقرر کیا جو ذاتہ ایک سلطنت تہی۔ ادہر اپنی وصیت مین ایسے شورے کا بندوبست کیا کہ بعد اون کے سوا حضرت عثمان کے جو کاتب ہی اون کے استخلاف کی کتابت کے تہے اور کوئی خلیفہ ہو نسکے۔

جو فتنہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا برپا اور قائم ہوا تہا اور جس کو تدبیرون سے مستحکم کیا گیا آخرکار اوسی فتنہ نے اپنا رنگ کربلا مین دکہا دیا جس مین ابن رسول اللہ اور خاندان رسالت حضرت یزید فرزند حضرت معاویہ اور اون کے اعوان و انصار کی ہاتھ سے قتل اور تباہ و برباد ہوکر ذلیل اور خوار ہوگیا۔

حضرت عمر کی پولٹکل غلطی سے مسلمانون مین نااتفاقی بہ حیثیت معاملہ ملکی کے یہ سخت غلطی کیگئی کہ جس خاندان مین امارت چلی آتی تہی اور اوسی خاندان مین رسالت آئی اور اوسی خاندان کی اوس امارت قدیم کو وسعت ہوئی اوس خاندان

سے سلطنت نکالی جائے اور اوس خاندان سے جس خاندان یعنی بنی امیہ کو دشمنی ہو اون کو موقع اور تقویت دیجائے - بنوہاشم سے بنی امیہ کو مدت سے اوسی امارت پر رکنجش چلی آتی تہی - اولا بنی امیہ کی دعوے داری امارت عہد حضرت پیغمبرؐ مین مٹ چکی تہی پس چاہیے یہ تہا کہ خلافت اوسی خاندان مین رکہی جاتی جس خاندان مین چلی آتی تہی اور اوس کے مخالفون کو موقع نہ دیا جاتا کہ اون کے جس سے حوصلے بڑہتے - اس صورت مین ممکن نہین تہا کہ باہم مسلمانون کے کوئی نا اتفاقی ہوتی جس نے مذہب اسلامی کی بنیاد وسلطنت کو ہلاڈالا -

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین نزاع خلافت کا فتنہ برپا نہ ہوتا اور علیؑ مرتضےٰ بعد رسولؐ صلعم خلیفۂ رسول اوسی وقت قبول کرلئے جاتے یا جس وقت کہ خانۂ جناب فاطمہ مین مشورے ہوتے تھے اور علیؑ مرتضےٰ چاہتے تھے کہ بلا جنگ لوگ اون کو خلیفہ قبول کرلین، اور خود حضرت ابوبکرؓ نے اقالۂ خلافت ظاہر کر کے علیؑ مرتضےٰ کو خلیفہ قبول کرنے کا ایمار ظاہر کیا تہا علیؑ مرتضےٰ بنفسہ قبول کرلئے جاتے تو پہر کسی کو حوصلہ ادعاء خلافت کا نہ ہوتا اور خلافت برابر نسل رسولؐ مین چلی آتی اور کوئی خانہ جنگی باہم مسلمانون کی پیدا نہ ہوتی اور دین اسلام جو ٹہٹر کر رہ گیا تمام روے زمین پر شائع ورائج ہوجاتا - اور اب تو جو نا اتفاقی معاملہ خلافت کے متعلق باہم مسلمانون کے شائع ہوگئی ہے وہ اوس وقت تک رفع نہین ہوسکتی جس وقت تک بنی فاطمہ مین سے جس زمانہ مین کوئی قابل اور لایق ظاہر ہو اوس پر کل مسلمان مجتمع اور متفق نہو جاوین جس کی پیشین گوئی حضرت پیغمبرؐ آخر الزمان فرما گئے ہین - ہان وہ نا اتفاقی قبل اس کے کہ کوئی بنی فاطمہ مین سے خلیفہ قبول کیا جائے یون رفع ہوسکتی ہے کہ کل مسلمان اس امر پر متفق ہوجاوین کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچہہ ہوا وہ فلتہ تہا اور جہان تک اوس کی تقلید کی گئی وہ سب باطل تہا اور غیر نسل پیغمبرؐ

مسلمانون سے نا اتفاقی دور ہوسکتی ہے -

سے جو خلفاء ہوگئے جسکی ابتدا حضرت ابو بکر سے لیکر آخر خلیفہ عباسیہ تک ہے اون کی خلافت اوسی حیثیت سے تہی کہ جس پر علیمر تقضے یا دیگر ائمہ اہلبیت نے حملہ نہ کیا یا نہ کرسکے اور اوسمین خلل نہ ڈالا اور نہ ڈال سکے۔ ایسی حالت مین بے شک امید ہوسکتی ہے کہ کل مسلمان متفق ہوکر اپنی بہبودی اور ترقی کا بندولبست کرسکین

جو طریقہ کہ ذی علم مصنف نے اختیار کیا ہے اوس کو باہم سلمانون مین اتفاق پیدا کرنے اور اصلاح سے کوئی تعلق نہین ہے بلکہ ذی علم مصنف کے قدما نے جو رنگ جمایا تہا اوس سے زیادہ ذی علم مصنف نااتفاقی کا بیج بوتے ہین۔

حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید۔

ذی علم مصنف مدت خلافت حضرت ابو بکر کا ذکر کے حضرت عمر کے استخلاف کی تمہید یون شروع کرتے ہین کہ "حضرت ابو بکر کے عہد خلافت مین بڑے بڑے کام حضرت عمر کی شرکت سے انجام پائے" مگر اون کے لکہنے سے "الفاروق" مین یہ کہہ کر دستکش ہوتے ہین کہ "اون کے لکہنے کا اوس شخص کا حصہ ہے جسکو حضرت ابو بکر کی سوانح عمری لکہنے کا شرف حاصل ہو"۔

اس مین شک نہین کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر کے ساختہ برداختہ تہے اور عموماً کار خلافت کا سرانجام حضرت عمر کی رائے اور سعی سے ہوتا تہا۔ لیکن ذی علم مصنف کو حضرت عمر کی اون رائون اور کوششون کا ہی ذکر کرنا ضرور تہا جیسے کہ عہد پیغمبرؐ مین اون کی رائون اور سرگرمیون کا ذکر کیا ہے تاکہ حضرت عمر کی اون بڑے بڑے کامون مین شرکت کی حالت ہی ظاہر ہوجاتی۔ مگر

مالک بن نویرہ کا قتل

ہم افسوس سے دیکہتے ہین کہ واقعہ مالک بن نویرہ اور اوس کی تمام قوم کا جس کو منکر زکوۃ قرار دیا گیا تہا ایسا ہی ہے کہ جہان حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کی بات کو نہین مانا ہے۔

خالد بن ولید کو حضرت ابوبکر نے معہ فوج کے جو مہم مالک بن نویرہ پر بھیجا اور اوہنون نے اوس کا اور اوس کی قوم کا قتل و قمع کر کے مالک کی زوجہ پر اوسی شب کو تصرف بہی کیا اوس کی نسبت حضرت عمر کی جس سے علم تقاضے بہی متفق تہے یہ رائے ہتی کہ خالد واجب القتل اور قابل سزا ہے لیکن حضرت ابوبکر نے یہ بڑا کام بغیر شرکت حضرت عمر کے صرف اپنے حصہ مین رکہا ہے۔

حضرت ابوبکر کا ذاتی تجربہ بابت حضرت عمر

پہر ذی علم مصنف اسقدر تمہید کے بعد یہ بیان کرتے ہین کہ "حضرت ابوبکر کو اگرچہ مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوا اور کسی سے اوٹھ نہین سکتا تاہم وفات کے قریب اونہون نے عام رائے کے اندازہ کرنے کے لئے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا"

اگرچہ ذی علم مصنف نے حضرت ابوبکر کے مدتون کے تجربہ کو تفصیل سے بیان نہین کیا لیکن ظاہر ہے کہ وہ تجربہ عہد پیغمبرؐ مین یا بعد وفات پیغمبرؐ اپنے دو سالہ زمانہ خلافت مین ہوا ہوگا۔ مگر عہد پیغمبرؐ مین حضرت عمر کے کسی کار نمایان کرنے کا کوئی نشان نہین ملتا جس سے ذی علم مصنف حضرت ابوبکر کے تجربہ کے قائل ہوے ہین۔ اخیر کسی نشان کے ذی علم مصنف کا عندیہ صحیح مانا نہین جا سکتا۔

پیغمبرؐ کا تجربہ مدت العمر

اسی موقع پر ہمین اس تاسف ظاہر کرنے سے باز نہین رہ سکتا کہ ذی علم مصنف نے اپنا یہ عندیہ تو ظاہر کیا کہ "حضرت ابوبکر کو مدتون کے تجربہ سے یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران حضرت عمر کے سوائے اور کسی سے اوٹھ نہین سکتا" لیکن اس تحقیق سے گریز کیا کہ پیغمبرؐ کو بہی کسی کی نسبت اپنے تجربہ مدت العمر سے ایسا یقین ہو گیا تہا کہ خلافت کا بار گران سوائے اوس کے اور کسی سے نہین اوٹھ سکے گا؟ اور آیا حضرت ابوبکر بہی اوس تجربہ پیغمبرؐ

سے آگاہ ہو گئے تھے یا نہین؟۔

حضرت ابوبکر کا حضرت عمر کی بابت ایک خاص یقین

البتہ بعد وفات پیغمبر، حضرت ابوبکر کو بیشک اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت عمر ہی ایک ایسے شخص ہین کہ گو پیغمبر کا عمل اور مرضی کچھہ ہی ہو حضرت عمر جس کسی کو چاہین خلیفہ بنا سکتے ہین اور اوسی مرضی کے موافق خلافت کا بار گران کسی کے دوش پر رکھکر اوس کو جس طرح چاہین چلا سکتے ہین۔ بلاشبہ ایسے تجربہ کا یقین حضرت عمر کی نسبت حضرت ابوبکر کے سوا اور کسی کو نہین ہو سکتا تہا کہ حضرت ابوبکر کو یہ نعمت غیر مترقبہ بار گران خلافت کی، حضرت عمر کی لیاقت سے نصیب ہوئی تہی اور اوس بار گران کو حضرت عمر ہی نے حضرت ابوبکر کے دوش مقدس پر رکہا تہا اور استحکام خلافت حضرت ابوبکر کے لئے جو جو تدبیرین اور کوششین حضرت عمر نے کی ہین وہ سب حضرت ابوبکر کے آنکہہ کے سامنے تہین۔ اس لئے حضرت ابوبکر نے اوسی کا بدلہ یہ کرنا چاہا کہ اوسی نعمت خلافت کے بار گران کو حضرت عمر کے سر پر رکھہ دین۔ عطایت بہ لقایت، گو حضرت عمر کی اوس عطا مین یہ دانائی تہی کہ ایسے ابتدائی معاملہ مین سچے دعوے دار کی طرف سے اگر حملہ ہو تو اوس کا صدمہ حضرت ابوبکر کی جان کو پہونچے اور حضرت عمر اوس صدمہ سے محفوظ رہین۔

اکابر صحابہ کی رائین حضرت عمر کے استخلاف پر

ذی علم مصنف حضرت ابوبکر کے مشورہ کا اکابر صحابہ سے یہ بیان کرتے ہین کہ وے سب سے پہلے عبدالرحمن بن عوف کو بلا کر پوچہا اونہون نے کہا کہ عمر کی قابلیت مین کیا کلام ہی لیکن مزاج مین سختی ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا اون کی سختی اس لئے تہی کہ مین نرم تہا جب کام اونہین پر آپڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہو جاوین گے۔

پہر حضرت عثمان کو بلا کر پوچہا اونہون نے کہا مین اسقدر کہہ سکتا ہون کہ عمر کا باطن ظاہر سے اچہا ہے اور ہم لوگون مین اون کا جواب نہین، جب اس بات

کے چرچے ہوئے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ کرنا چاہتے ہین - تو بعضون کو تردد ہوا
چنانچہ طلحہ نے حضرت ابوبکر سے جاکر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگون کے ساتھہ
کیا برتاؤ تہا اب وہ خود خلیفہ ہون گے تو خدا جانے کیا کرین گے آپ خدا کے ہان جاتے
ہین یہ سوچ لیجیے کہ خدا کو کیا جواب دیجیے گا - حضرت ابوبکر نے کہا مین خدا سے کہون گا
کہ مین نے تیرے بندون پر اوس شخص کو افسر مقرر کیا جو تیرے بندون مین سب
سے زیادہ اچہا تہا“

بنی ہاشم مشورہ کے لیے نہین بلائے گئے

ذی علم مصنف کی تحریر سے ظاہر ہے کہ اکابر
صحابہ جن سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا وہی شخص
سمجھے گئے عبد الرحمن بن عوف، وعثمان بن عفان، جو دونون آپس مین خالازاد بہائی
تھے - اور حضرت طلحہ کو مشورے کے لیے حضرت ابوبکر نے نہین بلایا تہا، وہ خود
حضرت ابوبکر کی تجویز استخلاف پر جو حضرت عمر کے لیے تہی اعتراض اور شکایت
کرنے گئے تھے - افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر نے علیمرتضےٰ یا حضرت عباس یا کسی
اور بنی ہاشم کو مشورے کے لیے نہ بلایا - اس وقت تو وہ لوگ پیغمبر کی تجہیز وتکفین
مین مصروف نہین تہے - اون کو نہ بلائے جانے پر مسلمانون کو غور کرنا چاہیے
کہ اونکو ایسے امر عظیم کے مشورے کے لیے کیون نہ بلایا - ١٦

اکابر صحابہ کی آرا کا نتیجہ

یہ امر بہی تعجب سے خالی نہین ہے کہ سوائے
حضرت عبد الرحمن بن عوف وحضرت عثمان بن عفان کے اور کوئی بہی نہین بلایا گیا
حالانکہ اور اکابر صحابہ بہی موجود تہے تاہم جن دو اکابر صحابہ سے حضرت ابوبکر نے مشورہ کیا
اون مین سے عبد الرحمن بن عوف نے گو حضرت عمر کی قابلیت حیثیت سے قبول کی ہے ویسی
ہی اون کی سخت مزاجی، اور حضرت ابوبکر نے بہی اون کی سخت مزاجی کو تسلیم کیا اگرچہ
یہ امید ظاہر کرکے کہ وے وہ نرم ہو جاوین گے“ اور حضرت طلحہ نے جو اعتراض

حضرت ابوبکر کی رائے پر اور شکایت بر تاؤ حضرت عمر کی جس کا جواب حضرت ابوبکر نے اپنے عندیہ سے دیا ہے وہ بھی خلاف حضرت عمر کے ہے ۔

ان راؤن کو جب جمع کیا جاوے تو غلبۂ آرا اسی پر ہوتا ہے کہ سخت مزاجی کی سبب سے حضرت عمر لائق استخلاف کے نہین تھے ۔ اور حقیقت مین بھی سخت مزاجی کا وصف ایسا ہے جو قابلیت خلافت کو، اگر دوسرے اوصاف ہون بھی، مٹانے والا ہے۔

حضرت عثمان کی رائے کی حقیقت ۔

بلاشک حضرت عثمان کی تنہا ایسی رائے تھی کہ جس مین کوئی عیب حضرت عمر کا ظاہر نہین کیا گیا مگر جب یہ فرمانا اون کا کہ "ہم لوگون مین حضرت عمر کا جواب نہین"، بمقابلہ ارشادات پیغمبر کے جو علیہم تقضیٰ کی قابلیت کی نسبت صادر ہوئے ہین دیکھا جائے تو لاجواب ہے۔

بہرحال جو کچھہ ہو حضرت عمر کے استخلاف کے لئے مشورے مین صرف ایک تنہا رائے تھی اور یہہ درجہ اوس سے بھی کم تھا جو حضرت ابوبکر کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ مین

استخلاف حضرت عمر پر اجماع مخالفت صحابہ ۔

درحقیقت ذی علم مصنف نے حضرت عمر کے استخلاف کے متعلق اختلاف اور اعتراض صحابہ کو بہت نرمی سے دکھایا ہے ورنہ کتب تواریخ اسلام مین اس واقعہ کو تصریح سے لکھا ہے اور اوس سے ظاہر ہے کہ جس درجہ پر کہ حضرت عمر کے مزاج مین شدت تھی اوسی شدت سے مجمع صحابہ نے مخالفت کی ہے ۔ بعض روایتون مین وقت تجویز حضرت ابوبکر کے، اور بعض مین بعد تحریر کے وہ مخالفت چمک رہی ہے اور یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوائے حضرت عثمان کے کوئی صحابی بھی حضرت عمر کے استخلاف پر راضی اور متفق نہین تھا ۔ لیکن حضرت ابوبکر نے کسی کے سخن کو نہین مانا اور اونہون نے وہی ضد اور بہ تاؤ حضرت عمر کے استخلاف مین کیا جو حضرت عمر نے اون کے خلیفہ مقرر ہوتے وقت سقیفہ مین کیا تھا جو درحقیقت اونکو بدلا کرنا مقصود تھا ۔

حضرت عمر کے استخلاف پر علیم تقضے کا حضرت ابوبکر پر تعجب۔

علیم تقضے نے جو اس موقع پر سخت تعجب سے فرمایا ہے اوس سے مین مسلمانون کو بغیر آگاہ کیے نہین رہ سکتا ہون۔ وہ حضرت ابوبکر کی نسبت فرماتے ہین دد اقالہ یعنی واپسی خلافت اپنی حیات مین کرتا تہا اور منعقد کر گیا دوسرے کے لیے بعد اپنی ممات کے، جس مین سخت تعجب کا امر یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپکو لایق خلافت کے اپنی زندگی مین نہ سمجہے اور خلافت کو واپس کرتا ہو وہ اپنی وفات کے بعد دوسرے کا استخلاف کرے۔ یعنی ایک شخص قبول کرتا ہے کہ مین مستحق ایک چیز کا نہین ہون پہر وہ سوائے حق دار کے دوسرے کو کیسے حوالے کرتا ہے؟ کہ وہ ایسی حوالے کرنے کا مجاز نہین ہے۔

استخلاف حضرت عمر غلط تہا

ایسی حالت مین یہ امر بہت قابل غور کے ہے کہ حضرت ابوبکر نے کہ اپنے آپکو قابل خلافت اور اوس کا مستحق نہین سمجہتے تھے جو حضرت عمر کے لئے استخلاف خلاف رائے صحابہ کے کیا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ مگر اوسی خلیفہ کا کہ جس کا خود تقرر ہی صحیح نہو۔

کیفیت کتاب عہدنامہ استخلاف حضرت عمر

اب وہ کیفیت بہی قابل دیکہنے کے ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر نے عہدنامہ خلافت بعد نامنظوری رائے صحابہ کے لکہوایا جس کو ذی علم مصنف اس طرح تحریر فرماتے ہین کہ دد

دد حضرت عثمان کو بلایا اور عہدنامہ خلافت لکہوانا شروع کیا ابتدائی الفاظ لکہوا چکے تھے کہ غش آگیا حضرت عثمان نے یہ دیکہکر یہ الفاظ اپنی طرف سے لکہدئے کہ مین عمر کو خلیفہ مقرر کرتا ہون، تہوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان سے کہا کہ کیا لکہا تہا مجہکو پڑھ کر سناؤ؟ حضرت عثمان نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اوٹھے، اور کہا کہ خدا آپکو جزا ئے خیر دے، عہدنامہ لکہا جا چکا تو حضرت

حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کو دیا کہ جاکر مجمع عام مین سنائے - پھر خود بالاخانہ پر جاکر لوگون سے جو نیچے جمع تھے مخاطب ہوئے اور کہا کہ مین نے اپنے کسی بھائی بند کو خلیفہ نہین مقرر کیا بلکہ عمر کو مقرر کیا کہ تم لوگ اس پر راضی ہو سب نے سمعنا واطعنا کہا پھر حضرت عمر کو بلاکر نہایت موثر اور مفید نصیحتین کین جو حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل کے بجائے کام مین آئین ؂

نوعیت کتابت استخلاف کی مفصل حقیقت

افسوس ہے کہ پیغمبرؐ اپنے مرض موت مین ایسے وقت کہ نہ اونکو غش آتا تھا نہ بیہوش تھے ایسی کتاب لکھنا چاہین جس کی وجہہ سے بعد پیغمبرؐ صحابہ اور مسلمان گمراہ نہو جائین تو پیغمبرؐ کے فرمانے کو ہذیان کہکر اور نزاع کا شور و غل برپا کر کے پیغمبرؐ کی تحریر کتابت سے مزاحمت کی جائے - اور حضرت ابوبکر اپنے مرض موت مین عہدنامہ خلافت کا لکھوا دین جبکہ اونکو غش پر غش آتی تھے اور بیہوش ہو ہو جاتے تھے اوسپر کوئی جرح قدح نہ کیا جائے -

اور اوس عہدنامہ خلافت کا بڑا حصہ خصوص نام حضرت عمر کا جنکے لئے وہ استخلاف ہو حالت غشی اور بیہوشی حضرت ابوبکر مین حضرت عثمان کاتب عہدنامہ اپنے اختیار سے لکھدین وہ صحیح سمجھا جاوے گو یہہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ بعد رفع غشی اور بیہوشی کے حضرت ابوبکر نے اوس تجویز کو قبول کر لیا کہ اون کی مرضی کے موافق ہے اور حضرت ابوبکر نے اپنے غلام کی معرفت اوس عہدنامہ کو مجمع کو سنوا بھی دیا اور خود بالاخانہ پر سے لوگون کو آگاہ بھی کر دیا کہ حضرت عمر کے لئے استخلاف کیا ہے اور لوگون نے اوسکو قبول بھی کر لیا - لیکن

اس امر پر کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایسے مریض کے ایسے آخری وقت مین جبکہ اوس کو بار بار غش آتا ہو رائے اور فہم بھی صحیح تھا اور ایسے

قرب موت کا کتبہ جائز ہو سکتا ہے مگر جیسے کہ خود حضرت ابوبکر کا خلیفہ مقرر کیا جانا ناگہان بے سوچے سمجھے (فلتہ) حضرت عمر کی طرف سے تہا ویسے ہی حضرت ابوبکر کی طرف سے استخلاف حضرت عمر کا حالت غیر مطمئن مین جبکہ قابلیت فہم کا زوال ظاہر تہا ظہور مین آیا۔ ایسی حالت غشی اور بیہوشی مرض موت مین ایسے امر عظیم کا کتبہ لکہا جانا اور مسلمانون کی قسمت کا ایسے کتبہ کے تابع ہونا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اعلام استخلاف کی مفصل حقیقت

ذی علم مصنف نے اپنے اصول مقررہ کے بموجب حالات متعلقہ واقعہ کچہہ بیان نہین کئے تاکہ حضرت ابوبکر سے ان امور کا واقع ہونا قبول کیا جا سکے۔

حضرت ابوبکر نے جو عہدنامہ غلام کو مجمع کے سنانیکے واسطے دیا وہ مجمع کہان تہا؟ آیا وہ مجمع کہین بازار مین تہا؟ یا حضرت ابوبکر کے دروازہ پر؟ اگر اون کے دروازہ پر تہا تو وہ مجمع کیون ہوا تہا؟ اور غلام جس مجمع مین گیا تہا آیا وہ مجمع اور تہا اور حضرت ابوبکر نے جس مجمع کو مخاطب کیا وہ مجمع اور تہا یا دونو مجمع ایک ہی تہے؟ اور خود حضرت ابوبکر اپنی حالت مرض مین نیچے والے مکان مین تہے یا اوپر والے مکان مین؟ اگر نیچے والے مکان مین تہے تو سمجہہ مین نہین آسکتا کہ جب اون کی حالت ایسی تہی کہ اون کو غش پر غش آتا تہا اور بے ہوش ہو جاتی تہے تو وہ نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین کیون کر گئے؟ اور اون کو کیا آسانی تہی کہ نیچے کے مکان سے اوپر کے مکان مین جائین اور مجمع کو استخلاف کا مضمون سنائین اور مکان سے نکلکر مجمع کے سامنے نہ آدین؟ اور

اگر اپنی حالت مرض مین وہ بالاخانہ پر تہے تو غلام کی معرفت عہدنامہ خلافت کے مجمع کو سنانے کی کیا ضرورت تہی؟ خود آپ سنا دینا یا اونکو آگاہ کر دینا کافی تہا۔ اور پہر یہہ بیان کہ بالاخانہ پر جا کر مجمع کو مخاطب کیا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی

جبکہ وہ حالت مرض مین وہان تشریف ہی رکھتے تھے۔!!
یہ بہی ہنین معلوم ہوتا کہ اوس مجمع مین کون کون لوگ تہے جن کو وہ عہد نامہ
سنایا گیا اور جن سے حضرت ابوبکر مخاطب ہوئے اور جنہون نے حضرت ابوبکر
کی تحریر و تقریر کو قبول کیا؟۔ حالانکہ جو ڈیپوٹیشن حضرت طلحہ لیکر اون کے پاس
گئے تھے اوس وقت حضرت ابوبکر کی اس تجویز اور تقریر پر سب لوگ معترض
اور شکایت کرنے والے تھے۔

کسی بہائی بند کے عدم استخلاف کے بیان کی حقیقت۔

حضرت ابوبکر کا مجمع کے روبرو صحت استخلاف کے لئے یہ فرمانا کہ "مین نے
اپنے کسی بہائی بند کو خلیفہ مقرر ہنین کیا" اس بات کی خبر دیتا ہے کہ پہلے
کسی شخص نے دین اسلام مین اپنے بہائی بند کے لئے استخلاف کرکے اوسکو
خلیفہ مقرر کیا تہا یا مقرر کرنا چاہتا تہا اور وہ استخلاف اور تقرر خلیفہ کا قبول
ہنین کیا گیا صرف اسی وجہ سے کہ وہ بہائی بند کے لئے تہا غیر کے لئے ہنین تہا
اور یہہ امر صریح ہے کہ استخلاف اور خلیفہ مقرر کرنے کا بہائی بند کے لئے
جو بیان حضرت ابوبکر سے پیدا ہوتا ہے وہ سوائے پیغمبرؐ کے استخلاف اور خلیفہ
مقرر کرنے علیمرتضے کے اور کسیکی نسبت سمجہا ہنین جا سکتا کہ دین اسلام مین
اول پیغمبرؐ نے اپنے بہائی چچازاد کے لئے استخلاف اور اونکو خلیفہ مقرر کیا تہا۔
پس حضرت ابوبکر کے بیان کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے جو استخلاف علیمرتضے
اپنے چچازاد بہائی کے لئے کیا تہا اور وہ تم نے قبول نہین کیا۔ مین اپنے کسی
بہائی بند کے لئے استخلاف اور اوس کو خلیفہ مقرر ہنین کرتا ہون اور خلاف
پیغمبر غیر شخص یعنی عمر کے لئے استخلاف کرکے اونکو خلیفہ مقرر کرتا ہون۔
حضرت ابوبکر نے جس وجہہ کو صحت استخلاف اور تقرر خلیفہ کے

لئے ظاہر کیا ہے افسوس ہے کہ وہ اصول سلطنت کے بہی خلاف ہے اور ملک عرب کے رسم و رواج کے بہی جو اصول سلطنت کے موافق تہا خلاف ہے۔

اور پیغمبر صلعم نے جو اصول سلطنت اور رسم و رواج ملک عرب کے موافق استخلاف کر کے خلیفہ مقرر کیا تہا یا کرنا چاہا تہا اوس کے بہی خلاف ہے افسوس ہے کہ اسقدر رمی الفتون پر بہی حضرت ابوبکر نے جو استخلاف کر کے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا وہ صحیح سمجہا جاوے۔

حضرت ابوبکر کے نہایت موثر اور مفید نصائح کی حقیقت۔

اون نہایت موثر اور مفید نصیحتون کی بہی کچہہ تفصیل نہین کی گئی کہ جو حضرت عمر کو بلا کر حضرت ابوبکر نے کین جو حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل کے بجائے کام آئین، اگر اون نصائح کو ظاہر کیا جاتا تو معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کی قابلیت مین کن کن چیزون کی کمی تہی اور اونہون نے کہان تک اون پر عمل کر کے اوس سے فائدہ اٹہایا اور آج بہی مسلمان اون نصائح سے متاثر اور مستفیض ہوتے ہین۔

درحقیقت یہہ فقرہ بمقابلہ اوس پند و نصائح اور وصایا کے ہے جو کتب تواریخ اسلام اور اخبار مین موجود ہین جو پیغمبر نے اپنے قریب زمانہ وفات مین علیمرتضےٰ کو کی تہین۔

افسوس ہے کہ حضرت عمر نے پیغمبر سے کچہہ پند و نصائح نہین لئے تہے اور وہ محتاج حضرت ابوبکر کے پند و نصائح کے تہے۔

اگر ذی علم مصنف یہہ بہی کہدیتے کہ وہ نصیحتین جو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو کی تہین وہ وہی نصیحتین ہتین جو پیغمبر صلعم نے حضرت ابوبکر کو کی تہین تو وہ زیادہ بااثر اور حضرت عمر کے لئے عمدہ دستور العمل سمجہی جاتین۔

فارس و شام سے تعلقات عرب خلافت و فتوحات۔ ذیعلم مصنف نے بعد ذکر استخلاف اور

خلیفہ ہو جانے حضرت عمر کے اون کی خلافت اور فتوحات کا ذکر شروع کرنے سے پہلے یہہ دکہایا ہے کہ عرب کو فارس اور شام سے کیا تعلقات تھے۔

اون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیسحرب یمن اور عراق مین اپنی اپنی حکومتین قائم کرتے تھے اور ایران نے اون کو اپنا باجگزار بنا لیا تہا مگر عرب بغاوت کرتے رہتے تھے، اخیر مین بعہد پرویز، ایک لڑائی مین جو امانتی ہتیارون ایک عرب کے متعلق ہوی جس مین رسول اللہ بہی تشریف رکہتے تھے فارسیون نے شکست کہائی، لیکن ایران کی حکومت جو عرب پر تہی اوٹہ نہین گئی تہی۔

رسول اللہ نے تمام بادشاہون کو دعوت اسلام کے خطوط لکہے، جو خط پرویز کو دعوت اسلام کا لکہا تہا اوس پر اوس نے عامل یمن کو لکہا تہا کہ محمدؐ کو گرفتار کر کے دربار مین لائے۔ ایسے ہی عرب کے چند قبیلے جو شام مین آباد ہوئے تہے اوہنون نے شام کے اضلاع پر قبضہ کر لیا تہا اور وہ بادشاہ کہلانے لگے تھے مگر درحقیقت وہ رومی سلطنت کے صوبیدار تہے۔ ان لوگون نے اسلام سے بہت پہلے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تہا۔ اسلام کے زمانہ مین وہ بہی مشرکین عرب کی طرح اسلام کے دشمن نکلے۔ رسول اللہ نے قیصر روم کو دعوت اسلام کا خط بہیجا تو انہین شامی عربون نے برندہ خط کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور جو خط بصرے کے حاکم کے پاس بہیجا تہا برندہ خط کو قتل کرا دیا۔ اوس پر رسول اللہ نے لشکر کشی کی اور غزوہ موتہ کا واقعہ پیش آیا۔ پہر اسامہ بن زید کو سردار لشکر بنا کر بہیجا۔ اسامہ کی روانگی کی نوبت نہین ہوی ہتی کہ پیغمبر نے انتقال فرمایا۔

فارس اور شام سے تعلقات عرب پر رائے۔	جب تعلقات عرب کو فارس اور شام کے ساتہہ دیکہا جاتا ہے تو وہ سب

ایک ملکی معاملہ نظر آتا ہے اور ہر ملک والا اپنی سلطنت قائم اور برقرار رکھنا
چاہتا تہا۔ عہد پیغمبر مین جب اسلام قائم اور رائج ہوا تو اوس کا لازمی نتیجہ
یہہ تہا کہ جداگانہ حکومتین قبائل عرب کی امارت قریش کے ساتھ جس کے امیر
حضرت محمدؐ صلعم تھے منضم ہو کر ملک عرب کی متحد سلطنت قائم ہو جائے۔

یہہ سلطنت فکر حضرت محمدؐ صلعم اور عمل علی مرتضے سے جو بعد حضرت محمدؐ
امیر آئندہ قریش کے تھے قائم ہوئی۔

آنحضرت کا ارادہ تہا کہ تمام روئے زمین پر ایک مذہب پہیل کر ایک
سلطنت قرار پا جائے۔ اور آنحضرت نے اپنی زندگی مین ملک شام اور
فارس کی نسبت اپنے ارادہ کو پورا کرنے کے بندوبست شروع کر دئے
تھے لیکن آنحضرت کی موت نے اون کی زندگی مین اون کے اس ارادہ
کو پورا ہونے دیا۔ اور عہد حضرت عمر مین ملک شام اور فارس فتح ہوئے۔

مہمات کے سرانجام پانے کا شرف کس کو ہو سکتا ہے؟

ذی علم مصنف نے عرب کے تعلقات
فارس اور شام کے ساتھ جو اس غرض
سے دکہائے ہین کہ "عہد پیغمبر مین جن مہمات کی ابتدا ہوئی تہی اور حضرت
ابوبکر نے اوس کا پورا کرنا شروع کیا تہا اور حضرت عمر نے انہین مہمات کا انجام
دیا اور اوس کی تکمیل کے لئے وہی اسباب تھے جو عہد پیغمبر مین پیدا ہو گئے تھے"
مطلق قابل نکتہ چینی کے نہین ہین۔ لیکن

اون مہمات کے سرانجام پانے کا فخر اور شرف اوسی شخص کو ہو سکتا ہے
کہ جس کے قوت بازو سے سلطنت ملک عرب کی قائم ہو چکی تہی اور سقیفہ بنی ساعدہ
مین اگرچہ ایسی بنیاد ڈالی گئی کہ اوس وقت مجمعۂ مسلمانون مین تفرقہ اور باہم
مسلمانون کے جنگ ہو کر سلطنت ملک عرب اور اوس کے ساتھ دین اسلام

تباہ اور برباد ہو جائے - لیکن اوس شخص نے کہ جس نے اپنے قوت بازو سے اوس
سلطنت کو قائم کیا تہا اپنے صبر و سکوت سے اوس قوت مجتمعہ کو برقرار رکہا اور
اوسی شخص کے صلاح اور مشورے کو عمل مین لانے سے شام اور فارس پر فتح
مندیان حاصل ہوئین -

اگر علیمرتضے کے قوت بازو سے سلطنت ملک عرب کی قائم ہنوتی یا علیمرتضے سقیفہ
بنی ساعدہ کے خلیفہ یا اون کے استخلاف والے کے مقابلہ مین قتال کے لئے کہڑے
ہو جاتے تو قوت مجتمعہ مسلمانون کی پراگندہ اور باہم مسلمانون کے جنگ سے خود
سلطنت ملک عرب کی تباہ اور برباد ہو جاتی - اور عہد حضرت عمر مین فتوحات
شام اور فارس کا موقع ہی نہ ملتا - اور نہ اون فتوحات کا سامان ہو سکتا کہ
اوسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکہر جاتا اور وہی جنگ باہم مسلمانون کے
شروع ہو جاتی جو آگے چلکر جناب امیر علیہ السلام کے عہد مین واقع ہوئی -

علیمرتضے نے جیسے عہد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر مین قتال برپا کر کے قوت
مجتمعہ مسلمانون کو نابود نہین کیا ویسے ہی حضرت عثمان کے زمانہ مین مقاتلہ اوس
قوت مجتمعہ کو قائم رکہا جس سے افریقہ مین عظیم نعمتمندی حاصل ہوئی - مگر
بعد قتل ہو جانے حضرت عثمان کے جب علیمرتضے خلیفہ قبول کئے گئے اور بی بی
عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر اور حضرت معاویہ نے علیمرتضے سے قتال برپا کیا
(جنکی دعویداری سلطنت کے حوصلہ اور جرات کا ماخذ وہی سقیفہ بنی ساعدہ تہا
کہ جہان غلط اور خلاف اصول خلیفہ اور سلطان قرار دیا گیا تہا) تب وہ قوت
مجتمعہ مسلمانون کی منتشر ہو کر تباہ اور برباد ہو گئی - اور سلطنت ملک عرب اپنی
زیادہ توسیع اور ترقی نہ کر سکی اور اسی امر نے دین اسلام کا شیوع اور اوس
کی سلطنت کو تمام روئے زمین پر قائم ہنونے دیا -

جہان کہین کسی حصہ روے زمین پر سلطنت مسلمانون کی اور دین اسلام کی مثل چہوٹے ستارے کی جہمک ہی ہے اوس کا باعث یہہ ہے کہ دین اسلام ایسے پختہ اور صحیح اصول پر مبنی ہے کہ وہ قیامت تک کلیۃً کبہی نابود نہوگا جس کی پیشین گوئی بانی اسلام فرما گیا ہے۔ ورنہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ایسی بنا ڈالی گئی تہی کہ جس کے اثر سے کچہہ تعجب نہین تہا کہ دین اسلام اور اوس کی سلطنت کسی حصہ روے زمین پر نمودار نہ رہتی۔

حضرت عمر کے زمانہ مین جو فتوحات ہوئین جنکا سبب قوت مجتمعہ مسلمانون کو برقرار رہنے دینا تہا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی غلطی کے مضرات کو جس کی وجہہ سے تمام روے زمین پر دین اسلام کے رواج کو، اور اوس کی سلطنت کے قائم ہونے کو ضرر پہونچا۔ رفع نہین کر سکتین۔

ذکر فتوحات عراق

ذی علم مصنف نے بعد تمہیدی بیان کے فتوحات عراق کا ذکر شروع کیا ہے اور اوس کے بیان مین کہتے ہین کہ ؎ حضرت عمر نے ابو عبیدہ ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا جو صحابی نہ تہے ایک شخص نے آزادانہ کہا کہ اے عمر صحابہ مین سے کسیکو یہہ منصب دو، فوج مین سیکڑون صحابہ ہین اون کا افسر بہی صحابی ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے صحابہ کی طرف دیکہا اور کہا کہ ہم کو جو شرف تہا وہ ہمت اور استقلال کی وجہہ سے تہا لیکن اس شرف کو تم نے خود کہو دیا۔ یہہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ جو لوگ لڑنے سے جی چرائین وہ افسر مقرر کیے جائینؔ

ابو عبیدہ ثقفی کی سرداری کے متعلق حضرت عمر کی رائے سے اتفاق

یہہ تجویز حضرت عمر کی ٹہیک تہی جس مین تتبع پیغمبر کا تہا جس کو عہد پیغمبر مین حضرت عمر اپنی طرح دیکہہ چکے تہے۔ پیغمبر نے بہی بعد امتحان اون لوگون کو جنہون نے ہمت و استقلال چہوڑ دیا تہا اور لڑنے سے دل چراتے تہے

جس کی خبر قرآن مین بہی ہے کسی مہم پر سردار مقرر نہین کیا اور اکثر علیہم تفضلے کو سردار
مقرر کرکے دوسرے صحابہ کو تابع اون کے کیا ہے۔ یہان تک کہ پیغمبر نے اپنے
مرض موت مین کہ علی کو اپنے پاس رکہنا منظور تہا ملک شام کی مہم پر اسامہ بن زید
کو سردار لشکر مقرر کیا اور تمام بڑے بڑے صحابہ مثل حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کو اوس
کا ماتحت کیا۔ حضرت عمر نے جو غیر صحابی کو صحابہ پر سردار لشکر مقرر کیا یہہ رائے اون
کی نہایت صحیح تہی جس کا اونہون نے عہد پیغمبر مین تجربہ حاصل کیا تہا۔ مگر اسقدر
افسوس ہے کہ وہ اپنی ایسی رائے صرف سردار لشکر کے ہی متعلق رکہنے والے تہے۔
بعد پیغمبر جانشین پیغمبر یعنی امیر امارت قریش بہی اوسی کو قبول کرنا تہا جو ان اوصاف
سے متصف تہا۔ جس نے عہد پیغمبر مین کبہی کسی جنگ مین ہمت و استقلال کو نچہوڑا ہو لک
جنگ سے کراہت، یا جی چرانا، یا گریز کر جانا تو کجا، جو جنگ مین قبل سر ہو جانے
مہم کے پشت کی طرف مونہہ پہیر کر بہی نہ دیکہتا تہا اور جو غزوات پیغمبر مین اپنی خدمات
کے صلہ مین خدا کی طرف سے "کانہم بنیان مرصوص" اور لافتی کے اسناد پائے ہوئے
تہا۔ اور ایسا شخص کون تہا؟ حضرت عمر اوس کو خوب جانتے تہے کہ بجز علیہم تفضلے کے کوئی
دوسرا نہ تہا۔

پہلی جنگ عراق مین عرب مسلمانون کے فرار پر مصنف کا افسوس

عراق کی جنگ اول مین ایرانیون سے عرب مسلمانون کو شکست ہوی جس مین
عرب مسلمان اس طرح بہاگے کہ پل کا راستہ نہ ملا تو دریا مین کود پڑے" اس پر
ذی علم مصنف اظہار ندامت سے یون اشک مالی کرتے ہین کہ "اسلام کی تاریخ میز
میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر وقوع مین آیا ہے اور اگر کبہی آیا اتفاقاً
پیش آگیا ہے تو اوسکا عجیب افسوسناک اثر ہوا ہے۔ اس لڑائی مین جن لوگون
کو یہ ذلت نصیب ہوئی تہی وہ مدت تک خانہ بدوش پہرتے رہے اور شرم سے

اپنے گھرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے مونہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مدینہ منورہ مین یہ خبر پہونچی تو ماتم پڑگیا۔ لوگ مسلمانون کی بدقسمتی پر افسوس کرتی تھے اور روتے تھے اور جو لوگ مدینہ پہونچکر گھرون مین رو پوش تھے اور شرم سے باہر نہ نکلتے تھے۔ حضرت عمر اون کے پاس جاکر اون کو تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم "او متحیزا الی فئۃ" مین داخل ہو لیکن اون کو اس تاویل سے تسلی نہین ہوتی تھی

مصنف کے بیان افسوس اور اشک مالی کی حقیقت

تاریخ اسلام کا زمانہ عہد آنحضرت سے شروع ہوتا ہے جس سے عہد حضرت عمر نہایت قریب تہا۔ افسوس ہے کہ ذی علم مصنف واقعہ فرار کا ایسا بیان کرین جسکی صحت مسلمانون کے دل قبول نکر سکین۔

اسلام کی تاریخ مین خود عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے فرار کرنا نہایت شاذ و نادر نہین بلکہ ہر ایسے موقع پر کہ جہان معرکہ آرائی ہوئی ہے فرار کا واقعہ پیش آیا ہے جیسے احد خیبر۔ حنین۔ کہ عہد پیغمبر مین یہی تین موقعے معرکہ کے پیش آئے ہین جس مین فرار کا نشان اکابر صحابہ کے سرون پر لہراتا ہے جس کی خبر قرآن مین موجود ہے اور جس مین سے بعض ایسے مقام دور دراز کو چلے گئے ہین جو تین دن کے بعد حاضر خدمت نبوی ہوئے ہین۔ اور بعض موقعون پر جہان مسلمانون کی حالت محصور یا بمنزلہ محصور کے تہی جیسے خندق اور بدر۔ اون مین حریف اور دشمن اکابر صحابہ کا نام لے لے کر پکارتے تھے لیکن کوئی مقابلہ کے لئے نہین نکلا ہے کہ جو بمنزلہ فرار کے ہے۔ اگر ان موقعون پر راہ فرار ملتی تو کوئی شبہ نہین ہے کہ وہی راستہ اختیار کرتے جیسا کہ اون کی عادت سے آئندہ معرکون مین ظاہر ہو گیا۔ ان تمام ہر قسم کی جنگون مین سوائے علیؑ کے تھے اور چند جانبازون کے جنکی ذات شجاعانہ سے فتح مندیان حاصل ہوئین ہین کوئی بھی ثابت قدم نہین رہا ہے باور

نے جنگ سے دل چرایا ہے۔

مگر اس مین شبہ نہین ہے کہ جو اکابر صحابہ میدان جنگ سے بہاگ جاتے تھے وہ پیغمبر کے پاس کبھی نہ کبھی وقت آجاتے تھے۔

عہد پیغمبر اور عہد حضرت عمر کے فراریون کی ندامت کا موازنہ

اون مین جو عہد پیغمبر مین میدان جنگ سے بہاگ جاتے تھے اور اون مین کچھ عہد حضرت عمر مین جنگ عراق سے بہاگے، البتہ یہہ فرق ضرور پایا جاتا ہے کہ وہ پیغمبر کے پاس خود آجاتے تھے۔ اور یہہ مدت تک خانہ بدوش پہرتے رہے اور شرم سے اپنے گہرون کو نہین جاتے تھے، اکثر رویا کرتے تھے اور لوگون سے منہ چہپایا کرتے تھے، یا تو اون کو شرم نہین ہتی، یا ان کو شرم کا بہانہ تہا۔

دوبارہ عمر بنُو کی عیسائیون مدد سے عراق پر فتحیابی اور دو واقعہ خاص

اس شکست کے بعد حضرت عمر نے نہایت زور شور سے حملہ کی تیاریان کین جس مین مسلمانون نے ایرانیون کو شکست دی۔ اس جنگ مین دو واقعے ایسے ہین جو خاصۃً قابل تذکرہ ہین۔ ذی علم مصنف نے اون کو لکہا ہے لیکن مسلمانون کو ادہر توجہہ نہین دلائی

پہلا واقعہ قابل توجہہ مسلمانان۔

ایک واقعہ ہے کہ "جب حضرت عمر حملہ کی تیاریان کر رہے تھے تب نمر، اور تغلب کے عیسائی سردارون نے جو مذہباً عیسائی تھے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ مین ہم بہی قوم کے ساتہہ ہین۔ ان دونون سردارون کے ساتہہ اون کے قبیلے کے ہزارون آدمی تھے اور عجم کے مقابلے کے جوش مین لبریز تھے"

مسلمانون کو غور کرنا چاہیے کہ عیسائی قوم مین اپنی قوم کے ساتہہ کسقدر ہمدردی ہے اور وائے اون مسلمانون پر کہ جو باہم ایک دوسرے کے مناصب اور عزت کے خواہان ہوکر بنیاد تفرقہ کی ڈالین اور بجائے ہمدردی کے ایک دوسرے کے

خون کا پیاسا ہو جن کو مذہب نے سب سے زیادہ ہمدردی سکھائی - یہہ امر بھی سلمانون کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ مسلمانون نے اپنے دشمن ایرانیون کو ایسی حالت مین شکست دی جبکہ عیسائی مسلمانون کے شریک تھے اس زمانہ کے سلمانون کو چاہیے کہ وہ اوس آیتہ قرآنی کو ہمیشہ زیر نگاہ رکھین جسمین خدا نے حضرت عیسی کو مخاطب کرکے فرمایا ہے "

"وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ" اور گردان نے والا ہون مین اون لوگون کو جنہون نے پیروی کی تیری، اون لوگون سے جنہون نے کفر کیا قیامت کے دن تک "

دوسرا واقعہ قابل غور مسلمانان -

دوسرا واقعہ یہہ ہے کہ - انس بن ہلال جو عیسائی سردار تہا اور بڑی جانبازی سے لڑ رہا تہا زخم کہا کر گرا - مثنّے نے خود گھوڑے سے اوتر کر اوس کو گود مین لیا اور اپنے بہائی مسعود کے برابر لٹا دیا "

سلمانون کو غور کرنا چاہیے کہ ابتدائی زمانہ اسلام مین مسلمانون کا اخلاق اور برتاؤ کس درجہ پر تہا کہ ایک مسلمان ایک عیسائی کو اپنے بہائی کے برابر جانتا تہا -

پہر جنگ اور حضرت عمر کے خود شریک جنگ ہونے پر ووٹ -

بعد اس جنگ کے جس مین ایرانیون کو شکست ہوئی تہی ذی علم مصنف نے یہہ بیان کیا ہے کہ " یزدگرد کی تخت نشینی سے سلطنت مین نئے سرے سے جان آگئی اور تمام مفتوحہ مقامات مسلمانون کے ہاتہ سے نکل گئے - اوس پر حضرت عمر نے بڑے سامان سے فوجی تیاریان شروع کین اور حضرت علی کو بلا کر خلافت کے کاروبار سپرد کیے اور مدینہ سے تین منزل پر خیمہ زن ہو کر لوگون سے رائے طلب کی عوام نے کہا کہ یہہ مہم بغیر آپ کے سر نہو گی - عبدالرحمن ابن عوف نے کہا کہ اگر شکست ہوئی اور آپ کو کچہہ صدمہ پہونچا تو پہر اسلام کا خاتمہ ہے - اوس پر حضرت عمر خود بیٹہ گئے اور

سعد بن ابی وقاص کو بہیجا"

حضرت عمر کا حضرت علی کو کار وبار خلافت سپرد کرنا۔

علیمرتضے کو سپردگی کاروبار خلافت کی صرف اسی موقع پر نہین بلکہ جب حضرت عمر بیت المقدس کو واسطے سرانجام صلح کر گئے ہین تب بہی خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "حضرت علی کو نائب مقرر کر کے خلافت کے کاروبار اون کے سپرد کئے"۔ اور عمواس کی دبار کے بعد بہی ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ "دبار کی وجہہ سے فتوحات کا سیلاب رُک گیا حضرت عمر نے شام کا قصد کیا اور حضرت علی کو مدینہ کی حکومت دی"۔

مگر افسوس ہے کہ جسوقت حضرت عمر نے سفر آخرۃ کیا ہے تب اوہنون نے علیمرتضے کو کار خلافت سپرد نہین کیا اور استخلاف کے لئے ایسا شورا ے قرار دیا کہ جسمین علیمرتضے کے ہاتہہ مین کار خلافت نہ آسکا۔

حضرت عمر کو مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی

یہہ امر کہ مہم ایران پر نہ جانے کی صلاح کس نے دی تاریخ اسلام مین، مین یہہ پاتا ہون کہ مہم ایران پر جب حضرت عمر نے اپنے جانے کا مشورہ کیا ہے تو علیمرتضے نے وہ رائے حضرت عمر کو دی ہے جو ذی علم مصنف نے عبد الرحمن ابن عوف کی طرف منسوب کی ہے اور علیمرتضے کی اوسی رائے کو بخلاف رائے دوسرے اہل الرائے کے حضرت عمر نے مانا ہے لیکن ذی علم مصنف نے عراق عجم کی مہم پر قبول کیا ہے کہ "سب کی رائے کے خلاف حضرت علی نے یہہ رائے دی کہ شام، اور بصرہ، اور یمن، کو ایک ایک ثلث فوج بہیجدیجا دین اور آپ مدینہ سے نہ ہلین اور اسی رائے کو حضرت عمر نے قبول کیا۔

اسی جنگ مین ذی علم مصنف نے مسلمانون کا عراق کو فتح کرلینا

فتح عراق کے مال غنیمت مین ایوان کسرے کا فرش بہار

بیان کیا ہے اور منجملہ غنیمت کے ایوان کسرے کا ایک فرش تہا۔ یہ جو فرش بہار ناہتہ آیا۔ جس کے بیچ مین ایک سبزہ کا چمن تہا۔ چارون طرف جدولین تہین۔ ہر قسم کے درخت اور درختون مین شگوفے، اور پہول اور پہل تہے۔ طرہ یہہ کہ جو کچہہ تہا زر و جواہرات کا تہا۔ یعنی سونے کی زمین، زمرد کا سبزہ، پکہراج کی جدولین، سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے، جواہرات کے پہل، جو اس غرض سے تیار کیا گیا تہا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تہا تو اوس پر بیٹہکر شراب پیتے تہے۔ اوس کی نسبت ذی علم مصنف یہہ رقم طراز ہین وہ فرش کی نسبت لوگون کی رائے تہی کہ تقسیم نہ کیا جائے خود حضرت عمر کا بہی یہی منشا تہا لیکن حضرت علی کے اصرار سے اس بہار پر بہی خزان آئی اور دولت نوشیروانی کے مرقع کے پرزے اڑگئے۔ یورپ کے موجودہ مذاق کے موافق یہہ ایک وحشیانہ حرکت تہی لیکن ہر زمانہ کا مذاق جدا ہے۔ وہ تقدس زمانہ جسمین زخارف دنیوی کی عزت نہین کیجاتی تہی دنیاوی یادگارون کی کیا پروا کرسکتا تہا"

فرش بہار کی تقسیم مین علیمرتضی پر حملہ کی حقیقت

مگر یورپ کے مذاق کا جواب صرف تقدس زمانہ نہین ہے بلکہ زمانہ مین تقدس جن امور سے پیدا ہو جس سے مراد بہبودی سلطنت و قوم ہے وہ یورپ کے کا جواب ہے۔ یورپ کے مذاق کا مدار صرف اسی خیال پر ہو سکتا ہے کہ ایسی یادگار خاندانہ دولت کسرے کا قائم رکہنا چاہئے تہا لیکن ایسے چاندی سونے کے فرش فروش جواہرات ٹکے ہوئے یا اینٹ پتہر کی عمارات ہمیشہ باقی نہین رہ سکتین۔ حوادث زمانہ اون کو خود بخود نیست نابود کر دیتے ہین ایسی چیزون کی یادگار صفحہ روزگار پر اوسی حالت مین باقی رہتی تہی اوس وقت تک

جب تک کرنسل النسائی اور اوسمین علم اور فن تاریخ باقی رہے گا جس حالت مین کہ ایسی چیزون کے بنانے کی وجہہ اور اوس کے باقی نہ رکہنے کی رائے اور اوس پر جو فائدہ مرتب ہو زمانہ اپنے ورق لیل ونہار پر ہی روشن حروف مین لکہدیتا ہی۔

فرش بہار کی وضع صرف تفریح اور سامان عیش ونشاط پر تہی جس سے شان وشوکت دولت کسرے نمودار ہوتی ہتی لیکن ایسے ہی سامان عیش ونشاط سلطنت اور بادشاہ ورعایا کے لئے جبکہ وہ اوس مین مبتلا ہو جاتے ہین باعث خرابی اور زوال کا ہوتے ہین ایسی سلطنت اور اوس کے ارکان کے دل ودماغ قابل سلطنت داری کے نہین رہتے ہین۔

ایسی دولت کے تقسیم کر دینے سے وہ اصول قائم رہتا ہے جس کی روسے دولت ایک جگہہ جمع نہ ہے کہ جس سے کوئی فائدہ ملک کو نہین ہو سکتا جب ایسی دولت اہل ملک پر تقسیم ہو جاتی ہے تو بے انتہا اوس سے فائدے ہوتے ہین اور ملک مین اسباب ترقی قوم کے پیدا ہو جاتے ہین۔ اور ایسے ہی جب کوئی سلطنت یا اوس کی قوم یا بادشاہ عیش ونشاط مصروف ہو جاتے ہین تب دوسری قوم جو عیش ونشاط مین مصروف نہین ہوتی اور جسکو اولی العزم کہا جاتا ہے وہ اوس سلطنت پر متصرف ہو جاتی ہے۔

یہہ فرش بہار اگر خلاف رائے علیمرتضے کے باقی رکہا جاتا تو ضرور وہ دار الخلافتہ مین مسند نشینی کے لئے اور خلیفہ وقت کی تفریح اور عیش ونشاط کے واسطے کام مین لایا جاتا جس سے مسلمانون کی سلطنت اور اون کے بادشاہ مین ابتدائی آثار عیش ونشاط کے پیدا ہو جاتے اور اوسی وقت سے بنیاد خرابی قائم ہوتی ہتی۔ علیمرتضے سلطنت مسلمانون اور اوس کے بادشاہ کے عیش ونشاط کے کسیطرح روادار نہین ہو سکتے تہے جو سبب زوال کا ہوتا۔ خود اپنی

چند روزہ اور غیر مستقل خلافت مین بیت المال مین جب کہین سے مال آکر جمع ہوتا تہا تو اوسکو فوراً تقسیم کرکے اور بیت المال مین جہاڑو دلواکر نماز پڑہا کرتے تھے۔

بعد خلافت حضرت عمر کے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین ابتدا عیش ونشاط کی شروع ہوئی اور عہد بنی امیہ مین اوس کو ترقی ہوتی گئی جب اوس کا کمال عہد بنی عباس مین ہوگیا تب ترکون نے کہ جو ایسے عیش ونشاط مین مصروف نہ تہے اوسی سلطنت مسلمانون کو ایک حملہ مین تباہ وبرباد کردیا۔

علیمر تضےٰ نے جو فرش بہار تقسیم کرادیا تہا وہ جانتے تہے کہ ایسی روز سیاہ کو مسلمان نہ دیکہین اور اسی غرض سے اپنے سامنے اونہون نے سامان عیش ونشاط کو قائم نہین ہونے دیا۔

فردوسی پر تعصبانہ اور غلط الزام۔

ذی علم مصنف قتل رستم کا ذکر کرکے یہہ افسوس کرتے ہین کہ ویسے اس واقعہ کو ہمارے ملک الشعرا نے قومی جوش کے اثر سے بالکل غلط لکہا ہے۔

برآمد خروشے بگردار رعد۔ زیک سوئے رستم زیک سو سعد
چو دیدار رستم بہ خون تیرہ گشت۔ جوانمرد تازی بر وچیرہ گشت

ہمارے شاعر کو یہہ ہی معلوم نہین کہ سعد اسواقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تہے"

الزام کی حقیقت۔

یہہ اشعار ملک الشعرا کے نہین بلکہ فدائے شاعران کے ہین کہ جو فارسی النسل تہا اور مذہباً حضرت عمر کی خلافت کا تائید کرنیوالا نہین تہا۔ ایسی لئے ذی علم مصنف نے اوسکے کلام پر نکتہ چینی پسند کی ہے۔ لیکن وہ نکتہ چینی اون کی ایسی ہی ہے جیسی کہ ذی علم مصنف کے اس فقرہ پر نکتہ چینی ہوسکتی ہے کہ ویسے سعد اس واقعہ مین سرے سے شریک ہی نہ تہے"

حالانکہ خود ذی علم مصنف نے لکہا ہے کہ ویسے اس مہم پر سعد سپہ سالار فوج

کے مقرر ہوئے تھے اور وہ خاتمۂ جنگ تک سپہ سالاری فوج کی کرتے رہے ہین اور اپنی تجویز اور رائے سے فوج کو لڑاتے رہے ہین البتہ بذاتہ کسی دشمن سے قتال نہین کیا،، سعد کے بذاتہ قتال نہ کرنے کے موقع پر ذی علم مصنف کا وہ فقرہ ہے۔ ایسے ہی فدائے شاعران کا اپنے اشعار مین یہہ مقصود ہے کہ ایک طرف رستم سپہ سالار تہا اور ایک طرف سعد، وقت جنگ دونون لشکرون مین خروش رعد کی مانند پیدا ہوا یعنی ایک طرف لشکر رستم اور ایک طرف لشکر سعد جب جنگ مین مصروف ہوا اور اوسی حالت جنگ مین جب رستم خونین ایسا غرق ہو گیا کہ اوس کو کوئی پہچان نہ سکے ایک عرب مرد نے اوسکا کام تمام کر دیا،، اس مین کسی واقعہ کی لاعلمی کا الزام اوس شاعر پر نہین آسکتا۔ وہ بیشک نہین جانتا تہا اور کوئی بہی نہین جانتا ہے کہ خود ذی علم مصنف اکے سعد اس واقعہ مین سر سے سے شریک ہی نہ تھے،، اور شاعر نے وہ واقعہ کچھ بھی غلط نہین لکھا ہے۔ جبکہ وہ شاعر مسلمان اور قوم مسلمانون مین داخل تہا تو اوس کو رستم یا ایرانیون سے حالت غیر اسلام کے زمانہ پر خیال کر کے قومی جوش پیدا نہین ہو سکتا تہا۔ البتہ ذی علم مصنف نے شاعر کے مذہب پر جو مخالف حضرت عمر کے تہا نظر کر کے محض غلط نکتہ چینی کی ہے۔

فتوحات شام جنگ یرموک مین بذاتہ حضرت عمر کے جانے نہ جانے پر رائین۔

ذی علم مصنف اس جنگ کے بعد فتوحات عراق کا خاتمہ کر کے فتوحات شام کا ذکر کرتے ہین۔ اور یرموک کی لڑائی مین جب حضرت عمر کو یہہ خبر پہونچی ہے کہ رومی بحر و بر سے ابلے پڑے ہین اور بڑے جوش سے حملہ کے لئے آتے ہین،، اوس موقعہ پر ذی علم مصنف لکھتے ہین کہ ،،حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عوف نے کہا،، امیر المومنین

تو خود سپہ سالار بن اور ہمکو ساتھہ لیکر چل۔ لیکن اور صحابہ نے اِس رائے سے اختلاف کیا اور رائے یہہ ٹہیری کہ امدادی فوجین بہیجی جائین ۱؎

علیمر تفضے کی رائے پر حضرت عمر نے عمل کیا

حضرت عمر نے جب وقت اِس مہم پر خود جانے کا مشورہ صحابہ سے کیا ہے۔ خود اون کے نہ جانے کی رائے علیمر تفضے نے دی ہتی اور یہہ فرمایا ہے کہ ‹‹جب تم جاؤگے دشمنون کی طرف، اور اون سے مقابل ہوگئے، اور تم کو کوئی صدمہ پہونچ جائے گا تو مسلمانون کی، اخیر کنارہ تک کوئی پناہ ہنوگی، اور کوئی مرجع مسلمانون کے لیے ہنین ہوگا، پس دشمنون کی طرف کسی جنگ آزمودہ کو بہیجدو اور اوس کے ساتھہ تجربہ کار اور مخلصین کو کردو›› ۲؎ اسی رائے کو حضرت عمر نے پسند اور اسی رائے پر عمل کیا ہے۔

ذی علم مصنف نے جو اِس موقع پر علیمر تفضے کے نام کو چہپایا ہے اوس پر ہر ایک مسلمان کو غور کرنا چاہیے کہ ذی علم مصنف نے ایسی رائے دینے والے نام کو جس کو حضرت عمر نے پسند اور اوس پر عمل کیا ہے کیون چہپایا۔؟

خالد کی معزولی اور حضرت عمر پر الزام

فتوحات شام ۱۳ھ کے واقعات مین حضرت خالد کا معزول ہونا بے شک ایک اہم واقعہ ہے جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین۔ فتوحات شام مین حضرت خالد کی جو دلیرانہ کوششین ہوئین جن سے ملک شام پر کامیابی حاصل ہوئی اون کا معزول کیا جانا مورخین کی نگہ مین ایسا ناپسندیدہ ہے کہ جس سے حضرت عمر کی طرف جنہون نے اون سے تمام خدمات فتوحات لے کر معزول کیا مثل نادل اور خلیق بادشاہ کے دیکہا نہین جا سکتا۔ ذی علم مصنف نے بہت کوشش کی ہے کہ اس معزولی کا عیب حضرت عمر کے ذمہ عائد ہنو اور اپنی کوشش کے اخیر

مین یہہ کہا ہے کہ ان واقعات سے ایک نکتہ بین شخص بآسانی یہہ سمجہ سکتا ہے کہ خالد کی معزولی کے کیا اسباب تہے اور اوسمین کیا مصلحتین تہین؟"

حضرت عمر پر سے دفع الزام کے لئے تاویلین۔

اول خود ذی علم مصنف قبول کرتے ہین کہ وہ تمام مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے عنان خلافت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ پہلا جو حکم دیا وہ خالد کی معزولی تہی"۔

ابن الاثیر پر یہہ اعتراض کرتے ہین کہ اوس نے خود ہی ۱۳ھ کے واقعات مین خالد کا معزول ہونا لکہا ہی اور خود ہی ۱۷ھ کی واقعات مین اونکی معزولی کا الگ عنوان قایم کیا ہی"۔ پہر ذیعلم مصنف یہہ حقیقت بیان کرتے ہین کہ "حضرت عمر خالد کی بعض لے اعتدالیون کیوجہ سے مدت سے ناراض تہے تاہم آغاز خلافت مین اونسی کچہہ تعرض کرنا نہین چاہا"۔

حقیقت متعلق تاویل اختلاف سنین

ظاہر ہے کہ تمام واقعات عہد خلافت حضرت عمر کے اوسی زمانہ مین قلمبند نہین کئے گئے ہین بلکہ کئی سو برس کے بعد اون روایات سے متعلق روایات جمع کی گئی ہین ایسی حالت مین نہ سنہ کے اختلاف سے کسی واقعہ پر شبہہ ہوسکتا ہے نہ زمانہ کے اختلاف سے جب کہ اصل واقعہ جسکی تحقیق منظور ہو دوسرے واقعات سے ثابت ہوجائے۔

جب کل مورخ متفق ہین کہ خالد شام کی جنگون مین معرکہ آرا تہے وہ سو ۱۳ھ یا عنان حکومت ہاتہہ مین لینے کے ساتہہ معزول کیا" کیسے سمجہا جاسکتا ہی؟ مگر حضرت عمر کی ناخوشی خالد کے ساتہہ تاریخون مین زمانہ قبل اسلام اور بعد حضرت ابوبکر قصہ مالک بن نویرہ مین اچہی طرح ثابت ہے تو مورخین نے بنیاد ارادہ معزولی کو ابتدا زمانہ خلافت مین سمجہہ لیا تو اون پر کیا نکتہ چینی ہوسکتی ہی۔

حضرت عمر پر حقیقی الزام

اصل الزام یہہ ہے کہ جب حضرت عمر کو عنان انتظام ہاتہہ مین لینے کے وقت خالد سے ناخوشی تہی اور وہ خالد کو کسی فوجی خدمت

پر مامور کرنا پسند نہین کرتے تھے تو اونہون نے شروع ہی سے اون کو افسر فوج کیون
مقرر کیا؟"

خالد پر مصنف کا الزام

جو الزام ذی علم مصنف خالد کی نسبت لگاتے ہین کہ "خالد کی عادت تہی کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بہیجا تھے اور جب اون پر تاکید کیگئی تو جواب دیا کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا آتا ہون اور اب اوس کے خلاف نہین کرسکتا حضرت عمر کو اون کی یہہ خودمختاری کیونکر پسند ہوسکتی تہی اور وہ بیت المال کی رقم کو اس طرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتہہ مین دے سکتے تھے چنانچہ خالد کو لکہا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بہیجتے رہو خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا اور اس بنا پر وہ سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کردیا گیا"

خالد پر مصنف کی الزامی تاویل کی حقیقت

خالد کی یہہ خودمختاری اور بیت المال بے دریغ اون کے ہاتہہ مین ہونا حضرت عمر کو عہد حضرت ابوبکر مین ضرور معلوم تہا کیونکہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر کو بہی در اصل زمانہ حکومت حضرت عمر کا اہل الرائے نے شمار کیا ہے[1] پس تعجب ہے کہ حضرت عمر نے حضرت خالد کو فتوحات شام تک کیون ڈہیل دی؟ اور فتوحات شام مین خالد کی خودمختاری اور بیت المال بے دریغ اون کے ہاتہہ مین رکہنا کیون گوارا کیا اور روا رکہا؟ البتہ حضرت عمر کی یہہ پالیسی تہی کہ بضرورت فتوحات شام حضرت خالد سے آشتی رکہی جاوے ہمیشہ کمزور سلطنت جس کے استحقاق کو قوت نہین ہوئی اندرون سلطنت کے اقویار یا سرکشون سے ایسا برتاؤ کرتی ہے کہ وہ اقویا یا سرکش وفاداری کے ساتھہ زیر اطاعت رہین لیکن جب سلطنت قوی ہوجاتی ہے تو اونہین اقویا یا سرکشون

[1] مرحوم انریبل سرسید احمد خان و سراج الدین احمد مولف سیرۃ الفاروق و منبع النبوۃ ۱۲۰

گو کمزور کہا جاتا ہے۔

یہہ علیم تفضے کی ہی شان تہی کہ جب وہ خلافت کے لئے قبول کئے گئے تو سب سے پہلے حضرت معاویہ گورنر شام کے عزل کا فرمان جاری کیا۔ یہہ اونہیں سلطان عادل کا طریقہ تہا جو حد سے تجاوز کرنے والوں اور جنسے بے اعتدالیان ظہور مین آوین اون کو ایک لمحہ رکن اپنی سلطنت کا نہین بنا سکتے۔

تیسری تاویل دفع الزام کی حقیقت

حضرت عمر نے حضرت خالد کو گو منصب سپہ سالاری سے جدا کیا لیکن جیسا کہ ذی علم مصنف کہتے ہین "اون کو بالکل معزول نہین کیا بلکہ ابو عبیدہ کے تحت کر دیا"

یہہ بہی ایک اور طرہ ہے کہ خود مختاری اور بے دریغ بیت المال کی رقم کہا ہتہ مین دینے پر اون کی اونگلی ٹکی رہے۔

معزولی خالد کی چوتہی تاویل مصنف کی حقیقت

ذی علم مصنف نے اول تو حضرت خالد کی موقوفی اس بنا پر ظاہر کی ہے کہ اونہون نے فوج کی مصارف ہمیشہ بہیجتے رہنے کو نا منظور کیا" پہر یہہ واقعہ بیان کرتے ہین کہ "حضرت خالد نے ایک شاعر کو دسہزار روپیہ انعام مین دیدیا پرچہ نویسون نے اوسی وقت حضرت عمر کو پرچہ لکہا۔ حضرت عمر نے ابو عبیدہ کو خط لکہا کہ خالد نے یہہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی دونون صورتون مین وہ معزولی کے قابل ہین"

افسوس ہے کہ ذی علم مصنف حضرت خالد کی وجہہ معزولی مین خود ہی اختلاف کرتے ہین اور اودہر اودہر قدم اٹہا کر وجہہ معزولی کو ٹٹولتے پہرتے ہین۔ اگر وہ حضرت عمر کی رنجش کو وجہہ معزولی قرار دیتے تو اون کو یہان وہان جانے مین حیرانی اور پریشانی نہوتی۔

شان معزولی خالد سننے کے قابل ہے

ذی علم مصنف جس شان سے کہ معزولی حضرت خالد کی ظہور مین آئی اوس پر یون تقریر شروع کرتے ہین "خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے وہ سننے کے قابل ہے۔ (مین بہی ذی علم مصنف سے اتفاق کرتا ہون کہ خالد جس کیفیت سے معزول کئے گئے ضرور سننے بلکہ یاد رکہنے کے قابل ہے۔) قاصد نے جو معزولی کا خط لیکر آیا تہا مجمع عام مین پوچہا کہ یہہ انعام تمنے کہان سے دیا؟ خالد اگر اپنی خطا کا اقرار کر لیتے تو حضرت عمر کا حکم تہا کہ اون سے درگذر کیجائے لیکن وہ خطا کے اقرار کرنے پر راضی نہ تہے۔ مجبوراً قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر اون کے سر سے ٹوپی اوتاری اور اون کی [illegible] کی سزا کے لئے انہی کے عمامہ سے اون کی گردن باندہ دی"۔

شان معزولی خالد پر مصنف کی رائے

اس واقعہ کو ذی علم مصنف حیرت انگیز ظاہر کرکے یہہ رائے دیتے ہین کہ "ایک ایسا بڑا سپہ سالار جسکا نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تہا اور جسکی تلوار نے عراق اور شام کا فیصلہ کردیا تہا اسطرح ذلیل کیا جارہا ہے اور مطلق دم نہین مارتا۔ اسواقعہ سے ایک طرف تو خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہے اور دوسری طرف حضرت عمر کی سطوت وجلال کا اندازہ ہوتا ہے"۔

خالد کی تمام اسلام مین بے نظیر سپہ سالار ہونے کی حقیقت

اگرچہ یہہ امر کہ خالد ایسے بڑے سپہ سالار تہے جن کی نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تہا از حد مبالغہ ہے۔ یہہ ایسے بڑے سپہ سالار تہے کہ جو معہ اپنے رسالہ کے جس مین قبیلہ بنی سلیم کے لوگ تھے حنین مین سب سے اول بہاگے تہے ہان یہہ کہنا صحیح ہوسکتا تہا کہ جو افسر فوج اوس زمانہ مین مقرر کئے گئے یا جن جن لوگون نے اوس وقت کام افسری فوج کا قبول کیا تہا اون مین حضرت خالد

بڑے سپہ سالار تھے۔

حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کی حقیقت۔

اون کی نیک نفسی اور حق پرستی اور حضرت عمر کے سطوت اور جلال کو اس واقعہ سے جو ذی علم مصنف اخذ کرتے ہین افسوس ہے کہ ذی علم مصنف نے اپنی رائے قائم اور ظاہر کرتے وقت واقعات متعلقہ پر جو اس واقعہ سے مسلسل ہین مطلق غور نہین کیا زمانہ قبل اسلام ہین باہم دونون کے ناخوشی تھی اور بعہد حضرت ابوبکر حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کے قتل کے سلسلہ مین جو نالایق کارروائی کی تھی اوسپر حضرت عمر از حد برہم ہوئے تھے اور اون کو واجب القتل قرار دیتے تھے مگر حضرت ابوبکر کی حمایت نے اوس بر ہی کو چلنے نہین دیا تھا اور عہد حضرت عمر مین کا غذات حساب دربار خلافت کو نہین بھیجے تھے اور حضرت عمر کی تاکید پر حضرت خالد نے صاف انکار کر دیا جس کو ذی علم مصنف نے لکھا ہے کہ "حضرت عمر کو اون کی یہہ خودمختاری کیونکر پسند ہو سکتی تھی۔ اور بیت المال کی رقم اسطرح بے دریغ کیونکر کسی کے ہاتھ مین دے سکتے تھے"

پھر جب حضرت خالد کو یہہ لکھا گیا کہ تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا حساب ہمیشہ بھیجتے رہو۔ خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا۔ پھر شاعر کو دس ہزار روپئے دیدئے اور خالد نے اپنی خطا کا اقرار نہ کیا"

ان تمام واقعات سے حضرت خالد کی نافرمانی اور سرتابی شدت کے ساتھ بمقابلہ اطاعت حضرت عمر کے ظاہر ہے۔ اگر حضرت عمر کی اطاعت اور اون کے احکام کی تسلیم واجب تھی تو حضرت خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی جس حیثیت سے کہ ذی علم مصنف ظاہر کرتے ہین کیونکر قبول کیجا سکتی ہے۔ اور نہ حضرت عمر کی

سطوت اور جلالت کا حضرت خالد کے مقابل مین کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ حضرت خالد برابر مخالفت اور ناز زمانی حضرت عمر کی کرتے رہے۔

اسی جگہہ سے یہ امر اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خالد نے جس کیفیت سے اپنی معزولی اور سرتابی کی سزا پر دم نہین مارا یہہ امر کسی اور وجہہ سے تہا۔ اگر حضرت خالد حضرت عمر کی اطاعت کو حق جانتے ہوتے اور اون کے سطوت وجلال کو مانتے ہوتے تو نوبت اپنی معزولی کی نہ آنے دیتے۔ اور سر تسلیم خم کئے رہتے لیکن اونہون نے قبل معزولی جو اپنی گردن حضرت عمر کے سامنے نہین جھکائی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہمسر حضرت عمر کا سمجھتے تھے مگر وقت معزولی کے جو دم نہین مارا یہہ وہی امر تہا کہ جس کو علم تقضے نے قرار دیا تھا یعنی خلافت جس نوعیت سے کہ قائم ہوجائے اور جس ڈہب سے جو کوئی خلیفہ ہو اوس کی خلافت مین مقاتلہ شروع نہ کرنا چاہئے کہ باہم مسلمانون کے جنگ ہونیسے دین اسلام جو تازہ تہا اور مسلمانون کی سلطنت تباہ اور برباد ہوجاوے گی۔ اوسی طریقہ نے حضرت خالد کو وقت معزولی اور معزولی کے بعد سر نہین اٹھانے دیا۔ چنانچہ حضرت خالد کی تقریر جو ذی علم مصنف نے نقل کی ہے اوس پر غور کرنے سے اہل نظر نتیجہ نکال سکتے ہین اور جس سے تائید میرے سخن کی ہوسکتی ہے نہ ذی علم مصنف کی رائے کی۔

حضرت عمر کی نسبت خالد کے خیالات

وہ واقعہ تقریر حضرت خالد کا ذی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ وہ خالد نے حمص پہونچکر اپنی معزولی کے متعلق ایک تقریر کی جس مین کہا کہ امیر المومنین عمر نے مجکو شام کا افسر مقرر کیا اور جب مین نے تمام شام کو زیر کر لیا تو مجکو معزول کر دیا، اس فقرہ پر ایک سپاہی اوٹھہ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار چپ رہ، ان باتون سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے، خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا

کیا احتمال ہے"!!؟

خالد کے خیالات کی تشریح

اس تقریر مین وہ امور تو کہلے کہلے ہین کہ حضرت خالد کو حضرت عمر کی اطاعت اور حق اپنی اور اون کے سطوت وجلال کا کس نوع کا خیال تہا مگر اخیر فقرہ نہایت پر معنی ڈہکا ہوا ہے "جبکہ ایک سپاہی نے کہا کہ اے سردار چپ رہ ان باتون سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے خالد نے کہا ہان! لیکن عمر کے ہوتے فتنہ کا کیا احتمال ہے؟!! جس کے در پردہ معنی یہہ ہو سکتے ہین کہ خالد حضرت عمر کی اطاعت کو معزولی مین حد درجہ ناپسند کرتے تھے اور حضرت عمر کی طرف سے بدگمانی نہین بلکہ نہایت خراب خیالات تھے اور حضرت خالد یہہ بہی سمجہتے تھے کہ میرے خیالات کے شائع ہونے سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن جہان حضرت عمر ہون وہان فتنہ کا احتمال نہین۔

سیف اللہ خان بہادر کی معزولی کی ایک اور وجہہ

پہر ذی علم مصنف حضرت خالد کی معزولی کی ایک اور وجہہ نکال کر اسطرح بیان کرتے ہین کہ "خالد نے حضرت عمر کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ عمر خدا کی قسم تم میرے معاملہ مین ناالصافی کرتے ہو۔ حضرت عمر نے کہا کہ تمہارے پاس اتنی دولت کہان سے آئی؟ خالد نے کہا کہ مال غنیمت سے۔ اور یہہ کہہ کر کہا کہ ساٹھ ہزار سے جسقدر زیادہ رقم نکلے وہ مین آپ کے حوالہ کرتا ہون۔ چنانچہ بیس ہزار روپیہ زیادہ نکلے اور وہ بیت المال مین داخل کر دیئے گئے۔ حضرت عمر نے خالد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ خالد واللہ تم مجکو محبوب بہی ہو اور مین تمہاری عزت بہی کرتا ہون۔

یہہ کہکر تمام عمالان ملکی کو لکھہ بہیجا کہ مین نے خالد کو ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا لیکن چونکہ مین یہہ دیکھتا تہا کہ لوگ اون کے مفتون ہوتے جلتے ہین اس لئے مین نے انکا معزول کرنا مناسب سمجہا تا کہ لوگ سمجہہ لین کہ جو کچہہ کرتا ہی خدا کرتا ہے"۔

یہہ واقعہ اور بہی تعجب افزا ہے۔ حضرت خالد حضرت عمر پر اپنی معزولی

اس حیرت افروز وجہہ معزولی کی مفصل حقیقت۔

معزولی کے معاملہ مین ناانصافی کا الزام لگاتی تہے اور خود اون کے پاس اون کے حق سے زیادہ جو دوسرون کا حق تہا مال غنیمت نکلا۔

حضرت عمر نے وقت معزولی قاصد سے وہ بے عزتی خالد کی کرائی جو سراسر خلاف اخلاق تہی (یہہ غیر ممکن تہا کہ وہ بے عزتی خالد کی خود قاصد نے بغیر ہدایت حضرت عمر کے اپنی طرف سے کی ہو) اور خالد سے فرمایا یہہ کہ واللہ تم مجھکو محبوب بہی ہو اور مین تمہاری عزت بہی کرتا ہون۔ اور

باوصف اس کے کہ بیس ہزار روپیہ (۲۰۰۰۰) خالد کے پاس ایسا نکلا جو بیت المال مین داخل کیا گیا اور پہر حضرت عمر نے عمال کو لکھہ بہیجا کہ ناراضی سے یا خیانت کی بنا پر موقوف نہین کیا، اور ایک نئی وجہہ معزولی کی ظاہر کردی۔

مین بہی اس امر سے اتفاق کرتا ہون کہ بے شک حضرت عمر کے دل مین یہ خطرہ پیش ہوا ہوگا کہ خالد کے لوگ مفتون ہوتے جاتے ہین ایسا نہو کہ قوت اور جمعیت ہم پہونچا کر خالد حضرت عمر کو خلافت سے معزول نہ کردین مگر یہہ خطرہ حضرت خالد کی معزولی کے لئے حجت نہین ہو سکتا۔

اگر مسلمان حضرت خالد کو اون کی نمایان کارروائیون سے خلافت کے لئے پسند کرلیتے اور حضرت عمر کو معزول کردیتے تو اوسی بنا کی تائید ہوتی جسکو خود حضرت عمر نے قائم کیا تہا یعنی جس کو مسلمان قبول کرلین وہی خلیفہ ہو جاوے اور لوگون کے اس اصول پر مفتون ہوجانے سے حضرت عمر کو خوش ہونا چاہئے تہا کہ اون کی بنا ر قائم کردہ کی لوگ تقلید کرتے ہین۔ لیکن یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر ایسی تقلید کو اپنے عہد اور اپنے مقابلہ مین گوارہ نہین کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا اصول اون لوگون کے زوال استحقاق کے لئے قرار دیا تہا جو دوسرے اصول سے حق خلافت رکھتے تہے

ایسے واقعات اور اسباب اور مصلحتون پر غور کرنیسے ہر شخص اور ہر نکتہ بین بیشک بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے امور جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کا بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے خدا اوس کا اوس کو ایسے اعمال پر مجبور نہین کرتا ہے۔

فتوحات عہد عمر پر ایک اجمالی رائے

ذی علم مصنف نے عہد خلافت حضرت عمر مین جو فتوحات عراق اور شام اور عراق اور ایران و مصر کے دکھائے اونکے دیکھنے سے ضرور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین مسلمانون کی ملک و دولت کو بہت کچھ ترقی ہوئی لیکن جب واقعات فتح سندیون پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اون فتح سندیون مین محض مسلمانون اور اون کے افسرون کے کارنامے ہین جو اون کی شجاعت کی داد دلواتے ہین - اور وہ اون کی اوس قوت مجتمعہ کی علامت ہین جو عہد پیغمبر مین قائم ہوئی تہی اور جو بعد وفات پیغمبر برقرار رہی گئی مگر اون فتح مندیون اور کارنامون مین حضرت عمر کے فکر و عمل کا ذاتی حصہ کچھ بہی نہین ہے - جیسا کہ عہد پیغمبر مین حصہ فکر و عمل کا پیغمبر اور علیم تضے پر منحصر تہا۔

حضرت عمر نے نہ کسی مہم کو بذاتہ سر کیا ہے نہ کسی جنگ مین بذاتہ شریک ہوئے ہین اور جیسے حضرت عمر نے عمل مین کچھ حصہ نہین لیا ہے ویسے ہی بذاتہ فکر مین اونہون نے کوئی حصہ نہین لیا ہے - جس قدر امور اہم ملک گیری کے پیش آئے ہین اور جنمین یہ فتوحات عظیمہ ہوئے ہین اون مین برابر رائے اور مشورے علیم تضے کو قبول کیا ہی۔

انتخاب خلیفہ کے سوچ بچار مین حضرت عمر کی غلطید گی و رنجیدگی

ذی علم مصنف خاتمہ فتوحات کر کے کیفیت زخمی ہونے حضرت عمر کی جس کے اون کی زندگی منقطع ہونے اور اوس زخم سے اون کی جان بر نہو سکنے پر یقین ہو جانے اور بی بی عائشہ سے اجازت دفن پہلوے پیغمبر مین حاصل کرنے کے بعد ظاہر کرتے ہین کہ دو اوس وقت اسلام کے حق مین جو سب سے اہم کام تہا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تہا - تمام صحابہ بار بار حضرت عمر سے درخواست کرتے تھے کہ اس اہم کو آپ

آپ طے کر جائے۔ حضرت عمر نے خلافت کے معاملہ پر مدتون غور کیا تہا اور اکثر اوسکو
سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگون نے اون کو ایسی حالت مین دیکہا کہ سب سے الگ
متفکر بیٹھے ہین اور کچہہ سوچ رہے ہین دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب مین غلطان
و پیچان ہین"

حضرت عمر کے سوچ بچار کی حقیقت نیرنگی زمانہ بہت تاسف کرتی ہی جب
نظر کیجاتی ہے کہ پیغمبر نے اپنے اخیر حصہ زندگی مین جب یہ فرمایا کہ "لے آؤ میرے
پاس دوات اور کاغذ تاکہ لکہدون مین ایسی کتابت کہ تم بعد میرے گمراہ نہو"
اوس وقت خلیفہ کے نام کا اظہار از روے کتابت امر اہم نہ سمجہا گیا اور بجائے
اس کے کہ صحابہ خود درخواست پیغمبر سے کرتے، پیغمبر نے اپنی طرف سے اوس کا
اظہار چاہا، تو پیغمبر کے فرمانے کو "ہذیان" کہا گیا، اور اوس وقت باہم صحابہ کے
ایسا شور و غل ہوا کہ پیغمبر کو بہ مجبوری یہ حکم دینا پڑا کہ میرے پاس سے اوٹھ جاؤ۔
کسقدر قابل افسوس ہے کہ حضرت عمر سے تو بار بار صحابہ درخواست کرین کہ وہ مہم طے
کر جائے اور پیغمبر کی درخواست کو اوسی مہم کے لئے کوئی نہ سنے۔

حضرت عمر نے مدتون خلافت کے معاملہ پر غور کیا ہوگا اور متفکر بیٹھے رہتے ہونگے
اور اوس بارہ مین غلطان و پیچان ہونگے۔ وہ مدتون کا زمانہ اون کے ایام خلافت
کا ہوگا جس کو ذی علم مصنف نے دس برس چہہ مہینہ چار دن، بیان کیا ہے مگر نہین
وہ زمانہ مدتون کا حضرت عمر کے زور اسلام سے ہوگا اوسی وقت سے وہ سوچتے
ہونگے کہ بعد پیغمبر خلافت کسکا حق ہے؟ اور کس مین اوس کی قابلیت ہے؟ لیکن
جب مدتون اپنے زمانہ صحت مین وہ معاملہ خلافت کو طے نہ کر سکے اور ہمیشہ غلطان
اور پیچان رہے تو اخیر وقت جانکاہی پر اوس معاملہ مین جو کچہہ اونہون نے تجویز
کی بہت مشکل سے اطمنان ہو سکتا ہے کہ وہ رائے اون کی صحیح تہی۔ مگر پیغمبر نے

شروع سے اس معاملہ کو کہ اون کے بعد کون خلیفہ ہوگا قرار دیدیا تھا اور اپنی تمام زندگی مین تجربہ کر لیا تھا کہ کون اوس کا مستحق ہے اور کون اوسکی لیاقت رکھتا ہے اور چند مرتبہ جو کوئی اوس کی قابلیت اور لیاقت رکھتا تھا اوس کو تبا اور جتا بھی دیا تھا۔ اپنے اخیر حصہ زندگی مین پیغمبر کو بذریعہ تحریر کے اوس کا نام ظاہر کر دینا بھی کچھ دشوار نہ تھا۔ اون کو اپنے زمانہ وفات کے قریب نہ سوچنے کی ضرورت تھی اور نہ متفکر ہونے کی حاجت تھی نہ اوس کی تجویز مین غلطان و پیچان ہو سکتے تھے۔ باینہمہ زمانہ نے بذریعہ کتابت کے نام اوس شخص کے ظاہر کرنے کو کہ وہ شخص بعد اون کے خلیفہ ہوگا افسوس ہے کہ روک دیا۔

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ حضرت عمر نے جو تجویز انتخاب خلیفہ کی اپنے بعد ظاہر کی اوس کو ذہبی علم مصنف یون بیان کرتے ہین کہ۔ مدت کی غور اور فکر پر بھی اون کے انتخاب کی نظر کسی شخص پر جمتی نہ تھی بارہا اون کے موونہہ سے آہ نکل گئی کہ افسوس اس بار گران کا کوئی اٹھانیوالا نظر نہین آتا۔ تمام صحابہ مین چھ شخص تھے جنپر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد وقاص، عبد الرحمن بن عوف، لیکن ان سب مین کچھ نہ کچھ کمی پاتے تھے اور اس کا اونہون نے مختلف موقعون پر اظہار بھی کر دیا تھا چنانچہ طبری وغیرہ مین اون کے ریمارک بہ تفصیل مذکور ہین۔

مذکورہ بالا بزرگون مین وہ حضرت علی کو سب سے بہتر جانتے تھے لیکن بعض اسباب سے اون کی نسبت بھی قطعی فیصلہ نہین کر سکتے تھے۔ غرض وفات کے وقت جب لوگون نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصون مین جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کیا جاوے۔ انتہیٰ

نوعیت تجویز انتخاب خلیفہ کی حقیقت یہہ سچ ہے کہ حضرت عمر کی کسی شخص کے

اصحاب پر نظر نہ جمتی ہوگی اس لئے کر دیا صاحب تدبیر جیسا کہ وہ خود اپنے آپ کو
سمجھتے تھے اون کے عندیہ مین کوئی ہی نہ تہا۔ جس آسانی سے کہ اونہون نے خلافت کو
حاصل کیا ایسی آسانی سے بذاتہ کوئی حاصل نہ کر سکتا تہا البتہ اونہین کی تدبیر سے بہ
آسانی اون کے بعد خلیفہ ہو سکتا تہا جیسا کہ ہوا۔ اون کو ایسے وقت پر اس بات
کا لحاظ کرنا ضرور تہا کہ پیغمبرؐ کی بہی نگاہ کسی پر پڑتی تہی یا نہین کہ اونکے بعد خلیفہ ہو۔
حضرت عمر کی جن چہہ شخصون پر نگاہ پڑتی ہتی جنمین وہ کچہہ نہ کچہہ کمی پاتے تھے۔ منجملہ اون
چہہ شخصون کے علیمرتضے کی نسبت اونکو یہ سوچنا بہی تہا کہ پیغمبرؐ بہی اون مین کچہہ کمی پاتے
تھے کہ نہین؟۔ اور پیغمبرؐ کے جسقدر ارشادات اونکی نسبت ہین اون سے کوئی
کمی اون مین پائی جاتی ہتی یا نہین؟ اگر بلحاظ ارشادات پیغمبر اون مین کوئی کمی
نہین پائی جاتی ہتی تو پیغمبر کی رائے پر اپنی رائے کو فوق دیتا ہے۔

حضرت عمر کو علیمرتضے کی قابلیت کا علم اور اوس کا ثبوت

حضرت عمر پیغمبرؐ کے عہد مین علیمرتضے کی ہر قسم کی لیاقت اور قابلیت اور استعداد
کو دیکہہ چکے تھے اور جان چکے تھے، اور اپنے عہد مین بہی اون کی رائون اور مشورون
کے موجب عمل کر چکے تھے اور ستر بہتر مرتبہ یہہ فرما چکے تھے۔ لولا علی لہلک عمر،
اور چند مرتبہ اپنی غیبت مین سفر کے وقت علیمرتضے کو کاروبار خلافت سپرد
کر چکے تھے یا اون کو نائب مقرر کر گئے تھے تو پہر سمجہہ مین نہین آتا کہ علیمرتضے کی
قابلیت کاروبار خلافت مین کس بات کی کمی ہتی۔ باانہمہ جو علیمرتضے کو باوصف
اس کے کہ اون کو سب سے بہتر جانتے تھے پہر اون کے دل مین کیا بات ہتی
کہ جس نے علیمرتضے کو پانچ شخصون کے ساتہہ مساوی درجہ مین رکہہ کے اور امر
خلافت کو چہہ شخصون کے درمیان دائر کر کے حالت تنازع مین رکہا اور معاملۂ
خلافت کے فیصلہ کو دوسرون کی رائے پر چہوڑا۔ اور باوجود علیمرتضے کو سب سے

بهتر جانتے کہ جن بعض اسباب نے حضرت عمر کو قطعی فیصلہ نہین کرنے دیا وہ بعض
اسباب یقینی وہی ہونگے کہ جن اسباب نے اون سے اوس وقت مزاحمت کرائی
جبکہ پیغمبرؐ اپنے قریب زمانہ وفات مین بذریعہ کتابت کے اظہار کرنا چاہتے تھے۔

حاشیہ مصنف حضرت عمر سے دفع الزام مزاح۔

ذی علم مصنف نے جہان یہ بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر اون چھون
شخصون مین جنپر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی کچھہ
نہ کچھہ کمی پاتے تھے" حاشیہ پر یہہ فرماتے ہین کہ وہ
حضرت عمر نے اور بزرگون کی نسبت جو خوردہ گیریان کین اگر اون کو ہم نے ادب
سے نہین لکھا لیکن اون مین چار کلام نہین البتہ حضرت علی کے متعلق جو نکتہ چینی
حضرت عمر کی زبانی عام تاریخون مین منقول ہے یعنی یہہ کہ اون کے مزاج مین ظرافت
ہے یہہ ایک خیال ہی خیال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی ظریف تھے مگر اسیقدر جتنا
ایک لطیف المزاج ہوسکتا ہے"

دفع الزام مزاح کی حقیقت۔

حضرت عمر جو حضرت علی کے متعلق خوردہ
گیری مزاح کی فرماتے تھے۔ ذی علم مصنف نے مزاح کی حقیقت اور اوس کے
درجہ ممدوح اور مذموم پر (جو ہمارے دیگر عزیزون مین شائع ہوچکے ہین) نظر کرکے
حضرت عمر کی نکتہ چینی کو حضرت علی کے متعلق قبول نہین کیا۔ لیکن ذی علم مصنف
نے اپنی رائے حضرت عمر کی نکتہ چینی کے قائم کرنے کے وقت جو وہ علی مرتضے کی متعلق
کیا کرتے تھے اس پہلو پر نظر نہین کی کہ خود حضرت عمر ازحد عبوس تھے اس لئے
حضرت علی کی وہ ظرافت بھی جو ایک لطیف المزاج بزرگ کے لئے ہوسکتی ہے
حضرت عمر کی طبیعت کے خلاف ہوسکتی تھی۔

ترشرو اور ہشاش بشاش طبعیتین باہم متضاد ہوتی ہین اور ایک
دوسرے کی طبیعت کو پسند نہین کرسکتا۔ گو یہہ امر آخر ہے کہ ان دونون

اوصاف مین سے کونسا وصف ممدوح ہے جس کو حکماء نے علم اخلاق مین بیان کیا ہی۔

مکالمہ حضرت عمر یا حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عمر کے راز سربستہ کا افشار ۔

ذمی علم مصنف حضرت عمر کی نکتہ چینی مزاج سے جو وہ حضرت علی کے متعلق کرتے تھے متفق ہوکر یہہ حقیقت بیان کرتے ہین کہ وہ حضرت علی کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھہ ایسے کھنچے ہوئے تھے کہ قریش کسیطرح اون کے آگے سر نہین جھکاتے تھے ۔ اور طبری سے وہ مکالمہ جو حضرت عمر اور عبد اللہ ابن عباس سے ہوا تھا نقل کرکے یہہ کہتے ہین کہ وہ حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا ۔

(پہلا مکالمہ)

حضرت عمر ! کیون عبد اللہ ابن عباس علی ہماری ساتھہ کیون نہین شریک ہوئے ؟

عبد اللہ ابن عباس ! مین نہین جانتا ۔

حضرت عمر ! تمہارے باپ رسول کے چچا ۔ اور تم رسول اللہ کے چچیرے بہائی پہر تمہاری قوم تمہاری طرفدار کیون نہین ہوئی ! ۔

عبد اللہ ! مین نہین جانتا ۔

حضرت عمر ! لیکن مین جانتا ہون کہ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہین کرتی تہی

عبد اللہ ! کیون ؟ ۔

حضرت عمر ! وہ یہہ پسند نہین کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون ہون ۔ شاید تم یہہ کہوگے کہ حضرت ابوبکر نے ہم کو خلافت سے محروم کردیا ؟ لیکن خدا کی قسم یہہ بات نہین ۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہین ہوسکتی تہی اگر وہ تم کو خلافت دینا ہی چاہتے تو اون کا ایسا کرنا تمہارے حق مین کچھہ

کچھہ بہی مفید نہوتا۔

(دوسرا مکالمہ)

حضرت عمر! کیون عبد اللہ بن عباس! تمہاری نسبت مین بعض بعض باتین سنا کرتا ہا لیکن مین نے اس خیال سے اون کی تحقیق نہین کی کہ تمہاری عزت میری آنکھون مین کم نہو جائے۔

عبد اللہ! وہ کیا باتین ہین؟۔

حضرت عمر! مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو لوگون نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چہین لی۔؟

عبد اللہ! ظلماً کی نسبت تو مین نہین کہہ سکتا کیونکہ یہہ بات کسی پر مخفی نہین لیکن حسداً تو اسکا تعجب کیا ہے ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدم ہی کی اولاد ہین پہر محسود ہون تو کیا تعجب!!؟

حضرت عمر! افسوس خاندان بنی ہاشم کے دلون سے پرانے رنج اور کینے نہین جاتے۔

عبد اللہ! ایسی بات نہ کہئے۔ رسول اللہ صلعم بہی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمر! اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبد اللہ! بہت مناسب۔

مکالمون سے قوم مین آزادی اور حق گوئی کے رواج کا استدلال ذی علم مصنف ان مکالمات سے علاوہ اصل واقعہ کے اثبات کا ہی اندازہ کرانا چاہتے ہین کہ وہ حضرت عمر کے مبارک عہد مین لوگ کس دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور یہہ زیادہ تر اسی وجہہ سے تہا کہ حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی کو قوم مین پہیلانا چاہتے تھے۔

رازِ سربستہ کی حقیقت کی تمہید | یہہ تو سچ ہے کہ ان مکالمات سے حضرت عمر
کا راز سربستہ فاش ہوجاتا ہے لیکن اصل واقعہ کی حقیقت کے بیان سے ذی علم
مصنف نے پرہیز کیا ہے۔ اور یہہ نہین دکہایا کہ حضرت عمر کے بیان کی کہان تک اور
کیونکر صداقت ہوسکتی ہے اور ان مکالمات کا دیکہنے والا کیونکر مطمئن ہو کہ حضرت عمر
نے جو کچہہ فرمایا وہ قابل تسلیم ہے۔

ذی علم مصنف نے مزاح کی نکتہ چینی کی نسبت جیسا کہ کہا ہے کہ ''وہ
حضرت عمر کا ایک خیال ہی خیال تہا''، اور اوس نکتہ چینی کو قبول نہین کیا ویسا ہی پہلے
مکالمہ مین جو بیان حضرت عمر کا ہے اوس کی نسبت ایک دور بین کہہ سکتا ہے کہ
حضرت عمر نے جو کچہہ کہا ہے وہ خلافت کا خاندان رسالت سے نکلنے کا فقط بہانہ ہی
بہانہ ہے۔!

پہلے مکالمہ مین حضرت عمر کے ساتہہ علی کے شریک نہ ہونیکی حقیقت | حضرت عمر نے جو یہہ فرمایا ہے کہ ''علی ہمارے
ساتہہ کیون نہین شریک ہوئے'' اس
کا منشا یہہ ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے شریک اس امر کے نہین ہوئے کہ خلافت
غیر خاندان رسالت مین چلی جاوے یعنی علی نے اون کی صحت خلافت کو نہین
تسلیم کیا۔ نہ اون کے خلیفہ ہونے کی تائید کی بلکہ اون کی خلافت کو بے محل
جانتے رہے۔ علی کے شریک حضرت عمر نہونے سے یہہ مراد اس جگہہ نہین ہے کہ علی
اپنی صائب رائے اور نیک مشورہ دینے مین حضرت عمر کے شریک نہین ہوئے
یا عہد حضرت ابوبکر مین مرتدین کے دفع مین جنہون نے محاصرہ مدینہ کا کیا تہا
علی نے مدد نہین دی۔ اگرچہ حضرت ابوبکر کے عہد مین جو دفع مرتدین مین، اور
حضرت عمر کے عہد مین جو اپنی صائب رائے اور نیک مشورہ سے علی نے مدد دی
وہ حقیقت مین ذاتی مدد حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا اون کی خلافتون کی نہین

ہتی - بلکہ وہ تائید دین اسلام کی ہتی جسکا نتیجہ قومی خلافت مسلمانون کی ہتی -

اس امر کا فیصلہ، کہ خلافت خاندان رسالت مین قائم رہے یا دوسرے محل پر چلی جاوے اور اوس کی نسبت کس کی رائے صحیح ہتی؟ علی کی یا عمر کی، ہر مسلمان کی رائے پر باقی رہتا ہے - جدہر ہر جلتا ہے چلا جائے - لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پیغمبر کی مرضی کا پابند ہو -

علیمرتضیٰ کے تعلقات کی پیچیدگی قریش کے ساتھہ اور اوسکی حقیقت

گو حضرت علی کے تعلقات کچھہ قریش کے ساتھہ ایسے پیچ در پیچ ہوگئے تھے کہ قریش کو اون کے آگے سر جہکانا گوارہ نہو مگر وہ پیچیدگیان زیادہ تر پیغمبر کی وجہہ سے واقع ہوگئی ہتین جنکی بنیاد پیغمبر کی حمایت اور نصرت ہتی اور خلاف قریش کے دین اسلام کا قائم کرنا تہا جو قوت بازوے علیمرتضیٰ سے قائم ہوا -

ورنہ حضرت ابوطالب آخری موروثی شہزادہ شہر مکہ کے زمانہ تک قریش اسی خاندان بنوہاشم کے آگے سر جہکاتے چلے آتے تھے - بے شک کچھہ لوگ قریش کے جن کے سرگروہ حضرت عمر تہے یہہ پسند نہین کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین مگر دیکھنا یہہ تہا کہ پیغمبر بہی اسبات کو پسند کرتے تھے یا نہین کہ ایک ہی خاندان مین نبوت اور خلافت دونون آجائین اور اس بارہ مین پیغمبر کا منشا کیا تہا؟ -

بنی ہاشم کی سرداری کل قوم گوارا نہ کرتی اسکی مفصل حقیقت

یہہ امر صحیح نہین ہے جیسا کہ تاریخی واقعات دکہا رہے ہین کہ کل قوم قریش بنی ہاشم کا سردار ہونا گوارا نہ کرتے ہون، جیسا کہ اون واقعات سے ظاہر ہوتا ہے جبکہ لوگ خانہ جناب سیدہ مین حضرت ابوبکر کی خلافت کی درہمی وبرہمی کیلئے جمع ہوتے تھے اور علیمرتضیٰ کا سردار ہونا چاہتے تھے اور حضرت ابوسفیان

سے علیہم تضنے کی تائید کرنے کے واسطے درخواست کی تہی۔ البتہ بعض لوگ قریش سے جیسے حضرت عمرؓ تھے وہ بنی ہاشم کا سردار ہونا قبول ہنین کرتے تھے۔

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرات شیخین اور تیسرے حضرت ابوعبیدہ علیہم تضنے کے استحقاق اور قابلیت خلافت پر اور پیغمبر کے قول اور فعل پر نظر کرکے خلافت بنی ہاشم مین قبول کرلیتے جیسا کہ بعض انصار متفق ہوگئے تھے تو کسی شخص کو قوم قریش سے سر اوٹہانے کی مجال ہنوتی اور بالاتفاق گروہ انصار اور اصحاب رسول اور دیگر مسلمان اسیوقت علیہم تضنے کو سردار تسلیم کرلیتے اور اگر بعض یا کل قوم قریش علیہم تضنے کا سردار ہونا گوارہ نہ کرتی تو انکا گوارہ نہ کرنا شرط خلافت کے لئے کسی کو ہنین ہوسکتا تہا۔

قوم قریش نے حضرت محمد صلعم کا ابتدائے رسول ہونا کب قبول کیا تہا یہانتک کہ سخت نوبت جنگ وجدل کی پہونچی۔ لیکن آخر کار کل قوم قریش نے ایک ہی خاندان مین رسالت وخلافت کو قبول کرکے حضرت محمد صلعم کو رسول اللہ اور بادشاہ قوم وملک بلکہ بادشاہ کونین قبول کرلیا۔ ایسے ہی علیہم تضنے کو کل قوم قریش اگر ابتدائے ہنین تو آخر کار ضرور سردار قبول کرلیتے۔

لیکن سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کے بے محل خلیفہ قبول کرنے سے یا حضرت ابوبکر نے جو اقالہ بیعت کا چاہا تہا اور اسکو وہ عملین نہ لائے اوس سے ہر ایک شخص کو جرات اور حوصلہ سردار بن جانیکا پیدا ہوگیا جس سے باہم مسلمانون کے جنگ شروع ہوکر دین اسلام اپنے مرکز پر قائم نرہا اور خاندان رسالت بہی تباہ ہوگیا اور قومی سلطنت مسلمانونکی روئے زمین پر نرہ سکی

اگر سقیفہ بنی ساعدہ مین علیہم تضنے سردار قبول کرلئے جاتے یا حضرت ابوبکر اقالہ بیعت پر عمل کرلیتے تو صرف بنی ہاشم کو مفید ہوتا بلکہ تمام مسلمانون

اور اون کی قومی سلطنت کو فائدہ پہونچتا۔

دوسرے مکالمہ مین فریقین کی تقریرون سے نتائج۔

دوسرے مکالمہ مین جو گفتگو باہم حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ کے ہوئی ہی ذی علم مصنف نے اوسکا ابتدائی واقعہ ترک کر کے کہ وہ مکالمہ کیونکر شروع ہوا ہی (جسکو عاقل کانگڑدی نے اپنے مختصر مگر دلچسپ ریویو موسوم الذکر الافلح فیما افسد عمرو اصلح مین مفصل لکھدیاہے) بہت نرم کر کے دکہایاہے۔

آخر گفتگو مین باہم دونون کے ایسی شدت ہوئی ہے کہ اگر دونون اپنے اپنے موقع پر طرح نہ دیجاتے تو ابن عباس کے ہاتہ سے حضرت عمر کی یا حضرت عمر کے ہاتہ سے ابن عباس کی وہی حالت ہوتی جو حضرت عمر کی حالت ابو لوءہ کی ہاتہ سے ہوئی۔ تاہم یہہ مکالمہ جسقدر ذی علم مصنف نے لکہاہے اوس سے، علاوہ اس کے کہ حقیقت سخن کسطرف ہاتی، بخوبی ظاہر ہوتاہے کہ حضرت عمر کے تو دل مین ہی ابن عباس کی نسبت یہہ خیال تہا کہ جو باتین اوہنون نے ابن عباس کی نسبت سنی تہی اوس کی تحقیق اس لئے نہین کی کہ اونکی عزت حضرت عمر کی آنکہون مین کم ہوجائے، لیکن ابن عباس نے حضرت عمر کے مونہہ پر ایسی باتین کین کہ جس سے علانیہ واضح ہوجاتاہے کہ ابن عباس کی نگاہ مین حضرت عمر کی کس درجہ کی وقعت ہاتی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!

حضرت عمر کے عہد مین حق گوئی اور آزادی کے رواج کی حقیقت

اس مکالمہ سے یہہ نتیجہ ہرگز پیدا نہین ہوتا کہ "حضرت عمر کے مبارک عہد مین کس دلیری بیباکی سے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے یا حضرت عمر خود آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تھے" بلکہ اس مکالمہ سے یہہ واضح ہوتاہے کہ باہم ابن عباس اور حضرت عمر کے حق ناحق کی گفتگو ہوئی ہی۔

حضرت عمر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اون کے اور خاندان بنی ہاشم کے دلون مین پرانے رنج اور کینے چلے آتے تھے۔ جس سے تائید اوس بیان کی ہوتی ہے کہ خاندان بنی عدی، اور بنی عبد الشمس سے، کہ جو سگے بہائی حضرت ہاشم کے تھے عداوت چلی آتی تھی اور جسکا پہلے ذکر آچکا ہے

بنی عدی پر بنو عبد الشمس ہمیشہ غالب آتے رہتے تھے اوسیکا عوض حضرت عمر نے یہہ لیا کہ خاندان بنی ہاشم سے خلافت کو نکالکر اپنا غلبہ دکہایا۔ استغفر اللہ!

اگر عہد حضرت عمر مین لوگ دلیری اور بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے یا حضرت عمر آزادی اور حق گوئی قوم مین پہیلانا چاہتے تھے تو سوا اس موقع کے دوسرے مواقع لیسے ذی علم مصنف کو دکہلانے ضرور تھے جس سے وہ نتیجہ پیدا ہوتا جو ذی علم مصنف نکالنا چاہتے ہین۔ اصل یہہ ہے کہ بنو ہاشم پر حضرت عمر کی کچھہ ہیبت نہین تہی وہ حضرت عمر کے سامنے ہمیشہ دلیری اور بیباکی سے گفتگو کرتے تھے۔ اور حق گوئی سے کبھی جہکتے نہین تھے۔ شجاعت اور جرات اون کے خمیر مین تہی۔

لیکن ذی علم مصنف نے ابن عباس کی گفتگو کے لحاظ سے جو اس موقع پر حق گوئی کے پہیلانے کی نسبت حضرت عمر سے دی ہے یہہ مقام از حد استعجاب کا ہے۔!!

حضرت عمر کے قرضہ کے متعلق مصنف کی رائے

ذی علم مصنف یہہ بہی بیان کرتے ہین کہ ۸۶ چہیاسی ہزار درہم حضرت عمر پر قرض تہا جس کی نسبت اونہون نے وصیت کی کہ متروکہ سے ادا ہوسکے تو بہتر ورنہ خاندان بنی عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بہی ادا نکرسکین تو کل قریش سے علاوہ قریش کے اور دن کو تکلیف نہ دینا۔" پہر یہہ روایت لکہتے ہین کہ حضرت

حضرت عمر کے غلام کہتے تھے کہ عمر پر قرض کیونکر رہ سکتا تہا اون کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکھ پر بنچا ہا تہا" پہر یہہ حقیقت ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمر پر چہیاسی ہزار کا قرضہ ضرور تہا وہ اسطرح ادا کیا گیا کہ اون کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جسکو امیر معاویہ نے خریدا اور اس مناسبت سے کہ اوس سے قرض ادا کیا گیا ایک مدت تک دار القضا کے نام سے مشہور رہا"

قرضہ کے متعلق رائے کی حقیقت۔

ذی علم مصنف نے یہہ ظاہر نہین کیا کہ یہہ رقم کثیر قرضہ کی حضرت عمر نے کہان سے لی تہی اور کس کا قرضہ اونپر تہا۔ مگر ذی علم مصنف کے اسرار کے چہپانیسے کہ کس کا قرضہ حضرت عمر پر تہا چہپ نہین سکتا۔

کتب تواریخ مین مندرج ہے کہ وہ قرضہ بیت المال کا تہا جو در حقیقت اوہنون نے بیت المال سے بحیلہ قرض اسقدر رقم اپنے تصرف مین کی تہی۔ وہ مال بیت المال کا ایسا تہا کہ جس کا حق تمام مسلمانون کو پہونچتا تہا یا کاروبار سلطنت مین صرف ہونے کے قابل تہا۔ اور تاریخ مین یہہ کہین نہین پایا جاتا کہ باجازت تمام مسلمانون کے وہ مال اوہنون نے اپنے ذاتی اغراض کے لئے بیت المال سے قرض لیا تہا۔ اس لئے اوس مال پر تصرف کرنا اون کو کسی طرح جائز نہ تہا۔ یہہ بہی ظاہر ہے کہ وہ مال بیت المال کا اوہنون نے ایسے اغراض ذاتی مین صرف کیا کہ جس کے سبب سے ایسا ستر دکہ بعد اون کی وفات کے رہا کہ ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکہہ پر بنچا یا ایسا مکان مسکونہ بہم پہونچایا کہ جس سے ایسی رقم کثیر قرضہ کی ادا ہوئی۔

اوس مکان مسکونہ کی یہہ مناسبت سمجہہ مین نہین آتی ہے کہ جس مکان سے قرض ادا کیا گیا وہ مکان دار القضا کے نام سے کیون مشہور رہا؟

دار القضار کے نام سے کوئی مکان اوس حالتمین مشہور ہوسکتا ہی کہ جب اوسمین قاضی اپنے منصب کا کام کرتا رہا ہو۔ وہ مناسبت اوسوقتمین ہوسکتی ہی کہ جب وہ مکان دار القرض (بنک) کے نام سے مشہور رہا ہوتا جسمین اشعار اسبات کا ہوتا کہ حضرت عمرنے اوسی مکانکے بہروسہ پر قرض کیا تہا اور اوسی سے قرضہ ادا ہوا۔

پیغمبرؐ کا متروکہ متعلق اسٹیٹ سمجہا گیا اور حضرت عمر کا متروکہ اونکے ورثا کو ملا۔

بہرحال جو کچہہ ہو یہ امر ضرور قابل افسوس کی ہے کہ حضرت عمر تو اسقدر متروکہ چہوڑ جائین کہ جسکا ایک حصہ یعنی ایک وارث اپنے حصہ وراثت کو ایک لاکہہ روپیہ پر فروخت کرے یا اون کے مکان مسکونہ سے ایسا کثیر قرضہ ادا ہوسکے۔ اور پیغمبرؐ کہ جسنے یہہ سلطنت قائم کی تہی وہ اپنے وارثونکے لئے کچہہ ہی نہ چہوڑ جائے۔ اور حضرت عمر نے اس سلطنت سے جو ایسا کثیر المالیت متروکہ بہم پہنچایا تہا وہ متعلق اسٹیٹ کے نہ سمجہا جائے اور پیغمبرؐ نے جو کچہہ کہ چہوڑا تہا اوسکو متعلق سلطنت کے قرار دیکر پیغمبرؐ کے ورثا کو غیر مستحق متروکہ قرار دیا جائے۔

حضرت عمر کا خاتمہ

آخرکار ذی علم مصنف حضرت عمر کے انتقال اور اون کے دفن کا ذکر کرتے ہین۔

حقیقت یہہ ہے کہ اس دنیا مین جو کوئی پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کسی درجۂ اعلےٰ کے تخت سلطنت پر قدم رکہنے والا ہو۔ لیکن آخرکار وہ خاک مین ضرور ملجاتا ہے اور اپنی سوانح عمری کو ایسا چہوڑتا ہے جس سے لوگون کو نصیحت اور عبرت پکڑنی چاہیے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۵

نہایت مفید و کار آمد کتابیں

یخ عبرت افزا

بالکل اسم با مسمے ہے ۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی اور نواب غلام قادر خان کے
واقعات اگرچہ ہندوستان کی تمام تاریخوں میں مندرج ہیں لیکن
قدر شرح و بسط سے کسی نے نہیں لکھے ۔ یہ کتاب اوس زمانہ کے مستند مورخ کا روزنامچہ ہے جسنے تاریخ وار
ں ہادینے والے حالات اپنے چشمدید تحریر کیے ہیں ۔ نواب غلام قادر خان کا عروج و اختیار ۔ امرائے
ی کی سازشیں ۔ نواب کا تسلط ۔ بادشاہ کی آنکھیں نکلنے کا مصیبتناک واقعہ خاندان شاہی کی ترٹپ ترٹپ کر
ں دینے کا سانحہ ۔ آخر میں اس ظلم و ستم کا انجام اور شاہ عالم کے ساتھ سلطنت ہند کا اختتام ۔ یہ کتاب
شش سے دستیاب ہوکر سلیس اردو میں چھپی ہے قیمت ۱۲ معہ محصولڈاک وغیرہ ۶ ر

نامہ

میرزا ابو طالب خان اصفہانی بانصویر ۔ یہ شخص بڑا لایق و فایق اور نہایت معزز و مقتدر
گذرا ہے جسنے سنہ ۱۷۹۹ء میں کلکتہ سے براہ ممالک افریقہ و انگلستان اور عرب وغیرہ کا
ا تھا ۔ اور جبکہ اوس زمانہ میں ایسے ممالک دور و دراز کا سفر بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام تھا ویسا ہی
مہ بھی اوسنے لاجواب لکھا کہ جس میں ہر قسم کی معلومات کے متعلق کوئی علمی اور عملی مفید بات فروگذاشت
ی ۔ یہ کتاب معمولی سیر و سیاحت کا خاکہ ہی نہیں ۔ بلکہ علوم و فنون مختلفہ کا مخزن ہے ۔ مگر چونکہ اصل کتاب
ں فارسی میں تھی جو اب سے سو برس پہلے کلکتہ میں نایاب ہوکے طبع ہوکر بہت بڑی قیمت پر لندن او
ں تک جا پہونچی تھی اور قدردانوں کی کثرت نے اوس کو عنقا کر دیا تھا ۔ لہذا اب اس زمانہ میں
ردو سے معلے کا دورا اور اشاعت علوم کی گرم بازاری ہے پھر اسنے دوسرا جنم لیا ہے یعنی سلیس اردو میں
ہوکر نہایت مفید اور کار آمد حاشیوں اور دلچسپ نقشوں اور تصویروں کے اضافہ سے طبع ہوئی ہے
ستان کے نامی اخبارات نے اس کتاب پر نہایت اعلے درجہ کے ریویو کئے ہیں ۔ پہلی جلد طیار ہے
ں دو روپیہ معہ محصولڈاک ۔

الغرائب

عملیات و اوراد میں نہایت مستند کتاب ہے ۔ اسمیں جو کچھہ مندرج ہے اوس کی سند بھی اس
علم شریعت کے عالموں ۔ بزرگان دین ۔ اور مشاہیر صوفیہ کرام تک پہونچتی ہے ۔ علاوہ ازیں
ن کے متعلق کوئی ضروری بات فروگذاشت نہیں کی گئی ۔ علم تکسیر اعداد اور نقوش وغیرہ کے قواعد ۔ نجوم کے
طریقے ۔ ختم و زکوۃ کے شرائط یقین ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی دوسری کتاب کی انشاء اللہ ضرورت
ے گی ۔ زیر طبع ہے ۔ اور قریب ختم ۔ قیمت ۱ ر

الاسرار

یہ کتاب نادر الوجود مریضوں کے لئے اکسیر اور دوا فروشوں کے لئے جاگیر ہے ۔
رجات اور تراکیب عجیبہ کا مجموعہ ہے جن میں سے کسی ایک کے حاصل کرنے کے لئے شوقین کو سیکڑوں بلکہ
ں روپیہ صرف کرنے پر بھی میسر نہیں ہوتا ۔ اگرچہ مختلف کتب طبیہ سے ایک ذخیرہ کا جمع اور مرتب کر لینا
شکل بات نہیں ۔ لیکن اسمیں صرف وہی نسخہ جات ہیں جن کو نامور اطبا اور علم سینہ اور مجربات کہا جاتا ہے
بہ قلمی بیاض مشہور طبیب مولوی فرید الدین عرف حکیم کلو صاحب چاندپوری اور کشکول حکیم شریف خان صاحب دہلوی
سنجات اکسیر الامراض کا مجموعہ ہے ۔ یہ کار آمد کتاب ۱۰۰ صفحہ کی طیار موجود ہے ۔ اور بار دوم کے بعد اضافہ
ں زیر طیاری ہے قیمت ۱۲ ۔

اعلان عام

کتب ذیل مشتہر سے مل سکتی ہین

۱۔ کتاب ہذا ....

۲۔ کل رسائل روشنی بجواب رسالہ تفضیح الشیعہ ....

۳۔ رسالہ کر و فر درباب فتح خیبر

۴۔ ریویو سیرۃ النعمان ....

۵۔ ریویو المامون ....

۶۔ النظر السّموق فی سیرۃ الفاروق ....

المشتہر
مرزا عبد التقی قزلباش جامع مسجد۔ مراد آباد

دل دیے دلبری کا واقعہ لکھا دیا

ہم کو دعائیں دو تمہیں دلبر بنا دیا